جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ

القرآن الحکیم ۶۵:۱۲
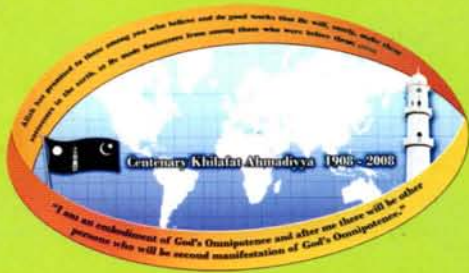
النور

ہجرت-احسان ۱۳۸۷ ہش
مئی-جون ۲۰۰۸ء

خلافت نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

القرآن الحکیم ۲۴:۵۶

Images from Career Planning Workshop for Waqfeen-e-Nau, USA
Held on April 5th, 2008 at Masjid Al-Nasr in Willingboro, NJ

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النـــور

مئی، جون 2008

جماعت احمدیه امریکه کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّه

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ

(النحل :3)

خبردار کرو کہ یقیناً میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ ہی سے ڈرو۔

وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا

(الکہف :5)

اور وہ ان لوگوں کو ڈرائے جن لوگوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 50}

قرآن کریم

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ط یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَایُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ط وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ O

(النور: 56)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کیلئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کیلئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

خدا نے تم میں سے بعض نیکوکار ایمانداروں کیلئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین پر اپنے رسول مقبولؐ کے خلیفے کرے گا۔ انہی کی مانند جو پہلے کرتا رہا ہے اور ان کے دین کو کہ جو ان کیلئے اس نے پسند کرلیا ہے یعنی دینِ اسلام کو زمین پر جمادے گا اور مستحکم اور قائم کردے گا اور بعد اس کے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہوں گے یعنی بعد اُس وقت کے کہ جب بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ شاید اب دین تباہ نہ ہوجائے تو اس خوف اور اندیشہ کی حالت میں خدائے تعالےٰ خلافتِ حقّہ کو قائم کر کے مسلمانوں کو اندیشہء ابتریٔ دین سے بےغم اور امن کی حالت میں کردے گا۔ وہ خالصتاً میری پرستش کریں گے اور مجھ سے کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ میں عادتِ الٰہیہ جاری ہے اس کے نیچے ایک باطنی معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور پر ان آیات میں خلافتِ روحانی کی طرف بھی اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک خوف کی حالت میں کہ جب محبتِ الٰہیہ دلوں سے اُٹھ جائے اور مذاہبِ فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ رُوبہ دُنیا ہوجائیں اور دین کے گم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا رُوحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا کہ جن کے ہاتھ پر روحانی طور پر نصرت اور فتح دین کی ظاہر ہو اور حق کی عزت اور باطل کی ذلت ہو تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہوجانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آجائیں۔

(براہین احمدیہ صفحہ 236, 235 حاشیہ)

احادیث مبارکہ

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ”عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ، اِلَّا اَنْ یُّؤْمَرَ بِمَعْصِیَةٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَاطَاعَةَ“۔

(بخاری و مسلم، ریاض الصالحین جلد اوّل صفحہ 560,559)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمان مرد پر (اپنے مسلمان حکمران کی بات) سننا اور ماننا فرض ہے، وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند۔ مگر یہ کہ اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے۔ پس جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا فرض نہیں۔ (بلکہ انکار کرنا ضروری ہے)

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَاقَالَ: کُنَّا اِذَا بَایَعْنَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَاطَّاعَةِ یَقُوْلُ لَنَا: ”فِیْمَا اسْتَطَعْتُمْ“۔

(بخاری و مسلم، ریاض الصالحین جلد اوّل صفحہ 560)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ کی بات سنیں گے اور مانیں گے تو آپ فرماتے تھے ان چیزوں میں جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ : ”اَسْمَعُوْاوَاَطِیْعُوْا، وَاِنِ اسْتَعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، کَأَنَّ رَأْسَہُ زَبِیْبَةٌ“

(صحیح بخاری ریاض الصالحین جلد اوّل صفحہ 561)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (حکمرانوں کی بات) سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم مقرر کر دیا جائے گویا کہ اس کا سر انگور ہے (یعنی انگور کی طرح چھوٹا سا ہے، جس سے انسان بڑا عجیب سا لگتا ہے۔)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کیا احادیث کی قرآنِ کریم سے کوئی اعلیٰ شان ہے کہ تا ہمیشہ احادیث کے بیان کو گو کیسا ہی بعید از عقل ہو ظاہر الفاظ پر قبول کیا جائے اور قرآن شریف میں تاویلات بھی کی جائیں پھر ہم اصل کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ بعض صاحب آیت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ مِنْكُمْ سے صحابہؓ ہی مراد ہیں اور خلافتِ راشدہ حقہ اُنہی کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب وخیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دَور تھا اور پھر ہمیشہ کیلئے اسلام ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا۔ مگر مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا کسی نیک دل انسان کی ایسی رائے ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھے کہ بلاشبہ ان کی شریعت کی برکت اور خلافتِ راشدہ کا زمانہ برابر چودہ برس تک رہا لیکن وہ نبی جو افضل الرّسل اور خیر الانبیاء کہلاتا ہے اور جس کی شریعت کا دامن قیامت تک ممتد ہے اس کی برکات گویا اس کے زمانہ تک ہی محدود رہیں اور خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کچھ بہت مدت تک اس کی برکات کے نمونے اس کے رُوحانی خلیفوں کے ذریعے سے ظاہر ہوں۔ ایسی باتوں کو سن کر تو ہمارا بدن کانپ جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں کہ جو سراسر چالاکی اور بیباکی کی راہ سے ایسے بے ادبانہ الفاظ منہ پر لے آتے ہیں کہ گویا اسلام کی برکات آگے نہیں بلکہ مدّت ہوئی ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

ماسوا مِنْكُمْ کے لفظ سے یہ استدلال پیدا کرنا کہ چونکہ خطاب صحابہ سے ہے اس لئے یہ خلافت صحابہؓ تک ہی محدود ہے عجیب عقلمندی ہے۔ اگر اسی طرح قرآن کی تفسیر ہو تو پھر یہودیوں سے بھی آگے بڑھ کر قدم رکھنا ہے۔ اب واضح ہو کہ قرآن کریم میں مِنْكُمْ کا لفظ قریباً بیاسی جگہ آیا ہے اور بجز دو یا تین جگہ کے جہاں کوئی خاص قرینہ قائم کیا گیا ہے باقی تمام مواضع میں مِنْكُمْ کے خطاب سے وہ تمام مسلمان مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔۔۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ آیۃ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فائدہ عموم کا دیتی ہے یعنی مقصد اصلی تعمیم تھی نہ تخصیص۔ تو پھر مِنْكُمْ کا لفظ اس جگہ کیوں زیادہ کیا گیا۔ اور اس کی زیادت کی ضرورت ہی کیا تھی صرف اسی قدر فرمایا ہوتا کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وعدہ ان ایمانداروں اور نیکوکاروں کے مقابل پر تھا جو اس امت سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد ششم، شہادۃ القرآن صفحہ 37, 35,34)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

۱۹۰۸ - ۲۰۰۸
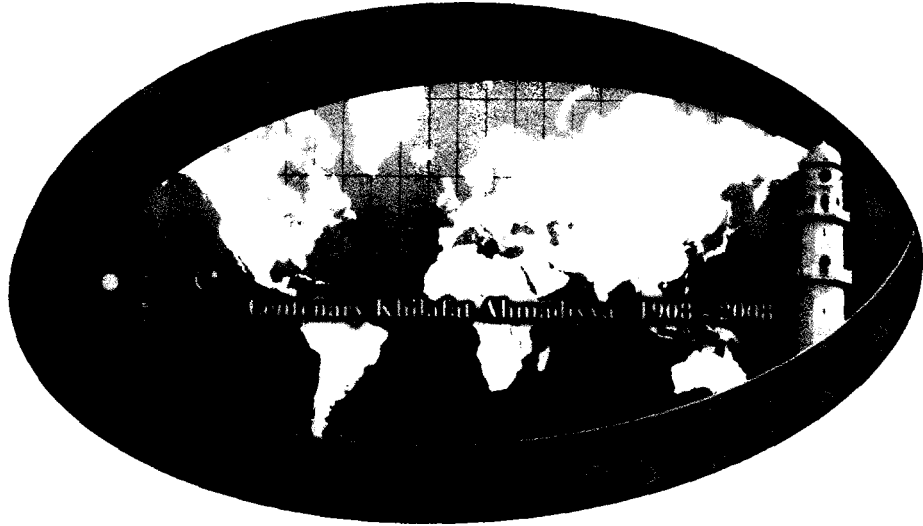
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا
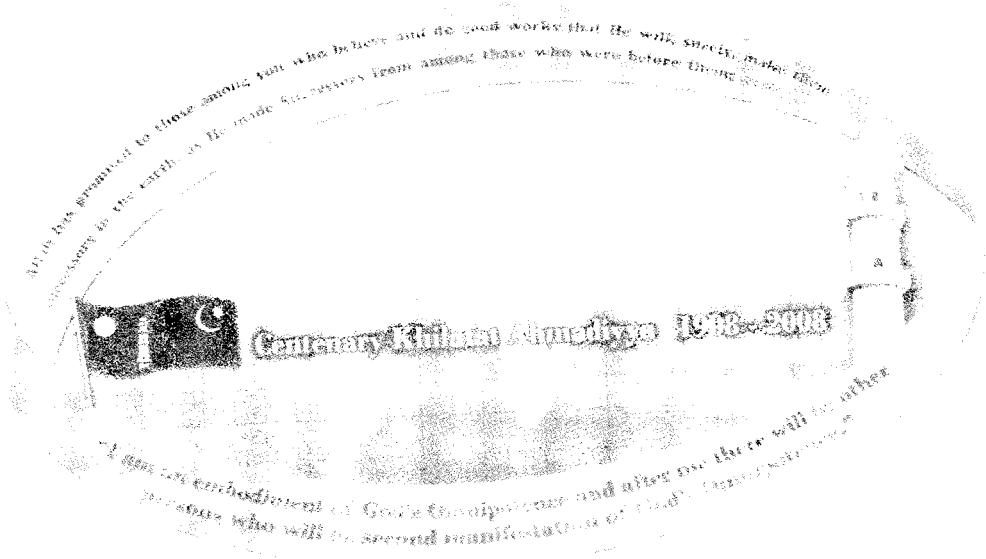
Centenary Khilafat Ahmadiyya 1908 - 2008

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

میرے پیارے عزیز احباب جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج خلافت احمدیہ کے سوسال پورے ہورہے ہیں۔ یہ دن ہمیں سوسال سے زائد عرصے میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کی تاریخ اور اس وقت کی یاد بھی دلاتا ہے جب آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مارچ ۱۸۸۹ء میں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نے اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔ آپ کا مشن اور اس جماعت کے قیام کا مقصد خدا اور بندے میں تعلق پیدا کرنا، بنی نوع انسان کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بنا کر آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنا، انسان کو انسان کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا تھا۔ وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے زمانے کے امام اور مسیح ومہدی کے لقب سے ملقب کر کے بھیجا تھا۔ قیام جماعت اور آغاز بیعت ۱۸۸۹ء سے ۱۹۰۸ء تک تقریباً انیس سال اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے اپنے مشن کو تمام تر مخالفتوں اور نامساعد حالات کے باوجود اس تیزی سے لے کر آگے بڑھا کہ ہر مخالف جو بھی جری اللہ کے مقابلہ پر آیا ذلت ورسوائی کا منہ دیکھنے والا بنا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق کہ ہر انسان جو اس فانی دنیا میں آیا اس نے آخر کو اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور وہ شخص جو اللہ کا خاص بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا عاشق صادق تھا، وہ تو اپنے آقا کی سنت کی پیروی میں رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جسے امام آخرالزمان بنا کر بھیجا تھا، واپسی کے اشارے دیتے ہوئے یہ تسلی دی کہ گو تیرا وقت اب قریب ہے لیکن چونکہ تجھے میں نے اپنے اعلان کے مطابق امام آخرالزمان بنایا ہے، اس لئے اے میرے پیارے! اے وہ شخص جو میری توحید کے قیام اور میرے محبوب نبی ﷺ کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کا درد رکھتا ہے تو یہ فکر نہ کر کہ تیرے مرنے کے بعد تیرے اس کام کی تکمیل کی انتہائیں کس طرح حاصل ہوں گی۔ تو یاد رکھ کہ میرے نبی ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق جسے میری تائید حاصل ہے۔ اب خلافت علیٰ منہاجِ نبوت تا قیامت قائم ہونی ہے، اس لئے تیرے بعد یہی نظام خلافت ہے جس کے ذریعہ سے میں تمام دنیا میں اپنی

آخری شریعت کے قیام واستحکام کا نظام جاری کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی آپ کو تسلی کے بعد آپ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

’ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ۔ (سورۃ المجادلہ:22)

اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اس کی سچائی کو ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

۱۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

۲۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اَب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالےٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔

یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیر جما دینگے۔'

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304-305)

پھر فرمایا

' سواَے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیاں پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہَے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہَے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤنگا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ

میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اُس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔'

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304-305)

پس جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا وہ وقت بھی آ گیا جب آپؑ، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور ہر احمدی کا دل خوف و غم سے بھر گیا لیکن مومنین کی دعاؤں سے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے زمین و آسمان نے پھر ایک بار وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کا نظارہ دیکھا۔ وہ عظیم انقلاب جو آپ نے اپنی بعثت کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم نظام کے ذریعہ جاری رکھا۔ آپ کی وفات پر اخبار وکیل میں مولانا ابوالکلام آزاد نے یوں رقم فرمایا۔

' وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں'۔

(اخبار وکیل امرتسر۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم۔ صفحہ 560)

پس اس انقلاب کا اعتراف غیروں کی زبان اور قلم سے نکلوا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا خاص تائید یافتہ تھا لیکن غیر کی نظر اس طرف نہ گئی کہ وہ تائید یافتہ جس انقلاب کو برپا کر گیا ہے۔ اس انقلاب کو آپ کی پیروی کرنے والوں کے ذریعہ سے نعمت خلافت کے ذریعہ جاری رکھنے کا بھی ذوالعجائب اور قدیر ہستی کا وعدہ ہے اور اس کی تصدیق ہوتے ہوئے ایک دنیا نے حضرت مولانا نورالدین۔ خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے انتخاب خلافت کے وقت دیکھا۔ باوجود اس کے کہ مخالفین حضرت مسیح موعود کی قائم کردہ ایک منظم جماعت کو دیکھ رہے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خلافت کے قیام کا نظارہ دیکھ چکے تھے لیکن انہوں نے جماعت کو، اس جماعت کو جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کردہ جماعت تھی ایک منظم کوشش کے تحت توڑنے کی کوشش کی۔ جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا

اُذْ کُرْ نِعْمَتِیْ۔ غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ رَحْمَتِیْ وَقُدْرَتِیْ ۔

ترجمہ: میری نعمت کو یاد کر۔ میں نے تیرے لئے اپنے سے اپنی رحمت اور قدرت کا درخت لگایا ہے۔

(تذکرہ صفحہ 428)

پس اس وعدہ کے مطابق وہ ہمیشہ کی طرح ناکام ہوئے۔ گو کہ یہاں تک مخالفت کی شدت میں بڑھے کہ ایک اخبار نے لکھا۔

’ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو تیار ہیں کہ مسلمانوں سے ہوسکے تو مرزا کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے ہوئے تنور میں جھونک دیں۔ اس پر بس نہیں بلکہ آئندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مؤرخ تاریخ ہند یا تاریخ اسلام میں ان کا نام تک نہ لے۔‘

(اخبار وکیل امرتسر 13۔ جون 1908ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 205-206)

لیکن آج تاریخ احمدیت گواہ ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ان کا نام لیوا تو کوئی نہیں لیکن خلافت کی برکت سے احمدیت دنیا میں پھول پھل رہی ہے اور کروڑوں اس کے نام لیوا ہیں۔ اپنی بیہودہ گوئیوں میں یہاں تک بڑھے کہ ایک اخبار ’کرزن گزٹ ‘ نے لکھا۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی پہلی سالانہ کی تقریر میں بیان کیا کہ

" اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 221)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا سبحان اللہ یہی تو کام ہے۔ خدا توفیق دے۔ بدقسمتی سے جماعت کے بعض سرکردہ بھی خلافت کے مقام کو نہ سمجھے۔ سازشیں ہوتی رہیں۔ لیکن خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بڑھتا رہا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق محبوں کی جماعت بڑھتی رہی اور کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

پھر خلافت ثانیہ کا دور آیا تو بعض سرکردہ انجمن کے ممبران کھل کر مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے لیکن وہ تمام سرکردہ علم کے زعم سے بھرے ہوئے، تجربہ کار پڑھے لکھے اس پچیس سالہ جوان کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور اس نے جماعت کی تنظیم، تبلیغ، تربیت، علوم ومعرفت قرآن میں وہ مقام پیدا کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا۔ جماعت پر پریشانی اور مخالفتوں کے بڑے دور آئے لیکن خلافت کی برکت سے جماعت ان میں کامیابی کے ساتھ گزرتی چلی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے باون سالہ دور خلافت کے حالات پڑھیں تو پتہ چلے کہ اس پسرِ جری اللہ نے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

دنیائے احمدیت میں حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد پھر ایک مرتبہ خوف کی حالت طاری ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسے چند گھنٹوں میں امن میں بدل کر قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کا روشن چاند جماعت کو عطا فرمایا۔ حکومتوں کے ٹکرانے

کے باوجود، ظالمانہ قوانین کے اجراء کے بعد تمام مسلمان فرقوں کی منظّم کوشش کے باوجود، یہ قافلہ ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ پیار ومحبت کے نعرے لگاتا ہوا، غریب اقوام کے غریب عوام کی خدمت کرتے ہوئے، انہیں رسول عربی ﷺ کا پیغام پہنچاتے ہوئے آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرتا چلا گیا۔

پھر وہ وقت آیا کہ الٰہی تقدیر کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہو گئے۔ پھر اندرونی اور بیرونی فتنوں نے سر اُٹھایا لیکن خدائی وعدہ کے مطابق جماعت احمدیہ کو خلافت رابعہ کی صورت میں تمکنت دین عطا ہوئی۔ ہر فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔ ظالمانہ قانون کے تحت ہاتھ پاؤں باندھنے والوں اور " احمدیت کے کینسر " کو ختم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا۔ پاکستان میں ظالمانہ قانون کی وجہ سے خلیفۂ وقت کو ہجرت کرنا پڑی لیکن یہ ہجرت جماعت کی ترقی کی نئی منازل دکھانے والی بنی۔ ایک بار پھر غَرَسْتُ لَکَ بِیَدِیْ کا وعدہ ہم نے پورا ہوتے دیکھا۔ تبلیغ کی وہ راہیں کھلیں جو ابھی بہت دور نظر آتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے کئے گئے وعدے کو ' میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ' ۔ خلافت رابعہ کے دور میں MTA کے ذریعہ سے یوں پورا ہوتا دکھایا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اگر ہم اپنے وسائل کو دیکھیں اور پھر اس چینل کے اجراء کو دیکھیں تو ایمان والوں کے منہ سے بے اختیار اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے الفاظ نکلتے ہیں۔ اسی چینل نے آج مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر مخالف احمدیت کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس وہی لوگ جو خلیفۂ وقت کو عضو معطل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے، ان کے گھروں کے اندر MTA نے اس مرد مجاہد کی آواز پہنچا دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام اور خدا تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب قرآن کریم کا آسمانی مائدہ آج ہر گھر میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے پہنچ گیا۔

پھر کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کے قانون کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دنیا نے دیکھا اور MTA کے کیمروں کی آنکھ نے سیٹلائیٹ کے ذریعہ ایک نظارہ ہر گھر پہنچایا۔ وہ نظارہ جو اپنوں اور غیروں کے لئے عجیب نظارہ تھا۔ اپنے اس بات پر خوش کہ خدا تعالیٰ نے خوف کو امن سے بدلا اور غیر اس بات پر حیران کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں یہ کیسی جماعت ہے جسے ہم سو سال سے ختم کرنے کے درپے ہیں اور یہ آگے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ایک مخالف نے برملا اظہار کیا کہ میں تمہیں سچا تو نہیں سمجھتا لیکن اس نظارے کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ لگتی ہے۔

پس یہ الٰہی تقدیر ہے یہ اسی خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹے وعدے نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وہ پیارے جو آپ کے حکم کے ماتحت قدرت ثانیہ سے چمٹے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا پر غالب آنا ہے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آج اس قدرت کو سو سال ہو رہے ہیں اور ہر روز نئی شان سے ہم اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے جماعت کی مختصر تاریخ بیان کر کے بتایا ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو قدرت ثانیہ سے چمٹ کر اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ آج ہم نے عیسائیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہودیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ہندوؤں کو بھی اور ہر مذہب کے ماننے والوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہ خلافت احمدیہ ہے جس کے ساتھ جڑ کر ہم نے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو بھی مسیح و مہدی کے ہاتھ پر جمع کرنا ہے

پس اَے احمدیو! جو دنیا کے کسی بھی خطۂ زمین میں یا ملک میں بستے ہو، اس اصل کو پکڑ لو اور جو کام تمہارے سپرد امام الزمان اور مسیح ومہدی نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر کیا اسے پورا کرو۔ جیسا کہ آپؑ نے 'یہ وعدہ تمہاری نسبت ہے' کے الفاظ فرما کر یہ عظیم ذمہ داری ہمارے سپرد کردی ہے۔ وعدے تبھی پورے ہوتے ہیں جب ان کی شرائط بھی پوری کی جائیں۔

پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے اور آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ اٹھو اور خلافت احمدیہ کی مضبوطی کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو تاکہ مسیح محمدی اپنے آقا ومطاع کے جس پیغام کو لے کر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد ویگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ دنیا کا امن اس مہدی ومسیح کی جماعت سے منسلک ہونے سے وابستہ ہے کیونکہ امن وسلامتی کی حقیقی اسلامی تعلیم کا یہی علمبردار ہے، جس کی کوئی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ آج اس مسیح محمدی کے مشن کو دنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافت احمدیہ سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے اور اسی سے خدا والوں نے دینا میں انقلاب لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطی ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام خاکسار

دستخط

مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

☆☆☆☆☆

کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جس کو خدائے عزّ وجل پر یقیں نہیں　　اُس بد نصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں　　وہ اُس سے مل کے دل کو اُسی سے لگاتے ہیں

وہ اس کے ہوگئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں　　ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں

جس مَے کو پی لیا ہے وہ اُس مے سے مست ہیں　　سب دشمن اُن کے اُن کے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخِ خُوبِ یار سے　　ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں　　یہ اس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

اُن کو خدا نے غیروں سے بخشا ہے امتیاز　　اُن کیلئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں　　جب بدشعار لوگ اُنہیں کچھ ستاتے ہیں

جب اُن کے مارنے کیلئے چال چلتے ہیں　　جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں

تب وہ خُدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے　　غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے　　مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے　　آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب　　وہ اس جنابِ پاک سے ہردم ہوئے قریب

کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دُنیا سے سو گئے!
کچھ ایسا نور دیکھا کہ اُس کے ہی ہوگئے

خطبہ جمعہ

"وہ وقت آتا ہے کہ تیرے ساتھ ایک دنیا ہوگی۔ وہ تیرے سلسلہ کو اور تیری جماعت کو زمین پر پھیلا دے گا"

اللہ تعالیٰ کی صفتِ خبیر کے تعلق میں قرآن مجید، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیش خبریوں کا ایمان افروز تذکرہ جو حیرت انگیز طور پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا آخری فرمودہ خطبہ جمعہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فرمودہ 18 راپریل 2003 مطابق 18 رشہادت 1381 ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

قرآن کریم کی وہ آیات کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ کی صفت الخبیر کا ذکر ہے ان پر آج خطبہ ہوگا۔ سورۃ نساء آیت 95 میں ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

(سورۃ النساء: 95)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کر رہے ہو تو اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو اور جو تم پر سلام بھیجے اس سے یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم دنیاوی زندگی کے اموال چاہتے ہو تو اللہ کے پاس غنیمت کے کثیر سامان ہیں۔ اس سے پہلے تم اسی طرح ہوا کرتے تھے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا۔ پس خوب چھان بین کر لیا کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو بہت باخبر ہے۔

دوسری آیت ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

(سورۃ التوبہ: 16)

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اسی طرح چھوڑ دیے جاؤ گے جبکہ ابھی تک اللہ نے

(آزمائش میں ڈال کر) تم میں سے ایسے لوگوں کو ممتاز نہیں کیا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے علاوہ کسی دوسرے کو گہرا دوست نہیں بنایا۔ اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ط اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO

(سورة هود:112)

اور یقیناً تیرا ربّ ان سب کو ان کے اعمال کا ضرور پورا پورا بدلہ دے گا۔ یقیناً وہ اس سے جو وہ کرتے ہیں ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

پھر سورۃ اسراء میں ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًاO

(سورة الاسراء:97)

تو کہہ دے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے ہمیشہ باخبر (اور ان پر) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اسی کا تمام بندوں پر تسلّط اور تصرّف ہے اور وہی صاحبِ حکمتِ کاملہ اور ہر یک چیز کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ تمام حاجتوں کو اس سے مانگنا چاہئے۔"

(براهین احمدیه هر چهار حصص، روحانی خزائن جلد1 صفحه522 حاشیه در حاشیه نمبر3)

اب میں آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والی ان خبروں کا ذکر کرتا ہوں جن کا قرآن کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَO

(سورہ یٰس: 37)

پاک ہے وہ جس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے اُس میں سے بھی جو زمین اگاتی ہے اور خود اُن کے نفوس میں سے بھی اور اُن چیزوں میں سے بھی جن کا وہ کوئی علم نہیں رکھتے۔

نزولِ قرآن کے دوران عربوں کو تو صرف کھجوروں کے نَر اور مادہ کا علم ہؤا کرتا تھا اور ان کو گمان بھی نہیں آ سکتا تھا کہ دوسرے قسم کے پھلوں اور پودوں کے بھی اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنا رکھے ہیں۔ یہ آیات دعویٰ کرتی ہیں کہ کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ آج کے سائنسدانوں نے اس بات کو بہت گہرائی سے سمجھ لیا ہے۔ کہ ان کی تحقیق کے مطابق نہ صرف ہر زندہ نباتات میں بلکہ مالیکیولز اور ایٹمز میں بھی جوڑے ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ Sub-Atomic ذرّات بھی جوڑے جوڑے ہیں اور مادہ یعنی Matter کے مقابل پر ضدّ مادہ یعنی Anti-matter کا بھی ایک جوڑا ہے گویا اگر ساری کائنات کو سمیٹ دیا جائے تو اس کا مثبت مادہ اس کے منفی مادہ سے مل کر کالعدم ہو جائے گا۔ غرضیکہ جوڑوں کا مضمون ایک لامتناہی مضمون ہے اور توحید کے مضمون کو سمجھنے کے لئے اس مضمون کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔

زمین کی سرحد پھیلنے اور علمِ طبقات الارض کی ترقی کی خبر

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْO وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْO

(الانشقاق:5,4)

اور جب زمین کشادہ کر دی جائے گی۔ اور جو کچھ اس میں ہے نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔

"اس میں زمین کے پھیلا دیئے جانے کا ذکر ہے۔ ویسے تو زمین اس دنیا میں پھیلائی ہوئی دکھائی نہیں دیتی لیکن نزولِ قرآن کے زمانہ میں انسان کے علم میں صرف آدھی دنیا تھی اور آدھی دنیا امریکہ وغیرہ کی دریافت کے ذریعہ معناً پھیلا دی گئی اور یہی وہ دور ہے جس میں سب سے زیادہ زمین اپنے مدفون رازوں کو اٹھا کر باہر پھینک دے گی، گویا خالی ہو جائے گی۔ یہ نیا سائنسی ترقی کا دور امریکہ کی دریافت سے ہی شروع ہوتا ہے"۔ امریکہ کو 1492 میں کرسٹوفر کولمبس نے دریافت کیا تھا۔ آسٹریلیا کی دریافت دو مختلف وقتوں میں ہوئی۔

DIVIDE & RULE کے اصول پر حکومتوں کے قیام کی خبر

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

(سورہ الفلق:6,5)

اورگرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے

یہ ایک بہت ہی عظیم الشان پیشگوئی ہے اور ایسی قوموں کے متعلق ہے جن کے اقتدار کا راز Divide & Rule کے اصول پر ہوتا ہے۔یعنی جن قوموں پر انہوں نے فتح حاصل کرنی ہو، اُن کو آپس میں لڑا کر بے طاقت کر دیتے ہیں اور خود حاکم بن بیٹھتے ہیں۔اہل مغرب خصوصاً اہل انگلستان نے ساری دنیا پر اسی اصول کے تحت حکومت کی ہے۔یہ تمام imperialism کا خلاصہ ہے جس نے دنیا پر قبضہ کرنا تھا۔اس کے باوجود اسلام ضرور ترقی کرے گا ورنہ ایسی حالت میں کہ وہ نیست و نابود ہو جائے اس پر حسد تو پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔حسد کا مضمون بتاتا ہے کہ اسلام نے بہر حال ترقی کرنی ہے جب بھی وہ ترقی کرے گا، دشمن اس سے حسد کرے گا۔

امن کے نام پر جنگوں کی خبریں

وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝

(سورہ الکھف:26)

اور وہ اپنی غار میں تین سو سال کے دوران گنتی کے چند سال رہے اور اس پر انہوں نے مزید نو کا اضافہ کیا۔

غاروں میں جانے والے جو ہیں، ان کو میں نے بھی غاروں میں جا کر دیکھا ہے بڑی حیرت انگیز غاریں ہیں اور ان سے واقعۃً ڈر لگتا ہے کہ کس طرح یہ لوگ جو توحید پرست تھے وہ مشرکین کے ڈر سے زیر زمین چلے گئے اور زیر زمین رہنا اپنے لئے زیادہ پسند کیا بہ نسبت اس کے کہ زمین کی سطح پر رہتے۔ان کو دیکھ کر خوف آتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کس طرح انہوں نے یہ حالت گزاری۔اس کے متعلق یہ بھی آتا ہے کہ آخر پر جب ان کو خدا تعالیٰ نے فتح نصیب کی تو ان کی قوم میں سے وہ جو مشرک نہیں تھے انہوں نے کہا اب ہم ان کے اوپر کیا بنائیں، تو انہوں نے کہا ہم مسجد بناتے ہیں کیونکہ یہ توحید کے قائل تھے۔

اب پہاڑوں جیسے بلند و بالا سمندری جہازوں کے بننے کی خبر

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ۝

(الرحمٰن:25)

اور اسی کی (صنعت) وہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند کی جائیں گی۔

ان کو کشتیاں کہنا تو غلط ہے وہ پہاڑوں کی طرح بلند سمندری جہاز ہیں۔یہ الٰہی خبر بڑے بڑے بحری بیڑوں کے بننے سے پوری ہوئی۔

1807 میں Cler Mont کے کامیاب تجربے (جو دریائے ہڈسن امریکہ میں ہوئے) ان سے دخانی جہاز کا آغاز ہوا اور انیسویں صدی کے وسط میں ابتدائی فولادی جہاز بنے۔دنیا کا ایک عظیم بحری جہاز Titanic جو 14 راپریل 1912 کو لندن سے نیویارک کے لئے روانہ ہوا تھا۔اس پر دو ہزار دو سو چھ افراد سوار تھے، ان کا سامان تعیش بھی ساتھ تھا۔اس پر بڑا دعویٰ تھا ان کا کہ بہت بڑا جہاز ہے اور ان کو خبر نہیں تھی کہ پہلے ہی سفر میں وہ تباہ ہو جائے گا اور اس کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔اس وقت امریکہ عراق پر حملے کرنے کے لئے جو بڑے بڑے بحری جہاز سمندر کے رستے خلیج میں لا رہا ہے یہ اتنے بڑے ہیں کہ ان پر بیک وقت کئی کئی طیارے پرواز کرتے ہیں۔

پھر آثار قدیمہ سے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:۔

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ

اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝

(سورۃ العادیات:10-12)

پس کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اسے نکالا جائے گا جو قبروں میں ہے؟ اور وہ حاصل کیا جائے گا جو سینوں میں ہے۔ یقیناً اُن کا ربّ اُس دن ان سے پوری طرح باخبر ہوگا۔

اب آثارِ قدیمہ کے ذریعے سے قبروں کو کھود کر جو پرانی باتیں دریافت کی جا رہی ہیں یہ بھی حیرت انگیز مضمون ہے اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تو سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ قبروں کو اکھیڑ کر آثارِ قدیمہ کے حالات دریافت کئے جائیں گے۔ چنانچہ اب سب دنیا میں آثار قدیمہ کا دور ہے اور حیرت انگیز طور پر پرانے دبے ہوئے زمانوں کے واقعات معلوم کر لیتے ہیں۔ پھر آگے ہے

وَاِذَالْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۝

(سورۃ الانفطار:6,5)

اور جب قبریں اکھاڑی جائیں گی۔ ہر نفس کو علم ہو جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔

ان دو سورتوں کی مذکورہ آیات میں آخری زمانہ کی ترقیات کی پیشگوئیاں ہیں۔

بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ۝

سے مراد یہ ہے کہ زیر زمین دفن شدہ قوموں کے حالات معلوم کئے جائیں گے۔ اس میں "علم آثار قدیمہ" یعنی Archaeology کی غیر معمولی ترقی کی پیشگوئی ہے جو فی زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے۔ ماہرین آثارِ قدیمہ ہزاروں سال پہلے گزری ہوئی قوموں کے حالات اُن کے آثار کے ذریعہ حیرت انگیز طور پر دریافت کر لیتے ہیں۔

اب میں آنحضرت ﷺ کے بیان فرمودہ ارشادات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور ﷺ کو خبر دینے والا ایک خبیر و علیم تھا۔

سراقہ بن مالک کے بارہ میں آنحضور ﷺ کی ایک خبر

آنحضور ﷺ نے جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کے گرفتار کرنے کے لئے سو اونٹ انعام رکھے۔ اس انعام کی لالچ میں سراقہ بن مالک بن جعشم بھی آنحضور ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ تین روز غارِ ثور میں قیام کے بعد جب آنحضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ایک غیر معروف راستے پر جا رہے تھے تو سراقہ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لیا اور انعام کے لالچ میں سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے ان کا پیچھا کیا۔ جب قریب پہنچا تو سراقہ کے گھوڑے کی دونوں اگلی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور وہ پیٹ کے بل زمین میں دھنس گیا۔ اس پر اس نے فال لی جو اس کے حق میں نہ تھی چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے امان طلب کی۔ آنحضرت ﷺ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر اسے امان لکھ کر دی۔ جب سراقہ واپس لوٹنے لگا تو آنحضرت ﷺ نے اسے فرمایا: سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ اب اس میں ایک پہلو روایت کا مشکوک ہے وہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے چمڑے کے ٹکڑے پر اسے امان لکھ کر دی۔ آنحضور ﷺ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو اس سے شائد راوی کی یہ مراد ہو کہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ امان لکھ کر دی۔ بہر حال اس پر سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کسریٰ بن ہرمز شہنشاہ ایران؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی کہاں کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن! مگر خدا کی قدرت کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کسریٰ کے کنگن بھی غنیمت کے مال کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا اور اپنے سامنے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے، پہنائے۔ تو اس طرح آنحضرت ﷺ نے سراقہ کو جو خوشخبری سنائی تھی وہ بڑی شان سے پوری ہوئی۔

(ملخص از اسد الغابہ سراقہ بن مالک۔ ملخص از سیرت ابن ہشامؒ)

علامہ ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہرمز کسریٰ ایران کے زیورات اور کنگن جب سراقہ بن مالک کو دیئے اور انہوں نے وہ

کنگن اور کسریٰ کا لباس پہنا تو حضرت عمرؓ نے اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔
ایک روایت میں آتا ہے کہ محمد روایت کرتے ہیں کہ ہم ابو ہریرہؓ کے پاس تھے اس کے جسم پر کتان کے دو کپڑے تھے انہوں نے کتان کے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا اور فرمایا:

"بَخٍ بَخٍ اَبُوْ هُرَيْرَة"

واہ واہ ابو ہریرہ! تیری بھی کیا شان ہے کہ تو کتان کے کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے۔

یہ کتان کے کپڑے ایران کے شہنشاہ کسریٰ کے تھے اور ایران کی فتح پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھجوائے تھے۔ کسریٰ نے اس کو زینت کے طور پر رومال کی طرح اپنی جیب میں ٹانکا ہوتا تھا اور اس سے ناک صاف کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی شان دیکھیں وہ ناک اس سے صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "بَخٍ بَخٍ اَبُوْ هُرَيْرَة"۔

(بخاری کتاب الاعتصام، باب ماذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اهل العلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں تو ایسا غریب اور بے کس تھا کہ غربت کی وجہ سے فاقے پڑ جایا کرتے تھے اور ان فاقوں کی وجہ سے میں بیہوش ہو جایا کرتا تھا اور لوگ سمجھا کرتے تھے کہ اس کو مرگی کا دورہ پڑا ہے اور میری گردن پر پاؤں بھی رکھ دیتے تھے۔ اس وقت صرف آنحضرت ﷺ کو میرے حال کا علم ہوا تھا۔ میں نے ہر آنے والے سے یہ سوال بھی کیا کہ بتاؤ کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ...

(الحشر:10)

کہ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان پر غربت، تنگی ہو۔

اس پر وہ تفسیر بیان کر کے آگے چل پڑتے تھے گویا مجھے پتہ نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس طرح تفسیر بیان کرتے تھے کہ جیسے مجھے علم نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سن لی آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا اَے ابو ہریرہ بہت بھوکے لگتے ہو!! ابو ہریرہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ سچ فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا پھر دیکھو اور بھی بہت سے بھوکے ہوں گے ان کا پتہ کرو۔ ابو ہریرہؓ بڑے حیران ہوئے کہ میرے ایک کے پیٹ بھرنے کے لئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ آیا ہے اب اتنے بھوکوں کے لئے یہ کیسے کافی ہوگا مگر آنحضورؐ کا ارشاد تھا آپ نے کھلے بندوں اعلان کیا اور کوئی بھوکا ہو تو آجائے، بہت سے بھوکے اکٹھے ہو گئے۔ گویا اصحاب کہف کا زمانہ تھا غربت کے مارے برا حال تھا لوگوں کا تو بھوکے جب اکٹھے ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو اس طرح بٹھایا کہ اپنے دائیں طرف دوسرے بھوکوں کو بٹھایا اور آخر پر حضرت ابو ہریرہؓ کو۔ دودھ کا ایک پیالہ تھا آپؐ نے پہلے دائیں طرف سے شروع کیا اور کہا دودھ پیو۔ پینے والے نے خوب پیا، آپؐ نے کہا اور پیو، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں تو مارا گیا۔ اس نے اور پیا تو کچھ بھی نہیں بچے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پیو۔ وہ پیتا رہا یہانتک کہ اس نے کہا اب تو مجھے ڈر ہے کہ میرے ناخنوں سے دودھ پھوٹ پڑے گا۔ اس کے بعد وہ پیالہ گھومتا گھومتا بالآخر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ اس وقت پتہ چلا کہ رسول اللہ سب سے زیادہ بھوکے تھے۔ ابو ہریرہؓ کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جب ابو ہریرہؓ سے کہا کہ پیو تو اس نے کہا یا رسول اللہ! اب تو بالکل گنجائش نہیں رہی۔ تب حضورؐ نے وہ پیالہ اپنے ہونٹوں سے لگایا اور وہ پیالہ خالی ہو گیا۔
رؤسائے قریش کے قتل ہونے کی جگہیں آنحضرت ﷺ نے کشفاً دیکھ لی تھیں۔ یہانتک کہ آپ ان سب کے متعلق یہ بتاتے تھے کہ فلاں فلاں ظالم اور غاصب فلاں جگہ قتل ہو کے گرے گا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ زمین پر نشان بھی لگا دیئے تھے۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جس جس جگہ نشان بنائے تھے وہیں وہ گر گر کے مارے گئے۔

(صحیح بخاری۔ سیرت ابن هشام۔ طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے تو کچھ لوگ پیچھے رہ گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا کہ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر اس میں کوئی بھلائی ہوگی تو خدا تم کو اس سے ملا دے

گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نجات دے دے گا۔ یہاں تک کہا گیا تھا کہ ابو ذر پیچھے رہ گئے ہیں کیونکہ ان کا اونٹ سست تھا۔ آپ نے فرمایا کہ چھوڑ و اگر اس میں بھلائی ہوگی تو خدا تم کو اس سے ملا دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نجات دے دے گا۔

حضرت ابو ذرؓ اپنے اونٹ کو اس کی سست رفتاری کی وجہ سے ملامت کرتے رہے اور جب دیکھا کہ نہیں مانتا تو اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لادا اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑے۔ ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا اور مڑ کر دیکھا تو ابو ذر چلے آرہے تھے۔ آپؐ نے بڑی خوشی سے فرمایا کہ ابو ذر آئے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ ابو ذر پر رحم کرے اکیلا چلتا ہے، اکیلا ہی فوت ہوگا اور اکیلا ہی اُٹھایا جائے گا۔ پھر زمانے نے پلٹا کھایا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ نامی جگہ پر جا کر رہنے لگے اور بالآخر وہیں وفات ہوئی۔

آپ کی وفات کا علم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ہوا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ ابو ذرؓ اکیلا چلتا ہے اور اکیلا ہی فوت ہوگا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور اپنے فاقے کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور راہزنی کی شکایت کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عدی! کیا تم نے حیرہ نامی شہر دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! دیکھا نہیں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور خدا کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرے گی۔ (حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ اگر یہ بات ہونی ہے تو پھر طیی قبیلہ کے بدکار لوگ کہاں جائیں گے جن کا کام ہی ملک میں آگ لگانا ہے۔) اور اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے کھولے جائیں گے۔ میں نے عرض کی کہ کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ پھر فرمایا: اور اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی دینے کے لئے نکلے گا اور اسے قبول کرنے والا نہ پائے گا۔۔۔ عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے مسافر عورت کو حیرہ سے اکیلے سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے اور خدا کے سوا اسے کسی کا خوف نہ تھا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے کھولے۔ پھر بالمقابل شخص کو مخاطب کر کے کہا اور اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے جو ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا چاندی دینے کے لئے نکلے گا اور اسے قبول کرنے والا نہ پائے گا۔

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ)

صحابہ رضوان اللہ علیہم پر ایک بہت ہی آسانی کا زمانہ بھی آیا جبکہ بیشمار دولت تھی اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ جب کسی کو بھی دینا چاہتے تھے تو وہ قبول نہیں کیا کرتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں بعض دفعہ ایک صحابیؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ نکلے کہ چھپ کے میں دوں گا تو جس کو وہ بھیک دی وہ امیر تھا۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا، اسی طرح بار بار آپؓ کوشش کرتے رہے مگر کسی نے وہ بھیک قبول نہ کی۔ تو آنحضرت ﷺ کی تمام پیشگوئیاں بڑی شان سے پوری ہوئیں۔

ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو اُحد پہاڑ پہ لرزا طاری ہوا، زلزلہ سا آیا۔ آنحضورؐ نے اپنا پاؤں اس پہ مارا اور فرمایا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشرة المبشرين بالجنة)

اب اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ شہید نہیں ہوں گے اور اس کے علاوہ دو اور خلفاء جو ساتھ تھے جنہوں نے خلفاء بننا تھا وہ شہید ہوں گے۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت علیؓ کی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اس داڑھی کو خون سے رنگا جائے گا۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم ایک معاند عیسائی تھا جو اسلام اور آنحضرت ﷺ کے خلاف انتہائی زبان درازی کیا کرتا تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اور اسلام اور عیسائیت کی صداقت کے بارہ میں پندرہ دن مباحثہ کیا۔ حضورؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق

عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ' پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

آتھم اتنا خوفزدہ ہو گیا کہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں دوڑے پھرتا تھا اور اس کو بہت خوفناک آدمی نظر آتے تھے جو خنجر لے کر اس پر حملہ آور ہوتے تھے اور ڈر کے مارے وہ توبہ کیا کرتا تھا کانوں کو ہاتھ لگاتا تھا کہ میں نے تو محمدؐ رسول اللہ کو کبھی گالی نہیں دی۔ لیکن آخر وہ وقت گزر گیا اور وہ پھر شیر ہو گیا اس نے پھر اعلان کر دیا کہ میں نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ خوف کے اثر سے کہا تھا اب میں ایسا نہیں کرتا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ قسم کھا کر اعلان کرے کہ میں خوفزدہ تھا اس لئے مجھ سے یہ باتیں ہوئیں میں ابھی بھی آنحضرت ﷺ کی تضحیک کرتا ہوں۔ اگر اس نے اب یہ قسم نہ کھائی تو وہ ہاویہ میں گرایا جائے گا اور کوئی طاقت بھی اس کو اب روک نہیں سکتی مرنے سے۔ ذلت کی موت وہ مارا جائے گا چنانچہ وہ اسی طرح ذلت کی موت مارا گیا اور فیروز پور میں اس کی لاش دفن ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''کیا وہ خون کا مقدمہ جو میرے قتل کرنے کے لئے مارٹن کلارک کی طرف سے عدالت کپتان ڈگلس میں پیش ہوا تھا۔ وہ اس مقدمہ سے کچھ خفیف تھا جو محض اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیوں کی طرف سے عدالت پیلاطوس میں دائر کیا گیا تھا۔ مگر چونکہ خدا زمین کا بھی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا اس لئے اس نے اس مقدمہ کی پہلے سے مجھے خبر دے دی کہ یہ ابتلاء آنے والا ہے اور پھر خبر دے دی کہ میں تم کو بَری کروں گا اور وہ خبر صدہا انسانوں کو قبل از وقت سنائی گئی اور آخر مجھے بَری کیا گیا۔ پس یہ خدا کی بادشاہت تھی جس نے اس مقدمہ سے مجھے بچا لیا جو مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے اتفاق سے مجھ پر کھڑا کیا گیا تھا۔''

(کشتی نوح صفحہ 35،34)

اس پر جج نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ان لوگوں پر اب مقدمہ کر دیں جنہوں نے آپ پر جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔

اب طاعون کی وباء کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ پنجاب کے علاقے میں سیاہ رنگ کے بدشکل خوفناک چھوٹے قد کے پودے لگا رہے ہیں۔ حضورؑ کے دریافت کرنے پر فرشتوں نے کہا کہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ چنانچہ پنجاب میں طاعون اتنی شدت سے حملہ آور ہوئی کہ ایک ایک ہفتے میں تیس تیس ہزار آدمی اور ایک ایک سال میں کئی لاکھ آدمی مر گئے۔ اور یہ سالہا سال تک وباء جاری رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر بھی دی گئی کہ

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

میں تیرے گھر کی مادی اور روحانی چاردیواری میں موجود تمام لوگوں کی حفاظت کروں گا۔ حضور نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اپنی جماعت کو طاعون کا ٹیکہ لگانے سے بھی منع فرمایا تھا تاکہ یہ نشان مشتبہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضورؑ نے بڑی تحدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس نشان کو تمام دنیا میں شائع فرمایا۔ اور ایک موقع پر فرمایا کہ اگر میرے گھر میں ایک چوہا بھی طاعون سے مرے گا تو میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان اس شان سے پورا ہوا ہے کہ تمام پنجاب میں ایک بھی مخالف مولوی اس وقت ایسا نہیں تھا جو یہ کہتا ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن تو بچ گئے اور ساتھی مارے گئے یا مرید مارے گئے۔ یہاں تک حالت ہو گئی تھی کہ ان کے مُردوں کو دفنانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا تھا۔ ایک گاؤں کے اکثر لوگ مر گئے طاعون سے اور سوائے احمدیوں کے کوئی نہ بچا۔ چنانچہ احمدیوں کو یہ توفیق ملتی تھی کہ وہ جا کے ان غیر احمدیوں کے مردے بھی دفن کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ طاعون کے زمانے میں اس کثرت سے ڈاک آتی تھی بیعت کی کہ ڈاکیا تھک جایا کرتا تھا اور کئی کئی پھیرے لگانے پڑتے تھے۔ میں نے حساب لگایا

ہے۔ لاکھوں احمدی جو ہوئے ہیں پنجاب میں وہ طاعون کے زمانے میں ہی ہوئے ہیں۔ اور دشمن اب جو مرضی کہے۔ اس زمانے میں اس کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہہ سکے کہ دیکھ لو طاعون نے تمہارے مریدوں کا بھی وہی حال کیا ہے جو منکرین کا کیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق روایت آتی ہے کہ وہ بیمار ہو گئے اور خطرہ ہوا کہ ان کو طاعون ہو گیا ہے بلکہ طاعون کی گلٹی بھی ظاہر ہو گئی۔ اور ایسی گلٹی ظاہر ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب جان جانے والی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جو ایک حاذق طبیب تھے آپ نے ہر دوا کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور بخار تھا کہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کہلا کے بھجوایا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں آخری وقت ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی پرواہ نہیں کی کہ اگر طاعون ہے تو کہیں مجھے نہ ہو جائے آپ سیدھا ان کے پاس گئے اور جا کر ماتھے پر ہاتھ لگا کے فرمایا کیسا بخار؟ کوئی بھی نہیں۔ مجھے تو کوئی بخار دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اُٹھ کر جا کے دیکھا تو ایک دم سب غائب ہو چکا تھا اور گلٹیاں بھی دب گئی تھیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب خدا تعالیٰ سے پانے کا ایک اور واقعہ:۔

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ ہرسیاں والے حافظ حامد علی صاحبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک دفعہ مجھے حضرت اقدسؑ نے ایک کام کے لئے ایک غیر ملک بھیجا۔ ایک مقررہ جہاز پر روانہ ہوا۔ جب جہاز نصف سفر طے کر چکا تو سمندر میں سخت طوفان اٹھا یہاں تک کہ لوگ چلّانے لگے اور کپتان نے اعلان کر دیا کہ اب یہ جہاز غرق ہونے والا ہے اس لئے اپنی آخری دعائیں کر لو۔ کہتے ہیں:۔ میں نے بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ میں پنجاب سے آیا ہوں اور میں ایسے شخص کے کام کو جا رہا ہوں جسے خدا نے اس زمانہ کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے جب تک میں اس جہاز میں سوار ہوں۔ خدا تعالیٰ اس جہاز کو غرق نہیں کرے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس حالت کو بدل دیا۔ اور جہاز طوفانی حالت سے نکل کر خیریت سے کنارے جا لگا اور میں اپنی جگہ پر اُتر گیا۔ اب یہ دلچسپ روایت ابھی باقی ہے۔ اب اتار کے ان کو جہاز آگے روانہ ہو گیا لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ غرق ہو گیا۔ جب یہ اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملی کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ فلاں تاریخ کو غرق ہو گیا ہے۔ حضور نے فرمایا: ہاں سنا تو ہے کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ فلاں تاریخ کو غرق ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر حضورؑ خاموش ہو گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد فرمایا مگر حامد علی اپنا کام کر رہا ہے وہ غرق نہیں ہوا۔ بعد کے واقعات نے حضورؑ کے اس ارشاد کی تائید کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ نے کشفی طور پر سارا واقعہ دیکھ لیا تھا۔

(الحکم جلد38 نمبر2 بتاریخ21/ جنوری1938 صفحہ5)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

ایک دفعہ نواب علی محمد خان مرحوم رئیس لدھیانہ نے میری طرف خط لکھا کہ میرے بعض امورِ معاش بند ہو گئے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ تا وہ کھل جائیں۔ جب میں نے دعا کی تو مجھے الہام ہوا کہ کھل جائیں گے۔ میں نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دے دی۔ پھر صرف دو چار دن کے بعد وہ وجوہِ معاش کھل گئے اور ان کو بشدّت اعتقاد ہو گیا۔

پھر ایک دفعہ انہوں نے بعض اپنے پوشیدہ مطالب کے متعلق میری طرف ایک خط روانہ کیا۔ اور جس گھڑی انہوں نے خط ڈاک میں ڈالا اسی گھڑی مجھے الہام ہوا کہ اس مضمون کا خط ان کی طرف سے آنے والا ہے۔ تب میں نے بلا توقف ان کی طرف یہ خط لکھا کہ اس مضمون کا خط آپ روانہ کریں گے۔ دوسرے دن وہ خط آ گیا اور جب میرا خط ان کو ملا تو وہ دریائے حیرت میں ڈوب گئے کہ یہ غیب کی خبر کس طرح مل گئی۔ کیونکہ میرے اس راز کی خبر کسی کو نہ تھی‘‘

(حقیقۃالوحی۔ روحانی خزائن جلد22 صفحہ258,257)

اب (خط) ان کی طرف سے تو ڈاک میں جا چکا تھا۔ ان کو تو پتہ نہیں تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، اللہ تعالیٰ جو سب حالات کو جانتا ہے

اس نے خبر کر دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً لکھا کہ آپ کے یہ پوشیدہ مطالب تھے اور مجھے میرے خدائے خبیر نے بتا دیئے ہیں۔ اس لئے آپ کی راز کی کوئی بات نہیں رہی۔ اس کے بعد ان کا اعتقاد اتنا بڑھا کہ اسی محبت کی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''براہین احمدیہ کے زمانے میں جب براہین احمدیہ چھپ رہی تھی۔ میں صرف اکیلا تھا۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی ایک بھی تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ خدائے تعالیٰ نے پچاس سے زیادہ پیشگوئیوں میں مجھے خبر دی تھی کہ اگرچہ تو اس وقت اکیلا ہے مگر وہ وقت آتا ہے کہ تیرے ساتھ ایک دنیا ہوگی۔ اور پھر وہ وقت آتا ہے جو تیرا اس قدر عروج ہوگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے کیونکہ تو برکت دیا جائے گا۔ خدا پاک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ تیرے سلسلہ کو اور تیری جماعت کو زمین پر پھیلائے گا اور انہیں برکت دے گا اور بڑھائے گا اور ان کی عزت زمین پر قائم کرے گا جب تک کہ وہ اس کے عہد پر قائم ہوں گے۔''

(تحفة الندوہ۔ روحانی خزائن جلد19 صفحہ97)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشفاً وہ بادشاہ دکھائے بھی گئے اور جب میں نے دورہ کیا تھا افریقہ کا تو میں نے بھی افریقہ میں گھوڑوں پہ سوار ان بادشاہوں کو دیکھا مگر کہاں وہ بیچارے افریقہ کے بادشاہ اور کہاں وہ بادشاہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائے گئے تھے جن کی شان سب دنیا میں پھیلی ہوئی تھی اور ساری دنیا پر ان کی سلطنت تھی۔

اے خداوند من گناہم بخش
سوئے درگاہ خویش راہم بخش
دلستانی و دلربائی کن
بہ نگاہے گرہ کشائی کن

اے میرے اللہ میرے گناہ بخش اپنی درگاہ کی طرف میری راہنمائی فرما
میرے ساتھ محبت اور پیار کا سلوک فرما اور اپنی نگاہ کرم کے ساتھ سب عقدے کھول دے

وقت کی آواز

عطاء المجیب راشد

حمدِ ربّ العالمیں کرتے چلو
گیت اُس کے شکر کے گاتے چلو
مل گیا ہے تم کو وہ جانِ جہاں
جان و دل اس پر فدا کرتے چلو
دوسری قدرت کا ہے زندہ نشاں
دیدہ و دل فرشِ رہ کرتے چلو
حق نے بخشا ہے امیر المومنیں
اُس کے قدموں پر قدم رکھتے چلو
خوف کیا جب ساتھ ہے اُس کے خدا
ڈھال کے پیچھے رہو ، بڑھتے چلو
وقت کی آواز ہے اس کو ملی
مردِ فارس کی صدا سنتے چلو
ہر نصیحت اُس کی ہے درسِ حیات
بس سنو لبّیک تم کہتے چلو
ہر جمعے ملتا ہے تم کو جامِ نو
خود پیو ، اوروں کو بھی دیتے چلو
ہاتھ میں لے کر علَم توحید کا
ہر طرف نکلو ، صدا دیتے چلو
مثلِ مقناطیس ہے اُس کا وجود
دوڑ کر اُس کی طرف آتے چلو
ہر گھڑی دیتا ہے جو تم کو دعا
رات دن تم بھی دعا دیتے چلو

وہ ایک شخص نہیں پورا اِک زمانہ تھا

خلافت رابعہ کا 21 سالہ دور

حقائق اور اعداد و شمار کے آئینہ میں جماعتی زندگی کے ہر شعبہ میں بیش بہا ترقیات اور انقلابات پر ایک طائرانہ نظر

عبدالسمیع خان۔ ایڈیٹر روزنامہ الفضل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دور خلافت آپ کی طبیعت اور ذوق کے مطابق بے پناہ تنوع اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے آپ کا علمی اور روحانی مقام بے حد بلند و بالا تھا تو دوسری طرف عام دنیاوی معاملات میں آپ کا ذوق بے حد نفیس اور پرکشش تھا۔

آپ کے دور خلافت پر نظر دوڑائیں تو ایک پہلو سے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ ماموریت کی تاریخ دہرائی جاتی نظر آتی ہے۔ دوسرے رخ سے دیکھیں تو آپ مسیح ابن مریمؑ کی یادوں کو زندہ کرتے دکھائی دیتے ہیں تیسری طرف سے آپ کا دور اسماعیلی دور کا عکس ہے اور چوتھے زاویہ سے آپ مثیل مصلح موعود بن کر رشد و ہدایت کے آسمان پر چمک رہے ہیں۔

یوں لگتا ہے کہ آپ کے 21 سالہ دور میں جماعت احمدیہ نے کئی زمانوں کا سفر طے کر لیا ہے۔ جماعت اونٹوں اور بیل گاڑیوں کے زمانہ سے گزر کر کاروں تیز رفتار ٹرینوں بلکہ ہوائی جہازوں کے دور میں داخل ہوئی۔ نئی نئی زمینیں فتح ہوئیں۔ روحانیت کے لحاظ سے بنجر اور بے آب و گیاہ علاقوں تک اللہ اور اس کے رسول کا نام پہنچایا گیا۔ عالمی مواصلاتی رابطوں سے جماعت درحقیقت عالمگیر اور پھر امت واحدہ بنی۔ کثرت میں وحدت کے نظارے ہم نے اسی دور میں دیکھے۔ کون سا سوال ہے جس کا حضور نے جواب نہیں دیا اور کون سا مسئلہ ہے جس پر آپ نے خطابات میں روشنی نہیں ڈالی۔

جماعت کا ہر طبقہ اور ہر شعبہ جوان اور تر و تازہ ہو گیا۔ ہر نظام اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ دنیا کے دانشور آپ کی عظمت شان اور آفاقیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

آپ کے دور خلافت کے چند نمایاں کارناموں اور واقعات کا تذکرہ زمانی ترتیب سے پیش خدمت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ تمام تحریکات اور منصوبوں کی ارتقائی منازل اور حضور کی وفات تک ان کی آخری شکل بھی بیان کر دی جائے۔

آغاز خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مبارک دور خلافت کا آغاز 10 جون 1982ء کو ہوا۔ بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں مجلس انتخاب خلافت کے اجلاس میں خدائی منشاء کے مطابق آپ کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا۔ بیعت عام میں 25 ہزار احمدی شریک ہوئے۔ 11 جون کو آپ نے پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ محض رسمی قراردادیں پاس نہ کریں بلکہ نیکی اور تقویٰ کے چراغ روشن کرنے کا عہد کریں۔

13 جون کو حضور کا احباب جماعت کے نام پہلا پیغام الفضل میں

شائع ہوا جو اہل فلسطین کے لئے دعا کی تحریک پر مشتمل تھا۔

23 جون کو آپ نے رمضان المبارک کے آغاز پر مسجد مبارک ربوہ میں سورۃ فاتحہ کے درس سے قرآن کریم کے درس کا آغاز فرمایا اور رمضان کے اختتام پر 21 جولائی کو آخری تین سورتوں کا درس ارشاد فرمایا اور دعا کروائی۔ اسی طرح آپؒ نے 17 تا 21 جولائی حدیث کا بھی درس دیا۔

عالمی سفر

مسیح کے لفظ میں جو سیاحت کا مفہوم ہے وہ آپ کی ذات میں غیر معمولی طور پر منعکس ہے۔ منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے جولائی تا اکتوبر 82ء یورپ کا سفر اختیار فرمایا۔ 1983ء میں آپ مشرق بعید کے ممالک میں تشریف لے گئے۔ 1984ء میں آپ ہجرت کے بعد لندن میں قیام پذیر ہوئے اور کثرت سے یورپ کے علاوہ امریکہ اور افریقہ کے دورے بھی فرمائے۔ اس لحاظ سے آپ اب تک سب سے زیادہ بیرونی ممالک کے سفر کرنے والے خلیفۃ المسیح ہیں۔ وہ ممالک بھی ہیں جہاں آپ کو خلفاء میں سے پہلی دفعہ جانے کا موقع ملا۔ ان میں براعظم آسٹریلیا مشرق بعید کے چار ممالک نیز انڈونیشیا، جاپان، فجی، مشرقی افریقہ، نارتھ کیپ اور وسطی وجنوبی امریکہ کے علاقے شامل ہیں ان کا تذکرہ اپنے مقامات پر ہوگا۔

مجلس شوریٰ کا نظام

حضور نے اپنے دور خلافت کے آغاز میں ہی یہ تحریک فرمائی کہ مرکزی مجلس شوریٰ کے علاوہ ہر ملک میں مجلس شوریٰ کا نظام قائم کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے پہلے سفر یورپ کے دوران 6 اگست 1982ء کو ناروے کی پہلی مجلس شوریٰ کی صدارت کی۔ اب دنیا کے قریباً تمام ممالک میں یہ نظام مستحکم ہو چکا ہے۔

حضور نے یہ بھی تحریک فرمائی کہ شوریٰ کے نظام سے متعلق قرآن و حدیث اور سلسلہ احمدیہ کی روایات اور ہدایات کی روشنی میں جامع کتاب مرتب کی جائے۔ اس کی تیاری جاری ہے۔

مسجد بشارت سپین کا افتتاح

حضور نے پہلے سفر یورپ کے دوران 10 ستمبر 1982ء کو مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا جو سپین میں سات سو سال کے بعد تعمیر ہونے والی پہلی مسجد ہے۔ اس تقریب میں 40 ملکوں کے دو ہزار سے زیادہ احباب شریک ہوئے۔ یہ دن دنیا بھر کی احمدی جماعتوں نے عید کی طرح منایا۔ اس کے بعد سپین میں دعوت حق کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

31 اکتوبر 1983ء کو جماعت سپین کا پہلا جلسہ سالانہ ہوا جس میں 475 غیر از جماعت سمیت 510 افراد نے شرکت کی۔

4 اگست 1988ء کو حضور نے اہل سپین کو پیغام حق پہنچانے کی خاطر یہ سکیم پیش فرمائی کہ سپینش سیاحوں کی میزبانی کے لئے دنیا بھر کے احمدی اپنی خدمات پیش کریں۔

مالی قربانی کا نظام

حضور نے شرح کے مطابق چندہ کی ادائیگی کی خصوصی تحریک 10 ستمبر 1982ء کو مسجد بشارت سپین کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائی۔ اس کے نتیجہ میں جماعت کے مالی نظام میں بے پناہ برکت نصیب ہوئی اور صدر انجمن احمدیہ سمیت تمام مالی تحریکات چھلکنے لگ پڑیں۔ ان سب کی تفصیل بھی اپنے مقام پر آئے گی۔

اس کے طفیل نہ صرف خدمت دین کے لئے وافر رقم میسر آ گئی بلکہ کارکنان سلسلہ کی تعداد بھی بڑھی۔ اور ان کی مالی حالت بہتر کرنے کے متعدد منصوبے بھی بنائے گئے۔ اور سابق جاری سکیموں کے علاوہ نئی سکیمیں متعارف کروائی گئیں۔ ان میں خصوصیت سے صحت اور تعلیم کے شعبے قابل ذکر ہیں۔

بیوت الحمد سکیم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے شکرانہ کے طور پر غرباء کے لئے مکانات تعمیر کرنے کی تحریک کرتے ہوئے

29 اکتوبر 1982ء کو بیوت الحمد سکیم کا اعلان فرمایا۔ یہ خلافت رابعہ کی سب سے پہلی مالی تحریک تھی۔ حضور نے کم قیمت مکانوں کا نقشہ تیار کرنے کے لئے احمدی انجینئرز میں مقابلہ کا اعلان بھی کیا۔ نومبر 1983ء میں حضور نے اس سکیم کے لئے ایک کروڑ روپے کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا خدا توفیق دے تو ہم غرباء کے لئے ایک کروڑ مکانات بنائیں گے۔ 11 نومبر 1987ء کو بیوت الحمد کالونی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سردست اس سکیم کے تحت قریباً 100 مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ اور ایک خوبصورت کالونی آباد ہوگئی ہے جہاں بے خانماں افراد باعزت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں لوگوں کو جزوی امداد دی جا چکی ہے۔ قادیان میں بھی بیوت الحمد کالونی تعمیر ہو چکی ہے۔

تحریک جدید کی وسعت

5 نومبر 1982ء کو تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے حضور نے دفتر اول اور دفتر دوم کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی تحریک فرمائی۔ اس کے نتیجہ میں 2192 مرحومین کے کھاتے زندہ کئے گئے اور ان کے ورثاء ان کی طرف سے چندہ دے رہے ہیں۔

تحریک جدید کے دفتر سوم کی ذمہ داری حضور نے لجنہ اماء اللہ کے سپرد کی۔

26 اکتوبر 1984ء کو حضور نے اعلان فرمایا کہ تحریک جدید کے 50 سال پورے ہونے پر اس کے وعدے ایک کروڑ سے زائد ہو چکے ہیں۔

25 اکتوبر 1985ء کو حضور نے تحریک جدید کے دفتر چہارم کا اعلان فرمایا۔

تحریک جدید میں حضور نے کئی نئی وکالتیں قائم فرمائیں۔ اور اسکے مرکزی دفاتر میں بھی نئی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ حضور نے لندن ہجرت کے بعد لندن میں تحریک جدید کی ایڈیشنل وکالتیں قائم فرمائیں۔

سال 2002ء میں تحریک جدید میں 126 ممالک کے تین لاکھ چون ہزار سے زائد احمدی شامل ہو چکے ہیں اور وصولی 24 لاکھ 52 ہزار پونڈ ہوئی۔

علمی جہاد

2 دسمبر 1982ء کو حضور نے مستشرقین کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے علمی خدمات پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ بیسیوں احباب نے اس قلمی جہاد میں حصہ لیا۔

لندن تشریف لے جانے کے بعد حضور نے نوجوانوں اور خواتین کی متعدد ریسرچ ٹیموں کی تشکیل کی اور اپنی رہنمائی میں ان سے بیسیوں موضوعات پر کام کروایا جن میں بائبل کی تفسیر، کشتی نوح، فرعون موسیٰ، حضرت یحیٰؑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

امریکہ میں مشن ہاؤسز اور مساجد

دسمبر 1982ء میں حضور نے جماعت امریکہ کو 5 مساجد اور 5 مشن ہاؤسز بنانے کی تحریک کی اور اس مقصد کے لئے 25 لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کیا۔ جون 1983ء میں حضور نے جماعت امریکہ کے نام پیغام میں مالی قربانی میں اضافہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر چندہ دہندہ کم از کم 3,800 ڈالر کا وعدہ کرے۔ جماعت امریکہ نے اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا چنانچہ 13 مارچ 1983ء کو توسان امریکہ میں پہلی مسجد یوسف کا افتتاح ہوا۔

مئی 1984ء میں نیویارک، لاس اینجلس، شکاگو، ڈیٹرائیٹ، واشنگٹن اور نیو جرسی میں مراکز کے لئے عمارات خرید لی گئیں۔ دسمبر 1984ء میں ڈوئی کے شہر زائن میں مرکز قائم ہوا۔

اکتوبر 1985ء میں پورٹ لینڈ اور توسان اور 1986ء میں منٹگمری کاؤنٹی میں زمینیں حاصل کی گئیں۔

اکتوبر، نومبر 1987ء میں حضور نے دورہ امریکہ کے دوران تین مساجد کا افتتاح اور پانچ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جن میں واشنگٹن اور لاس اینجلس کی مساجد کا سنگ بنیاد بھی تھا۔

14 اکتوبر 1994ء کو حضور نے امریکہ میں مسجد بیت الرحمان اور 23 اکتوبر کو بیت صادق کا افتتاح فرمایا۔ 1994ء میں ہی شکاگو میں ایک عمارت 85 ہزار ڈالر کی مالیت سے خریدی گئی۔ اب تک امریکہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی کل تعداد 40 سے زائد ہو چکی ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان

حضور کے دور خلافت کا پہلا جلسہ سالانہ قادیان 18 تا 20 دسمبر 1982ء منعقد ہوا۔ جس کی حاضری 3720 تھی۔ حضور جب صد سالہ جلسہ قادیان کے لئے تشریف لے گئے تو حاضری 25 ہزار تھی۔ اور 2002ء کے آخر پر حضور کے دور کے آخری جلسہ قادیان کی حاضری 50 ہزار تک پہنچ گئی۔

جلسہ سالانہ ربوہ

26 تا 28 دسمبر 1982ء کو خلافت رابعہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ یہ 90 واں جلسہ سالانہ تھا۔ جس میں 2 لاکھ 20 ہزار افراد شامل ہوئے۔ 27 ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ حضور نے آخری دن ''عدل'' کے موضوع پر خطاب کا سلسلہ شروع کیا جو اگلے سال اور پھر ہجرت کے بعد لندن میں بھی جاری رہا۔ اس کے منتخب حصوں کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

خواتین سے خطاب میں حضور نے پردہ کے قیام کی زبردست تحریک فرمائی جس پر خواتین نے غیر معمولی طور پر لبیک کہا۔

حضور نے ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کم از کم دس ہزار کرنے کی تحریک بھی فرمائی۔ دسمبر 1983ء میں اسے ربوہ، لنڈن اور انڈونیشیا سے 11 ہزار کی تعداد میں شائع کر دیا گیا۔

تحریک دعوت الی اللہ

خلافت رابعہ کے نمایاں ترین عناوین میں سے ایک تحریک دعوت الی اللہ ہے۔ آپ آغاز سے ہی اس کی طرف توجہ دلا رہے تھے مگر 28 جنوری 1983ء کو حضور نے خطبہ جمعہ کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی منظم تحریک کا آغاز فرمایا اور پھر اس موضوع پر خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں ہر پہلو سے داعیان الی اللہ کی رہنمائی کا سامان موجود تھا۔ حضور نے فرمایا کہ میرے لئے آپ کا بہترین نذرانہ یہ اطلاع ہے کہ میں داعی الی اللہ بن گیا ہوں۔ یہی تحریک دعوت الی اللہ حضور کی ساری خلافت کا محور تھی۔

اسی تحریک نے خلافت رابعہ کا ہراول دستہ بن کر نئی نئی قوموں اور علاقوں کو فتح کیا اور دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کی بنا ڈالی۔ ملکوں کے ذمہ کئی ممالک لگائے گئے۔ معین ٹارگٹ دیے گئے۔ اور حضور کی دعاؤں سے ہزار ہا داعیان الی اللہ نے فتوحات کے جھنڈے گاڑے۔ کمزور افراد اور جماعتوں میں حوصلوں اور جرأتوں نے جنم لیا۔ توانائیاں باہمی کشمکش کی بجائے غیروں کا دل جیتنے پر صرف ہونے لگیں۔ نیا لٹریچر وجود میں آیا۔ دماغوں نے نئے نئے طریق سوچے۔ حکمت کے نئے گر ایجاد کیے گئے۔ ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو جلا ملی۔ دعاؤں سے عرش کو ہلایا گیا تو پھل گرنے لگے اور یہ نظام مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گیا جس پر مستقبل میں فلک بوس عمارتیں تعمیر ہونی مقدر ہیں۔ انشاء اللہ۔

حضور جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے اس وقت احمدیت 80 ملکوں میں قائم تھی اور حضور کی وفات کے وقت 175 ملکوں میں جماعت مضبوطی سے قدم جما چکی تھی اور یہ پیش قدمی جاری ہے۔

شہادتوں کا سلسلہ

خلافت رابعہ کے دور میں جماعت احمدیہ کو جن تاریخ ساز قربانیوں کی توفیق ملی ان کے تناظر میں بلاشبہ اسے اسماعیلی دور سے مشابہت دی جا سکتی ہے جس کا اشارہ حضرت مصلح موعودؓ کی ایک پیشگوئی میں بھی ملتا ہے جس میں آپ نے اپنے بعد اسحاق اور پھر اسماعیل صفت جانشین کی خبر دی ہے۔

قربانیوں کی ایک لہر شہداء کے خون سے رواں دواں ہے۔ دشمنوں

نے تواتر کے ساتھ اور چن چن کر جماعت کے سرکردہ، خادم خلق اور بارسوخ لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور اسماعیلی قربانی کی یاد میں یہ معصوم بکروں کی طرح ذبح ہوتے چلے گئے۔ کسی کے قاتل کو اول تو پکڑا نہیں گیا اور اگر ایسا ہوا بھی تو کوئی سزا اسے نہیں دی گئی۔

آپ کے دور میں پہلی شہادت 16 اپریل 1983ء کو ہوئی جب وارہ ضلع لاڑکانہ میں صدر جماعت مکرم ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب کو کلہاڑی کے ذریعہ فانی زندگی سے محروم کیا گیا۔ پھر 21 سالہ دور میں لگ بھگ 80 احمدیوں کو ابدی زندگی کا جام پلایا گیا۔ ان میں ڈاکٹر بھی تھے وکلاء بھی تھے مربیان سلسلہ بھی تھے واقفین زندگی بھی تھے کسان بھی تھے۔ شہادت کا یہ اعزاز پاکستان کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، انڈونیشیا اور ٹرینیڈاڈ کے حصہ میں آیا۔

حضور نے 1999ء میں 4 ماہ تک خطبات جمعہ میں سلسلہ احمدیہ کے تمام شہداء کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔

شہادتوں کی دوسری لہر ان واقفین زندگی کے ذریعہ لالہ زار ہوئی جنہوں نے خدمت کے دوران اپنے وطن میں حادثاتی یا دیار غیر میں کسی بھی طرح وفات پائی۔ اس لحاظ سے سب سے بلند نام حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کا ہے جنہوں نے ہجرت کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

کینیڈا کے نئے مراکز اور مساجد

نئی دنیا میں امریکہ کے بعد حضور نے کینیڈا کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور 20 اپریل 1983ء کو حضور نے کینیڈا میں نئے مشن ہاؤس اور مساجد بنانے کے لئے جماعت کینیڈا کو چھ لاکھ ڈالر جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔

پھر یکم جولائی 1988ء کو حضور نے کینیڈا میں نئی مساجد کی تعمیر کے لئے 25 لاکھ ڈالر جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ 12 سے زائد مقامات پر نئے مراکز اور مشن ہاؤسز قائم ہو چکے ہیں۔ 17 اکتوبر 1992ء کو حضور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو کا افتتاح فرمایا۔

5 اپریل 1999ء کو کینیڈا کی مسجد بیت الاسلام کے ساتھ رہائشی کالونی (Peace Village) کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ جس میں 1200 سے زیادہ احمدی آباد ہیں۔ جس کی سڑکوں، چوراہوں اور اہم مقامات کے نام احمدی بزرگوں کے نام پر رکھے گئے ہیں اور ایک چھوٹا ربوہ نظر آتا ہے۔

حضور کی توجہات کے نتیجہ میں یہاں حکومتی حلقوں میں بھی جماعت بہت نیک نام اور وسیع اثر ورسوخ کی مالک ہے۔ حضور کے سفروں کے دوران کئی شہروں کے میئرز نے اس دن اور ہفتہ کو احمدیہ ویک اور احمدیہ مسجد کا دن قرار دیا۔

دورہ مشرق بعید

22 اگست تا 13 اکتوبر 1983ء کو حضور نے مشرق بعید کا دورہ فرمایا۔ اس سفر میں حضور سنگاپور، فجی، آسٹریلیا اور سری لنکا تشریف لے گئے۔

مشرق کی طرف سفر کرنے والے آپ پہلے خلیفۃ المسیح تھے۔ آپ نے سنگاپور میں انڈونیشیا، ملائیشیا اور سبا کی جماعتوں سے آئے ہوئے احباب سے ملاقات فرمائی اور فجی میں Date line کا دورہ فرمایا۔ آسٹریلیا میں آپ نے اس براعظم کی پہلی احمدیہ مسجد بیت الہدیٰ کا سنگ بنیاد رکھا جو اب ایک دیدہ زیب منظر کی حامل ہے۔

گلشن احمد نرسری

حضرت مصلح موعودؓ کو ربوہ کی جو سرزمین رویا میں دکھائی گئی تھی وہ سرسبز و شاداب تھی مگر جب ربوہ کی تعمیر کا آغاز ہوا تو یہ زمین بنجر اور بے آباد تھی۔ حضور نے فرمایا شاید اللہ ہمارے ذریعہ سے اس زمین کو شاداب کر دے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ رؤیا اس پہلو سے خلافت رابعہ میں پورا ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو خلافت سے قبل بھی ربوہ کی سرسبزی سے گہری دلچسپی تھی۔

15 مارچ 1984ء کو حضور نے ربوہ کے غربی جانب گلشن احمد نرسری

کا افتتاح فرمایا جس کا مقصد ربوہ میں کثرت سے پودے مہیا کرنا اور شہر کو گل و گلزار بنانا تھا۔ اب یہ نرسری اقصیٰ چوک کے قریب جامعہ احمدیہ کے پہلو میں واقع ہے جو صوبہ پنجاب کی بڑی نرسریوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ گزشتہ چند سال میں ایک لاکھ سے زیادہ پودے ربوہ میں لگائے گئے جو پھول پھل رہے ہیں۔

مارچ 1996ء میں حضور نے ربوہ کے ہر گھر میں تین پھل دار پودے لگانے کا ارشاد فرمایا جس کے نتیجہ میں ربوہ میں کثرت سے پودے لگائے گئے اور اب ربوہ میں 35 مختلف اقسام کے پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ اس نرسری کے زیر اہتمام ربوہ میں پھولوں اور پودوں کی کئی نمائشیں بھی منعقد ہو چکی ہیں۔

مساجد کا انہدام اور تعمیر

پاکستان اور دیگر ممالک میں مخالفین احمدیت نے احمدیہ مساجد کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا اور 20 کے قریب مساجد شہید کیں۔ جن کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ہزاروں مساجد عطا فرمائیں۔ چند منہدم شدہ مساجد کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔

20 اپریل 1984ء کو جھنگ اور ملتان میں مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔

مئی 1986ء میں کوئٹہ میں مسجد پر حملہ کیا گیا اور پھر اسے سیل کر دیا گیا۔

17 اگست 1986ء کو عید الاضحیٰ کے دن مردان کی مسجد کو مسمار کر کے نوّے احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔

11 اگست 1987ء کو ہالینڈ کی مسجد کو نقصان پہنچایا گیا۔

دسمبر 1992ء۔ راجشاہی بنگلہ دیش کی نئی مسجد کو منہدم کر دیا گیا۔

15 ستمبر 1994ء کو راولپنڈی میں محلہ راجہ سلطان میں احمدیہ مسجد کو مسمار کر دیا گیا۔

2 ستمبر 1996ء کو مسجد مہدی گولبازار ربوہ میں بم دھماکہ ہوا جس سے عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔ کئی احمدی زخمی ہوئے۔

8 اکتوبر 1999ء کو کھلنا بنگلہ دیش میں احمدیہ مسجد میں بم دھماکہ ہوا۔ سات احمدی شہید ہوگئے۔

30 اکتوبر 2000ء کو گھٹیالیاں سیالکوٹ کی مسجد پر فائرنگ کی گئی اور پانچ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اسی طرح 10 نومبر 2000ء کو تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کی مسجد کو آگ لگا دی گئی اور پانچ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے جمات کو 13,205 نئی مساجد تعمیر کرنے کی توفیق دی۔ نیز ہزاروں وہ بھی ہیں جو مقتدیوں سمیت جماعت کو ملیں۔ حضور کی تحریک توسیع مساجد کے تحت سینکڑوں مسجدوں کی از سر نو تعمیر ہوئی اور اضافے کئے گئے۔

امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ براعظم یورپ میں بیسیوں مساجد تعمیر ہوئیں۔

100 مساجد سکیم

1989ء میں حضور نے جرمنی میں سو مساجد بنانے کی تحریک فرمائی۔ اس سکیم کے تحت 25 نومبر 1998ء کو پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور 9 جنوری 2000ء کو اس کا افتتاح عمل میں آیا۔

بعد ازاں حضور نے کئی افریقن ممالک کو بھی سو مساجد تعمیر کرنے کی سکیم عطا کی چنانچہ کئی ممالک میں اس پر کام جاری ہے۔ کینیا میں اس سکیم کے تحت 70 مساجد اور تنزانیہ میں 33 سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ کئی ممالک ایسے ہیں جہاں پہلی دفعہ مسجد تعمیر کی گئی۔ مثلاً جزائر طوالو کی پہلی مسجد 1992ء میں مکمل ہوئی۔

بیت الفتوح

حضور نے برطانیہ کی نئی اور وسیع مسجد کے لئے 24 فروری 1995ء کو 5 ملین پاؤنڈ کی تحریک فرمائی۔ 28 مارچ 1999ء کو حضور نے بیت الفتوح

کی مجوزہ جگہ پر نماز عید الاضحیٰ پڑھائی اور اسی سال 19 اکتوبر کو حضور نے بیت الفتوح کا سنگ بنیاد رکھا۔ 16 فروری 2001ء کو حضور نے اس مسجد کے لئے مزید پانچ ملین پاؤنڈ کی تحریک فرمائی۔ اب یہ مسجد تکمیل پا چکی ہے اور دفاتر اور رہائش اور تقریبات کے لئے بڑے بڑے ہال استعمال ہو رہے ہیں۔

ظالمانہ قوانین اور حضور کی ہجرت

17 فروری 1983ء کو محمد اسلم قریشی نامی شخص معراج کے ضلع سیالکوٹ سے لا پتہ ہو گیا تھا اس کے قتل کا جھوٹا الزام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر لگایا گیا۔ علماء سوء نے حکومت سے حضور کی گرفتاری کا مطالبہ کیا اور جماعت کے خلاف تحریک چلانے کی دھمکی دی۔ مولوی منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ اگر میر االزام درست نہ ہو تو مجھے چوک میں گولی مار دی جائے۔ بالآخر اسی الزام کی آڑ لیتے ہوئے جماعت کے خلاف ظالمانہ قوانین جاری کئے گئے اور حضور کو ہجرت کرنا پڑی مگر یہ شخص 1988ء میں حضور کے مباہلہ کے چیلنج کے بعد ظاہر ہو گیا۔

حکومت پاکستان اور علماء کی مشترکہ سازش کے نتیجہ میں فرعون وقت جنرل ضیاء نے 26 اپریل 1984ء کو ایک ظالمانہ آرڈیننس جاری کیا جس کے ذریعہ احمدیوں پر اسلامی شعار اور اصطلاحات کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔ احمدیوں کو اپنے آپ کو کسی طرح مسلمان ظاہر کرنا تین سال کی قید کی سزا کا مستوجب ہے۔ اس آرڈیننس کا مرکزی مقصد امام جماعت احمدیہ کو گرفتار کرنا، جماعت سے اس کا رابطہ کاٹنا، خلافت احمدیہ کو ختم کرنا اور مرکز سلسلہ ربوہ کو برباد کرنا تھا۔

ان حالات میں خلیفۂ وقت کے لئے ربوہ اور پاکستان میں رہ کر جماعت کی قیادت کرنا ناممکن تھا اس لئے حضور نے منشاء الٰہی کے تحت 29 اپریل کو سفر ہجرت اختیار فرمایا اور 30 اپریل کو لندن پہنچے۔

یہ سفر ہجرت خاص خدائی نشانوں اور تجلیات کا آئینہ دار تھا اور دشمن اپنی تمام تر چالاکیوں اور سازشوں کے باوجود خلیفۃ المسیح پر ہاتھ ڈالنے میں کلیۃً ناکام رہا اور زخم چاٹتا رہ گیا۔

حضورؒ کی یہ ہجرت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی ہجرت سے مماثلت رکھتی ہے۔ جب آپ کو ظالم طبع یہودیوں نے صلیب پر مارنے کی کوشش کی۔ مگر خدا نے آپ کو ایک دور دراز علاقہ میں ہجرت کا ارشاد فرمایا جہاں یہود کے گم گشتہ قبائل آباد تھے اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ بعینہٖ حضورؒ نے بیرون پاکستان بکھرے اور منتشر احمدیوں کی روحانی پرندوں کی طرح بے مثال تربیت کی اور ان کے دلوں میں خدمت اور قربانی کے نئے ولولے پیدا کئے اور احمدیت کو نئی وجاہت عطا کی۔

اس ہجرت کے نتیجہ میں جماعت کا نفوذ ملکی حدود سے نکل کر عالمی سطح پر پھیل گیا اور نیا انٹرنیشنل دور شروع ہوا۔

نئے یورپین مراکز

لندن پہنچنے کے بعد پہلے خطبہ جمعہ 4 مئی 1984ء میں حضور نے تمام عالم کے احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں {من انصاری الی اللّٰہ} کہہ کر پکارا۔ 18 مئی کو حضور نے دو نئے یورپین مراکز کے لئے تحریک کا اعلان فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں اسلام آباد ٹلفورڈ اور ناصر باغ جرمنی کے علاوہ یورپ میں متعدد نئے وسیع وعریض مراکز قائم ہوئے۔

درس القرآن

1984ء کے رمضان المبارک میں حضور 2 جون سے لندن میں ہفتہ ایک دن نماز عصر تا مغرب درس القرآن ارشاد فرماتے رہے۔ یہ درس انگریزی میں ہوتا تھا اور سورۃ فاتحہ سے شروع ہوا۔ اگلے سال 1985ء میں حضور ہر ہفتہ اور اتوار کو درس دیتے رہے۔ 1987ء سے ہر جمعہ اور اتوار کو درس ہوتا رہا۔

عالمی درس القرآن

27 فروری 1993ء سے حضور نے احمدیہ ٹیلیویژن پر Live عالمی

درس القرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ درس ہفتہ میں دو دن ہوتا رہا اور سورۃ آل عمران کی آیت 145 سے شروع ہوا۔ 1994ء میں 12 فروری سے سوائے جمعہ، ہفتہ کے چھ دن درس ارشاد فرمایا اور 2000ء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس میں ہفتہ اور اتوار کے دن سوالات کا موقع بھی دیا جاتا رہا۔ حضور نے آخری درس 15 دسمبر 2001ء کو ارشاد فرمایا اور سورۃ انفال کی آیت 2 تک جاری رہا۔ ہر سال درس کے آخری دن حضور اجتماعی عالمگیر دعا کرواتے رہے۔

اس درس میں حل لغات اور عمومی تشریحات کے علاوہ حضور نے بیسیوں الجھے ہوئے مسائل پر سیر حاصل رہنمائی فرمائی۔ ان میں نظام وراثت، شان نزول، معجزات، عذاب، عورتوں کا مقام وغیرہ شامل ہیں۔

نیز آپ نے مستشرقین اور شیعہ علماء کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے مدلّل اور مسکت جواب دیئے۔

'قرطاس ابیض' کا جواب

حکومت پاکستان نے اپنے ظالمانہ قوانین کا جواز بیان کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف قرطاس ابیض شائع کیا تھا بعنوان قادیانیت، اسلام کے لئے ایک سنگین خطرہ۔ حضور نے ان بے بنیاد الزامات کا جواب خطبات جمعہ کے ذریعہ 25 جنوری 1985ء سے شروع کیا جو 31 مئی 1985ء تک جاری رہا۔ یہ خطبات اب ''زھق الباطل'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو جماعت کے علم کلام میں بہت اہم حیثیت کے حامل ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ

25، 26 اگست 1984ء کو جماعت برطانیہ کا 19واں جلسہ سالانہ اپنے معمول کے مطابق منعقد ہوا جس سے حضور نے اختتامی خطاب فرمایا اس کی حاضری تین ہزار تھی۔ اگلے سال یہ جلسہ 5 تا 7 اپریل 1985ء کو منعقد ہوا۔ یہ پہلا جلسہ تھا جو برطانیہ کے نئے مرکز اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا۔ مرکزی جلسہ سالانہ ربوہ پر پابندی اور جلسہ برطانیہ میں حضور کی بھرپور شرکت کی وجہ سے یہ جلسہ مرکزی حیثیت اختیار کر گیا۔ 1985ء کے جلسہ میں 48 ممالک کے 7 ہزار احمدیوں نے شرکت کی۔ 2002ء میں حضور کے دور کے آخری جلسہ برطانیہ میں حاضری 19,400 تھی جس میں 74 ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔ 2001ء میں برطانیہ میں پھیلی ہوئی بیماری کی وجہ سے مرکزی جلسہ جرمنی میں منعقد ہوا جس کی حاضری 48,190 تک پہنچ گئی۔

ان جلسوں نے جماعت کی تعلیم و تربیت اس کے پھیلاؤ اس کی وحدت اور عالمی سطح پر جماعت کے تشخص کو اجاگر کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ 1992ء سے یہ جلسے ٹیلی ویژن کے ذریعہ کل عالم میں نشر ہو رہے ہیں اور گویا گھر گھر میں جلسے کا منظر ہوتا ہے۔ حضور کے روح پرور خطاب، اجتماعی دعائیں، اجتماعی نعرے اور دنیا بھر کی متفرق قوموں کی حاضری اس جلسہ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ حضور جلسہ پر کئی کئی گھنٹے کے خطابات کرتے رہے جو علمی دنیا کے بھی نایاب خزائن ہیں۔

گزشتہ کئی سال سے جرمنی کا جلسہ بھی عملاً مرکزی جلسہ بن چکا ہے اور حضور کی بھرپور شرکت کے ساتھ جلسہ سالانہ کے تمام مناظر اس میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ جلسہ بھی شروع سے آخر تک ایم ٹی اے پر دکھایا جاتا ہے۔

اسیران راہ مولیٰ

حضور کی ہجرت کے بعد ظالمانہ قوانین کی آڑ لے کر پاکستان میں ہزاروں احمدیوں کو مقدمات میں ماخوذ کیا گیا اور سینکڑوں احمدی گرفتار ہوئے ان کے لئے جماعت میں اسیران راہ مولیٰ کی اصطلاح رائج ہوئی۔ جن احمدیوں کے خلاف پاکستان میں مقدمات درج ہوئے ہیں اپریل 2003ء تک ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہے۔ نیز ایک مقدمہ تمام اہل ربوہ کے خلاف درج ہوا جس میں تقریباً 50 ہزار افراد ماخوذ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ شہداء احمدیت اور اسیران کی تکالیف کا احساس کر کے ہمیشہ دکھ اٹھاتے رہے۔ ان کے لئے بے قرار دعائیں کرتے رہے اور ہمیشہ ہر خوشی کے موقع پر گلوگیر آواز میں ان کے لئے دعا کی تحریک فرماتے رہے۔

ان اسیران میں ایک بہت نمایاں گروہ اسیران ساہیوال کا ہے۔ 26 اکتوبر 1984ء کو ساہیوال کی احمدیہ مسجد پر مدرسہ رشیدیہ کے طلبہ نے کلمہ طیبہ مٹانے کے لئے حملہ کیا۔ احمدی چوکیدار نے جوابی کارروائی کی جس پر گیارہ احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

16 جون 1985ء کو خصوصی فوجی عدالت نے مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ اور خادم مسجد مکرم نعیم الدین صاحب کو سزائے موت اور چار دیگر احمدیوں کو سات سات سال قید کی سزا سنائی۔

دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان کی رہائی کی خبر دی۔ چنانچہ دسمبر 1988ء میں سزائے موت کے دونوں قیدیوں کی سزا عمر قید میں تبدیل ہوگئی۔ اور پھر 20 مارچ 1994ء کو ان کی رہائی عمل میں آئی گویا حضور کی دعاؤں نے انہیں موت کے منہ سے کھینچ لیا۔

27 جولائی 1994ء کو چار اسیران ساہیوال لندن پہنچے تو حضور کی طرف سے شاندار استقبال ہوا اور حضور نے انہیں گلے لگا کر سینے کو ٹھنڈک پہنچائی۔ مکرم الیاس منیر صاحب نے بعد میں جرمنی پہنچ کر حضور سے ملاقات کی سعادت پائی اور اب وہیں بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضور نے شہداء کے لواحقین اور اسیران راہ مولیٰ کے لئے 14 مارچ 1986ء کو سیدنا بلال فنڈ قائم فرمایا۔ 4 دسمبر 1987ء کو حضور نے اسیران کی خاطر ساری دنیا میں اسیران کی بہبود کے لئے خدمات کی تحریک فرمائی جس کے نتیجہ میں کثرت سے اسیران کی رہائی اور مالی خدمات کے کام انجام دیے گئے۔

الفضل ربوہ کی بندش اور الفضل انٹرنیشنل کا اجراء

12 دسمبر 1984ء کو حکومت پاکستان نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ کو تین ماہ کے لئے سربمہر کر دیا اور روزنامہ الفضل ربوہ کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔ اس شدید کمی کو پورا کرنے کے لئے فروری 1985ء سے لندن سے ہفت روزہ ''النصر'' کا اجراء ہوا۔ پھر اپریل سے ماہنامہ خالد، انصار اللہ، مصباح اور تحریک جدید کے ضمیمہ جات کے ذریعہ اہم خبریں پہنچائی جاتی رہیں۔ ضیاء الحق کی ہلاکت کے بعد 28 نومبر 1988ء سے روزنامہ الفضل دوبارہ جاری ہوا۔ لیکن بے پناہ قانونی پابندیاں اس کے راستہ میں حائل تھیں۔ قریباً 100 مقدمات اس کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف درج کئے گئے اور انہیں 1994ء میں قریباً ایک ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

ان حالات میں حضور نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجرا کیا جس کا نمونہ کا پرچہ جولائی 1993ء میں منظر عام پر آیا اور 7 جنوری 1994ء سے اس کی مسلسل اشاعت جاری ہے۔

Friday the 10th

28 دسمبر 1984ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ چند دن قبل میں رؤیا میں Friday the 10th کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ آپ کو ایک گھڑی دکھائی گئی جس پر 10 کا ہندسہ روشن حروف میں چمک رہا تھا۔

اس رؤیا کے نتیجہ میں حضور کی زندگی میں بہت سے جمعے دس تاریخ (شمسی یا قمری) کو ایسے آئے جب خدا تعالیٰ کے غیر معمولی نشان ظاہر ہوئے۔

ان میں خصوصیت کے ساتھ حضور کا مباہلہ کا چیلنج شامل ہے جب 10 جون 1988ء بروز جمعہ حضور نے تمام معاندین کو مباہلہ کے لئے بلایا جس کے نتیجہ میں ضیاء الحق اور متعدد معاندین کی ہلاکت ہوئی۔

اسی طرح 10 نومبر 1989ء بروز جمعہ جبکہ چاند کی بھی 10 تاریخ تھی دیوار برلن گرائی گئی جو تاریخ عالم میں بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔

کمپیوٹر پریس اور انٹرنیٹ

لٹریچر کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور اشاعت کے جدید تقاضوں سے

ہم آہنگ ہونے کے لئے حضور نے 12 جولائی 1985ء کو نستعلیق کتابت کے کمپیوٹر کے لئے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈ اور اگلے جمعہ کو کمپوزنگ کے ماہرین کو وقف کی تحریک فرمائی۔

6 اپریل 1986ء کو اس کا افتتاح ہوا جس کا نام حضور نے رقیم پریس عطا فرمایا جو کثرت سے لٹریچر شائع کر رہا ہے۔

مرکز سلسلہ ربوہ میں خدام الاحمدیہ پاکستان نے 1990ء میں نستعلیق کتابت کا کمپیوٹر خریدا۔ قریباً 1993ء میں روزنامہ الفضل نے بھی کمپیوٹر خرید لیا۔ اب اللہ کے فضل سے تمام جماعتی مرکزی رسائل اور جریدے کمپیوٹر کتابت کے ذریعہ شائع ہوتے ہیں۔

پاکستان میں حضور کی اجازت سے احمدیہ کمپیوٹر پروفیشنلز کے ادارہ کی بنیاد ڈالی گئی جو اب ایک مضبوط ادارہ ہے اور سالانہ کنونشن کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے مفید پروگرام تیار کر رہا ہے۔

ویب سائٹ

جماعت کی آفیشل ویب سائٹ جنوری 2001ء سے انٹرنیٹ پر قائم ہے اس پر جماعت کے متعلق تمام ضروری کتب کے علاوہ الفضل ربوہ، الفضل انٹرنیشنل اور عربی مجلّہ ''التقویٰ'' بھی موجود ہے۔ نیز ایم ٹی اے کی تمام Live نشریات بھی دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

فضل عمر ہسپتال کے توسیعی منصوبے

حضور نے کئی بار اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ فضل عمر ہسپتال ربوہ ہر لحاظ سے دنیا میں اعلیٰ درجہ کا ہسپتال بن جائے۔ چنانچہ آپ کے دور خلافت میں ہسپتال کی عمارت اور سہولتوں میں بہت وسعت پیدا ہوئی۔ 14 اکتوبر 1985ء کو ہسپتال کے نئے تعمیراتی مرحلے کا افتتاح ہوا۔

31 جنوری 1988ء کو نواب محمد الدین بلاک کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ نواب صاحب نے ربوہ کی زمین کی خریداری میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔

4 مارچ 1991ء کو فضل عمر ہسپتال کی جدید لیبارٹری کا افتتاح ہوا جس میں اب جدید ترین مشینری نصب کی جا چکی ہے۔

8 نومبر 1992ء کو ہسپتال میں نئے وارڈوں اور نرسز ہاسٹل کا افتتاح ہوا۔ جنوری، فروری 1994ء میں شعبہ ریڈیالوجی کی نئی عمارت اور دو نئے شعبوں I.C.U اور C.C.U کا افتتاح ہوا۔

21 مارچ 2002ء کو ہسپتال میں واقع مسجد یادگار کی تزئین نو کا افتتاح ہوا۔

قیام نماز کی جدوجہد

حضور کے دل میں نماز کے قیام کا جذبہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں کی طرح موجزن تھا اور کئی دفعہ اس موضوع پر آپؒ نے خطبات کا سلسلہ جاری کیا۔

8 نومبر تا 20 دسمبر 1985ء کو حضور نے قیام نماز سے متعلق خطبات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ذیلی تنظیمیں ہر ماہ مجلس عاملہ کا ایک اجلاس قیام نماز پر غور کرنے کے لئے منعقد کریں۔

1988ء میں مباہلہ کے چیلنج کے بعد حضور نے 17 جون 1988ء کو ایک رویاء کی بنا پر قیام عبادت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔

2 سال بعد 1990ء میں حضور نے سورۃ فاتحہ کی روشنی میں خطبات کا طویل سلسلہ شروع کیا جو ''ذوق عبادت اور آداب دعا'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حضور نے بچوں کی اردو کلاس میں بھی تدریس نماز کے دلنشین اور سلیس اسباق شروع کیے اور بڑوں کو بھی ان سے استفادہ کی ہدایت فرمائی۔

جمعہ پڑھنے کی تحریک

یکم جنوری 1988 کو حضور نے یورپین ممالک کے احمدیوں کو جمعہ پڑھنے کی خاص تحریک فرمائی خواہ نوکری سے چھٹی لینی پڑے یا استعفیٰ دینا پڑے۔

ایک اور موقع پر حضور نے فرمایا کہ ہر تیسرا جمعہ ہر قیمت پر پڑھنا چاہئے۔

چنانچہ بیسیوں لوگوں نے نوکریوں کی قربانی دے کر بھی اس تحریک پر لبیک کہا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہتر رزق کے سامان پیدا کر دیئے۔

وقف جدید

وقف جدید سے حضور کا گہرا تعلق تھا۔ خدمات کے عملی میدان میں داخل ہونے کے بعد آپ کی سب سے پہلی اور اہم ذمہ داری وقف جدید ہی تھی جس کی بہبود کے لئے آپ نے خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ کی گہری سرپرستی اس تحریک کو حاصل رہی۔ اور اس میں بھی ہر شعبہ کی طرح وسعت پیدا ہوئی۔ 27ر دسمبر 1985 کو حضور نے اسے عالمگیر کرنے کا اعلان فرمایا چنانچہ 2002 میں اس تحریک میں دنیا کے 111 ممالک کے 3 لاکھ 80 ہزار سے زائد احمدی شامل ہو چکے تھے اور 15 لاکھ پاؤنڈ سے زیادہ وصولی ہوئی۔ نومبایعین کو اس میں کثرت سے شامل کرنے کے لئے آپ نے 1998 میں ہدایت دی کہ ہر جماعت میں سیکرٹری وقف جدید برائے نومبایعین کا تقرر کیا جائے۔

اس تحریک کے تحت فروری 2002 میں 160 معلمین پاکستان کے 700 سے زائد دیہات میں تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ سندھ اور بھارت کے بعض علاقوں سے اسے خاص طور پر خدمت کا موقع مل رہا ہے۔

مرکز سلسلہ میں معلمین کلاس نے 2001 میں ایک ادارہ کی شکل اختیار کر لی جسے حضور نے مدرسۃ الظفر کا نام عطا فرمایا ان کی رہائش اور تعلیم کے لئے نئی عمارت خریدی گئی۔

وقف جدید کے تحت بیسیوں مقامات پر ہومیوڈسپنسریاں قائم ہیں۔

جولائی 1993 میں مجلس انصار اللہ پاکستان نے الہدی ہسپتال مٹھی تھرپارکر کی تعمیر کا آغاز کیا جس کی تکمیل کے بعد 17 مارچ 1995 کو اسے وقف جدید کے سپرد کر دیا گیا۔

بھارت میں بھی وقف جدید مختلف میدانوں میں بے پناہ خدمات کی توفیق پا رہی ہے۔

تراجم قرآن

جماعت احمدیہ کی ایک عظیم اسلامی خدمت تراجم قرآن کریم سے تعلق رکھتی ہے اور ہمارا ماٹو دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کرنا ہے لیکن یہ ایک صبر آزما کام ہے۔ اور 2002 تک جماعت 56 زبانوں میں قرآن کے مکمل تراجم کی توفیق پا چکی ہے۔ لیکن دوسری قوموں کو لمبا انتظار تو نہیں کرایا جا سکتا اس لئے 9ر جون 1986ء کو حضور نے خطبہ عید الفطر میں صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر دنیا کی 100 زبانوں میں منتخب آیات اور احادیث کے تراجم شائع کرنے کا اعلان فرمایا اور یہ بھی اعلان کیا کہ یہ ساری اشاعت سیدنا بلال فنڈ سے ہوگی جو اسیران اور شہداء کی طرف سے دنیا کے لئے تحفہ ہوگا۔

چنانچہ 1989 تک 117 زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات، منتخب احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے منتخب اقتباسات شائع کر دیئے گئے۔

قرآن کریم کے مکمل تراجم کے لئے حضور نے تحریک فرمائی کہ مختلف احباب یا خاندان ایک ایک ترجمہ کا مکمل خرچ برداشت کریں چنانچہ خود حضور نے چینی زبان میں ترجمہ قرآن کا خرچ برداشت کیا۔

تحریک وقف نو

3ر اپریل 1987 کو حضور نے نئی صدی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تحریک وقف نو کا اعلان فرمایا جس کے تحت والدین پیدائش سے پہلے ہی بچوں کو خدمت دین کے لئے وقف کرتے ہیں۔ یہ تاریخ عالم کی ایک منفرد سکیم ہے۔ آغاز میں یہ تحریک صرف 5 ہزار بچوں کے لئے تھی مگر اپریل 2003 تک 24,355 بچے اس تحریک میں شامل ہو چکے تھے۔ جس میں خاص خدائی تصرف کے تابع 16,563 لڑکے اور 7,792 لڑکیاں تھیں۔

بے شمار گھرانوں کو خدا نے اس تحریک کی برکت سے اولاد سے نوازا۔

اپریل 1991 میں باقاعدہ وکالت وقف نو قائم ہوئی۔ جولائی 2001 میں واقفین نو پاکستان کا پہلا سالانہ اجتماع ربوہ میں منعقد ہوا۔

جامعہ احمدیہ میں واقفین نو کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن کی وسیع وعریض عمارت تعمیر کی گئی ہے جس میں یکم ستمبر 2001 سے تدریس کا آغاز ہو چکا ہے ان کے علاوہ بچے اپنی پسند اور مرکز کی اجازت سے زندگی کے تمام شعبوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے جماعت کی خدمت کر سکتے ہیں۔

ربوہ میں واقفین نو کو عربی، جرمن، فرنچ زبانیں سکھانے کے لئے 11/مارچ 1998 کو وقف نو لینگوئج انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح ہوا جس کا پہلا جلسہ تقسیم اسناد 10/فروری 2000 کو ہوا۔ اس میں 250 کے قریب بچے زیر تعلیم ہیں۔

بادشاہوں کا قبول احمدیت اور مسیح موعودؑ کے کپڑوں سے برکت کا حصول

حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے۔

''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

یہ الہام پہلی دفعہ 1965 میں پورا ہوا جب گیمبیا کے گورنر جنرل سر ایف ایم سنگھاٹے نے احمدیت قبول کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑے کا تبرک حاصل کیا۔ یہ نظارہ خلافت رابعہ میں زیادہ شان کے ساتھ نظر آیا۔

اپریل 1987 میں نائیجیریا کے 3 بادشاہوں نے احمدیت قبول کی جن میں سے 2 کو حضور نے جلسہ سالانہ برطانیہ پر یکم اگست 1987 کو حضرت مسیح موعود کے کپڑوں کا تبرک عطا فرمایا۔

پھر جلسہ سالانہ 2000 پر بینن کے دو مزید بادشاہوں نے جلسہ سالانہ پر حضور سے حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑوں کا تبرک حاصل کیا۔ ان میں سے ایک بادشاہ وہ بھی ہیں جن کے ماتحت 200 کے قریب بادشاہ ہیں۔ یہ اور ان کے علاوہ مزید بادشاہ بھی جلسہ برطانیہ میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام 1898 کا ہے اور پورے سو سال بعد 1998 میں 20 بادشاہ جماعت میں داخل ہوئے۔

2002 میں بینن کے جلسہ سالانہ 12/تا 23/دسمبر کے موقع پر قریباً ایک سو بادشاہ شامل ہوئے۔ جن میں کنگ آف پراکو کی سربراہی میں ملک کے بڑے بادشاہوں کا 30 رکنی وفد گھوڑوں پر سوار ہو کر آیا۔ اسی طرح نائیجیریا کے سب سے بڑے بادشاہ سلطان آف آگادیس کا 12 رکنی وفد 2500 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جلسہ میں شامل ہوا۔

سچائی، علم، عقل، الہام

4/جون 1987 کو حضور نے سوئٹزرلینڈ کی ایک یونیورسٹی میں مندرجہ بالا موضوع پر لیکچر دیا جو بعد میں حضور کی عظیم الشان کتاب "Revelation, Rationality, Knowledge and Truth" کی بنیاد بنا۔ یہ کتاب 1998 میں شائع ہوئی۔ اور دنیا بھر کے دانشوروں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میری تمام زندگی کے تجربے اور علوم کا نچوڑ ہے۔

لجنہ اماء اللہ کا محسن

حضور رحمہ اللہ کو خلافت سے بہت پہلے ایک رویا میں خبر دی گئی تھی کہ آپ کو لجنہ اماء اللہ کی خاص خدمت کرنے اور ان پر غیر معمولی احسانات کی توفیق عطا ہوگی۔ چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت میں یہ خبر بڑی شان سے پوری ہوئی اور آپ کے دور میں احمدی خواتین نے ہر پہلو اور خدمت کے ہر دائرہ میں تیزی سے قدم آگے بڑھائے۔ اس کے نتیجہ میں مرکزی تنظیم اور عمارتی لحاظ سے بھی توسیع ہوئی۔ چنانچہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ اور مقامی ربوہ کے نئے دفاتر اور ہال تعمیر ہوئے۔ جس کے لئے حضور نے 1987 میں 26 لاکھ روپے کی تحریک فرمائی تھی۔

15 نومبر 2001ء کو لجنہ اماء اللہ پاکستان کے گیسٹ ہاؤس کا سنگ بنیاد

رکھا گیا جس کی تعمیر جاری ہے۔

دورہ افریقہ

حضور نے جنوری فروری 1988 میں مغربی افریقہ کا دورہ فرمایا جس میں گیمبیا، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، غانا اور نائیجیریا شامل تھے۔ 26/اگست تا 28/ستمبر 1988 میں حضور نے مشرقی افریقہ کا دورہ فرمایا۔ یہ کسی خلیفہ کا مشرقی افریقہ کا پہلا دورہ تھا۔ اس کے دوران حضور کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، ماریشس تشریف لے گئے۔ ان دوروں میں بڑے وسیع پیمانہ پر دعوت الی اللہ کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ دانشوروں سے رابطہ ہوا۔ صدران اور وزراء اعظم سے ملاقات ہوئی اور حضور نے ان ممالک کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے خصوصی مشورے دیئے۔

22/جنوری 1988 کو حضور نے گیمبیا میں نصرت جہاں تنظیم نو کی تحریک کا اعلان کیا اور ہر پیشہ اور علم میں مہارت رکھنے والے افراد کو خدمت کے لئے بلایا۔

آپ کے دور میں نصرت جہاں سکیم کے تحت 14 مزید ہسپتال و کلینک اور 9 سکول قائم ہوئے۔ اس طرح کل 21/افریقن ممالک میں 37 ہسپتال اور 34 سکول کام کر رہے ہیں۔

مباہلہ کا تاریخی چیلنج

جماعت پر لگائے جانے والے جھوٹے الزامات کا جواب دیئے جانے کے باوجود دشمن ان پر اصرار کر رہا تھا اس لئے حضور نے جماعت کی دوسری صدی سے قبل 27/مئی تا 10/جون 1988 کے سلسلہ خطبات میں سارا پس منظر بیان کرنے کے بعد 10/جون 1988 کو تمام دنیا کے معاندین، مکفرین اور مکذبین کو مباہلہ یعنی آسمانی عدالت میں حاضری کا چیلنج دیا۔ اور فرمایا کہ اگر دشمن اب بھی جھوٹے الزامات پر مصر ہے تو وہ اس عبارت پر دستخط کر دے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو اور وہ سچے کے حق میں نصرت کے نشان دکھائے۔ یہ چیلنج کثرت سے تقسیم کیا گیا جس پر پاکستان میں بہت سی گرفتاریاں اور سزائیں عمل میں آئیں۔

اس چیلنج کی زد سے بچنے کے لئے مخالفین نے بہت سے عذر تراشے ڈرامہ بازیاں کیں مگر ایک سال کے اندر اندر بہتوں کے حق میں خدا کی تقدیر غضب ظاہر ہوئی ان میں سے سب سے نمایاں نام جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان کا ہے جو 17/اگست 1988 کو طیارے کے حادثے میں ہلاک ہوئے اور ان کا جہاز جل کر راکھ ہو گیا۔ اور مصنوعی دانتوں سے ان کی شناخت ہوئی۔

اس سے قبل مباہلہ کے چیلنج کے ٹھیک ایک ماہ بعد اسلم قریشی نامی شخص منظر عام پر آ گیا جس کے قتل کا الزام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر علماء نے قسمیں کھا کر لگایا تھا۔ ان لوگوں کو بے پناہ ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

خلافت رابعہ میں بے شمار چھوٹے بڑے معاندین کے متعلق الٰہی نشانات ظاہر ہوئے۔ بعض مارے گئے اور بعض زندہ رہ کر ذلیل و خوار ہوئے۔ ان کی تفصیل ایک الگ مقالہ کا تقاضا کرتی ہے۔

حضور نے 1994 میں مخالفین کو چیلنج دیا کہ اگر وہ مسیح کو اس صدی کے خاتمہ سے پہلے آسمان سے اتار دیں تو ہر مدعی کو ایک ایک کروڑ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

التقویٰ اور لقاء مع العرب

خلافت رابعہ میں عرب دنیا تک احمدیت کا پیغام خاص شان سے پہنچا۔ عرب دنیا تک احمدیت کا سچا پیغام پہنچانے کے لئے مئی 1988 سے لندن سے ماہوار عربی رسالہ التقویٰ جاری کیا گیا جس سے سینکڑوں لوگوں کو ہدایت کی راہ نصیب ہوئی۔

ایم ٹی اے کے اجراء کے بعد 1994 میں حضور نے عرب دوستوں کے ساتھ لقاء مع العرب کا سلسلہ جاری کیا۔ جس میں حضور نے انگریزی میں ہزاروں سوالوں کے جواب دیئے جن کا ترجمہ عربی میں ساتھ ساتھ کیا جاتا رہا۔ یہ پروگرام بھی سعید عرب روحوں میں بے حد مقبول ہے اس میں 400 گھنٹوں سے زائد پروگرام حضور نے ریکارڈ کروائے ہیں۔

رسالہ التقویٰ اور لِقَاء مَعَ العَرَب کا عرب دنیا پر گہرا اثر ہے اور بہت سے دانشوروں نے اپنے خطوط میں اس بات کا اظہار کیا ہے۔

بلڈ بنک اور آئی بنک کا قیام

مرکز سلسلہ ربوہ میں رضا کار خدام کی کوششوں سے اگست 1988 میں فضل عمر ہسپتال ربوہ کی لیبارٹری میں بلڈ بنک کا آغاز ہوا۔ 12/جولائی 1994 کو باقاعدہ مرکز عطیہ خون کے افتتاح کی تقریب ہوئی۔ 8/مارچ 1999 کو خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام عطیہ خون کے لئے مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس کا افتتاح 3/اکتوبر کو ہوا۔

5/نومبر 2000ء کو خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت آئی بنک کا افتتاح ہوا۔ مئی 2003 تک 20/افراد کو بینائی دی جا چکی ہے۔ اور چار ہزار سے زائد افراد نے عطیہ کا وعدہ کیا ہے۔ اب اس کی نئی عمارت زیر تعمیر ہے۔ انڈونیشین لجنہ نے اس سلسلہ میں خاص خدمات سرانجام دی ہیں۔

صد سالہ جوبلی کی تیاری

صد سالہ جوبلی سے قبل حضور کی خواہش تھی کہ جماعت ہر قسم کے جھگڑوں اور فساد سے پاک ہو جائے اور نماز باجماعت اور اعلیٰ اخلاق سے مزین ہو کر نئی صدی میں داخل ہو۔ چنانچہ حضور نے 1987 سے مختلف خطبات میں جماعت کو اس مقصد کے لئے تیار کرنا شروع کیا۔

حضور نے 30/جنوری 1987 کو تحریک فرمائی کہ صد سالہ جوبلی سے قبل ہر خاندان مزید ایک خاندان کو احمدیت میں داخل کرے۔ 6/فروری کو تحریک فرمائی کہ ہر ملک ایک عمارت تعمیر کرے جس میں زیادہ دخل وقار عمل کا ہو۔

11/مارچ 1988 کو حضور نے تحریک فرمائی کہ ہر ملک میں ایک نمائش گاہ تعمیر کی جائے جس میں مستقلاً جماعتی نمائش لگی رہے۔

صد سالہ جشن تشکر

1989 کا سال جماعت کے لئے بے انتہا خوشیوں اور مسرتوں کا سال تھا۔ اس سال کو جماعت نے دعاؤں اور شکرانے کے آنسوؤں کے ساتھ منایا۔ جماعت کی صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی اور اس کی تیاری کے لئے 1973 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے صد سالہ جوبلی منصوبہ کی بنیاد رکھی تھی۔

22/مارچ 1989 کی شام کو حضور نے مسجد فضل لندن پر لگائے جانے والے قمقموں کا سوئچ آن کر کے تقریبات کا آغاز کیا۔ 23/مارچ کو حضور نے مسجد فضل لندن کے سامنے لوائے احمدیت لہرایا اور دعا کروائی۔ حضور نے اس موقع پر وڈیو پیغام جاری کیا جو کل عالم میں مشتہر کیا گیا۔ جوبلی کا خاص لوگو (Logo) تیار کیا گیا۔

24/مارچ کو حضور نے نئی صدی کا پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو ماریشس اور جرمنی میں بھی بذریعہ ٹیلی فون سنا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ نئی صدی کے آغاز پر اللہ تعالیٰ نے مجھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ عطا فرمایا ہے۔

حضور نے گزشتہ سال مغربی اور مشرقی افریقہ کا دورہ فرمایا تھا اس سال حضور نے جوبلی تقریبات کے سلسلہ میں پہلا سفر آئرلینڈ کا اختیار فرمایا اس کے بعد یورپ کے مختلف ممالک، کینیڈا، امریکہ، گواٹے مالا، فجی، آسٹریلیا، سنگاپور، جاپان اور ناروے کا دورہ فرمایا اور صد سالہ جلسوں سے خطاب فرمائے۔

اس سال لندن کے جلسہ سالانہ پر 64 ممالک کے 14 ہزار احمدیوں نے شرکت کی۔ کئی ملکوں کے سربراہوں نے تہنیت کے پیغام بھیجے اور معززین نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں حضرت مولوی محمد حسین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کو حضور نے جلسہ پر بلوایا اور ہزاروں احمدیوں نے تابعی بننے کی سعادت حاصل کی۔

اس سال 23/مارچ 1989 سے 23/مارچ 1990 تک ایک لاکھ بیعتیں ہوئیں جو تاریخ احمدیت میں ایک سنگ میل تھا۔

اسلام اور عصر حاضر کے مسائل

24/فروری 1990 کو حضور نے کوئین الزبتھ ثانی سنٹر لندن میں انگریزی میں لیکچر دیا بعنوان

Islam's Response to the Contemporary Issues

یہ لیکچر بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

خلیج کا بحران

عراق پر امریکی حملہ کے تناظر میں حضور نے 3/اگست 1990 تا 15/مارچ 1991 خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جو بعد میں اردو میں ''خلیج کا بحران اور نظام جہان نو'' اور انگریزی میں "The Gulf Crises and New World Order" اور عربی میں ''كارثة الخليج والنظام العالمي الجديد'' کے عنوان سے شائع ہوئے۔ عرب دنیا کے موجودہ حالات میں بھی یہ کتاب ان کے لئے تازہ بہ تازہ پیغام ہے۔

حضور کا سفر قادیان

1991 کا سب سے اہم واقعہ حضور کا سفر قادیان تھا۔ 1947 میں ہجرت کے بعد پہلی دفعہ خلیفة المسیح قادیان آئے اور صد سالہ جلسہ قادیان میں شرکت فرمائی۔ جلسہ کی حاضری 25 ہزار تھی۔

حضور 16/دسمبر کو دہلی پہنچے اور 19/دسمبر کو بذریعہ ریل قادیان میں ورود ہوا۔ 26/تا 28/دسمبر کو حضور نے جلسہ سالانہ سے خطابات فرمائے۔ حضور 16/جنوری 1992 کو واپس لندن پہنچے۔

حضور کا یہ سفر نہایت مبارک ثابت ہوا۔ قادیان اور بھارت میں بے شمار نئے راستے کھلے اور خدمت کی نئی راہیں خدا نے دکھائیں۔ اور عالمی بیعت کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد ہندوستان میں 6 کروڑ سے زیادہ بیعتیں ہو چکی ہیں۔

قادیان میں آنے والے مہمانوں کے لئے یورپی طرز کے وسیع و عریض گیسٹ ہاؤسز تعمیر ہوئے اور کئی مقدس مقامات کی تعمیر نو ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں قادیان کا ظاہری حسن بھی بڑھا۔

حضور نے درویشان قادیان کے حالات بہتر بنانے کے لئے کئی اہم اقدامات کئے۔ حضور نے قادیان میں صنعتیں لگانے اور احمدی لڑکیوں کے رشتے بیرون ممالک کرنے کی تحریکات فرمائیں۔

اس کے بعد حضور اگلے کئی سال قادیان کے جلسہ سالانہ سے بذریعہ سیٹلائیٹ خطاب فرماتے رہے۔ یہ بھی نہایت روح پرور تقاریب تھیں جب لندن میں قادیان کے لئے جلسہ سالانہ منعقد ہوتا رہا اور تمام دنیا کے احمدی حضور کے خطاب سن کر گویا جلسہ قادیان میں شریک ہوتے رہے۔

صد سالہ تقریبات

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ کے دور میں ایک لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کی تاریخ دہرائی گئی۔ اور بے شمار چھوٹے بڑے واقعات میں حیرت انگیز مشابہت نظر آتی ہے۔

اس دور میں جماعت کی صد سالہ جوبلی کے علاوہ تین اہم تاریخی واقعات کی صد سالہ سالگرہ خاص طور پر منائی گئی۔

1۔ 1994 میں کسوف وخسوف۔

2۔ 1996 میں کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی''۔

2002 تک اس کتاب کے تراجم 52 زبانوں میں شائع ہو چکے تھے۔

۳۔ 2000ء میں کتاب ''خطبہ الہامیہ''۔

ان سالوں میں خصوصیت کے ساتھ ان مضامین پر جلسے اور سیمینار منعقد کئے گئے۔ کتب اور خصوصی نمبر شائع کئے گئے اور نمائشیں اور خصوصی پروگرام مرتب کئے گئے۔

موعود منادی

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ سابقہ آسمانی پیشگوئیوں کے مطابق وہ موعود منادی تھے جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کل عالم میں پہنچنا مقدر تھا۔ حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کی بڑی خواہش تھی کہ جماعت کا ایک اعلیٰ درجہ کا ریڈیو سٹیشن قائم ہو۔ مگر خلافت رابعہ میں جماعت نے عالمی نظام مواصلات کے کئی مراحل یکدم طے کر لئے تا کہ صحف سابقہ کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوں جن کے مطابق ایک منادی نے دین مصطفیٰؐ

کی منادی کرنا تھی اور اسے دنیا بھر میں بیک وقت دیکھا اور سنا جانا تھا اور اس کے پیغام کو ہر زبان والے نے اپنی زبان میں سننا تھا۔ مذہبی دنیا کے اس منفرد پروگرام کے اہم مراحل یہ ہیں۔

حضور کے ربوہ سے لندن تشریف لے جانے کے بعد حضور کے خطبات کی کیسٹس (آڈیو۔ وڈیو) تمام دنیا میں پہنچائی جاتی رہیں۔ مگر احمدیت کی دوسری صدی کے آغاز میں ایک نئی خوشی یہ ملی کہ دوسری صدی کا پہلا خطبہ جمعہ فرمودہ 24/مارچ 1989 ماریشس اور جرمنی میں بذریعہ ٹیلی فون براہ راست سنا گیا۔

23/جون 1991 میں حضور کا خطبہ عیدالاضحیٰ 24 ممالک میں سنا گیا۔

26/تا 28/جولائی 1991 کا جلسہ سالانہ لندن میں حضور کے خطابات گیارہ ممالک میں بذریعہ ٹیلی فون سنے گئے۔

31/جنوری 1992 کو حضور کا خطبہ پہلی دفعہ براعظم یورپ میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ براہ راست نشر ہوا۔ اسی سال کا جلسہ سالانہ 31/جولائی تا 2/اگست مکمل طور پر ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔

21 اگست 1992 سے حضور کے خطبات جمعہ چار براعظموں، ایشیا، افریقہ، یورپ اور آسٹریلیا میں باقاعدگی سے نشر ہونا شروع ہوئے۔

16/اپریل 1993 کو حضور نے اپنی بیٹی یاسمین رحمان مونا کا نکاح پڑھا جو سیٹلائٹ کے ذریعہ نشر کیا گیا۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا عالمی نکاح تھا۔

7/جنوری 1994 سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی باقاعدہ نشریات کا آغاز ہوا۔ ایشیا اور افریقہ میں روزانہ 21 گھنٹے اور یورپ میں 3 گھنٹے کے پروگرام نشر ہونا شروع ہوئے۔

یکم/اپریل 1996 سے یہ نشریات 24 گھنٹے پر پھیل گئیں۔ جون 1996 میں حضور کے دورہ کینیڈا کے دوران لندن اور کینیڈا کے دوطرفہ رابطوں کا آغاز ہوا۔ 5/جولائی 1996ء کو ایم ٹی اے کی نشریات گلوبل بیم پر شروع ہو گئیں۔ 1999 میں ایم ٹی اے کی ڈیجیٹل نشریات کا آغاز ہوا۔

اس ٹیلی ویژن کے ذریعے جماعت کو جو وحدت نصیب ہوئی اس کا چند سال پہلے تصور بھی ناممکن تھا۔ اس نظام کا ہر مرحلہ حضور کی خصوصی نگرانی میں طے ہوا۔ اور اس کے ذریعے ہدایت اور انوار قرآنی اور علوم روحانی کے خزانے بانٹنے کا کام جاری ہے۔

عالمی بیعت

عالمی بیعت کی بنیاد جلسہ سالانہ قادیان 1992 سے ہوئی۔ حضور نے 26/تا 28/دسمبر کے جلسہ سے سیٹلائٹ کے ذریعہ افتتاحی اور اختتامی خطابات ارشاد فرمائے۔ اختتامی اجلاس میں آٹھ افراد کی بیعت بھی ہوئی۔ یہ پہلی بیعت تھی جو عالمی رابطوں پر نشر کی گئی۔

اسی طرح 30/مئی 1993 کو حضور نے خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع کے موقع پر 13 ممالک کے 71/افراد کی بیعت لی جو سیٹلائٹ کے ذریعہ نشر کی گئی۔

عالمی بیعت کا باقاعدہ نظام جلسہ سالانہ برطانیہ 1993 سے ہوا۔ حضور نے اپریل میں عالمی بیعت کی تیاری کے لئے پہلا پیغام جاری فرمایا۔ اور 13/جولائی کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے دن 2 لاکھ افراد بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضور کی وفات تک عالمی بیعت کی 10 تقاریب میں قریباً 17 کروڑ نو احمدی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ یہ بیعت کا نظام بھی ان پیشگوئیوں کے مطابق ہے جن میں کہا گیا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ امام مہدی کی بیعت کرو۔ اور پھر دنیا میں عظیم انقلاب برپا ہوگا۔

خدمت انسانیت کا بے پناہ جذبہ

حضور کے دل میں خدمت انسانیت کی بے پناہ تڑپ تھی اور یہ ہر رنگ و نسل اور ملت و مذہب سے بالاتر تھی۔ آپ کی مالی تحریکات میں سے کئی دنیا کے مختلف خطوں کے مصیبت زدگان کے لئے ہیں۔

1984 میں آپ نے افریقہ کے قحط زدگان، 1992 میں صومالیہ کے قحط زدگان اور 1994 میں اہل روانڈا کے لئے مالی تحریکات فرمائیں۔ اسی طرح

السلویڈور کے زلزلہ زدگان کے لئے تحریک فرمائی۔ جنوری 1995 میں جاپان کے شہر کوبے میں زلزلہ آیا جس میں حضور کے ارشاد کے تابع جماعت نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح اگست 1999 میں ترکی اور 2001 میں بھارت میں زلزلہ کے موقع پر جماعت نے ہر قسم کی امداد میں حصہ لیا۔

1992 میں بوسنیا کی جنگ سے بے گھر ہونے والے لوگوں کے لئے جماعت نے غیر معمولی خدمت کی توفیق پائی۔ ان کے اہل خانہ کی تلاش کے لئے حضور نے احمدیہ ٹیلی ویژن پر خصوصی پروگرام نشر کروائے نیز بوسنیا کے جہاد میں احمدیوں کو حتی الوسع حصہ لینے کی تحریک فرمائی۔

30/ اکتوبر 1992 کو حضور نے بوسنیا کے یتیم بچوں کی امداد اور 19 فروری 1993 کو بوسنین خاندانوں سے مؤاخات قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔

92/جنوری 1999 کو حضور نے افریقن ممالک خصوصاً سیرالیون کے مسلمان یتامیٰ اور بیوگان کی خدمت کی عالمی تحریک کی اور فرمایا یتامیٰ کو گھروں میں پالنے کی رسم زندہ کریں۔ 5/فروری 1999 کو حضور نے عراق کے یتیموں اور بیواؤں کے لئے خصوصی دعاؤں کی تحریک فرمائی۔

اس سے قبل حضور نے 30/مئی 1997 کے خطبہ میں یہ بھی تحریک فرمائی کہ احمدی خدمت خلق کرنے والی عالمی تنظیموں کے ممبر بنیں۔

عالمی سطح پر بڑھتے ہوئے ظلم وستم اور خدمت کے وسیع میدانوں میں جماعت کا خاطر خواہ حصہ ڈالنے کے لئے حضور نے 1992 میں خدمت خلق کی عالمی تنظیم قائم کرنے کا اعلان فرمایا جس کی روشنی میں Humanity First کی تنظیم 1993 میں قائم ہوئی۔ یہ تنظیم اب تک یوگوسلاویہ، کروشیا، ہنگری، سلووینیا، بوسنیا، سیرالیون سمیت 15 ملکوں میں خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اور ان خدمات کا تعلق یتیموں کی دیکھ بھال، پینے کے صاف پانی کی فراہمی، حصول تعلیم، فنی تعلیم، خوراک، علاج، بینائی کی واپسی، زلزلہ سے متأثرہ افراد کی بحالی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سلسلہ ترقی پذیر ہے۔

حضور کا دورہ نارتھ پول

حضور نے 1993 میں قطب شمالی کے بلند ترین مقامات کا دورہ فرمایا۔ 24/جون کو حضور نارتھ کیپ (ناروے) پہنچے یہ وہ مقام ہے۔ جہاں 24 گھنٹے دن رہتا ہے۔ حضور نے وقت کا اندازہ کر کے مغرب وعشاء کی نمازوں سے لے کر اگلے دن کی ساری نمازیں قافلہ کے ساتھ باجماعت ادا کیں اور 25/جون کو خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ دجال کے زمانہ میں غیر معمولی لمبے دن ہوں گے اور وقت کا اندازہ کر کے نماز ادا کرنا۔

ہومیوپیتھی کی ترویج

حضور میں خلافت سے قبل ہی ہومیوپیتھی اور اس کے ذریعہ مفت علاج کا بے پناہ جذبہ موجزن تھا۔ 1960 کے لگ بھگ آپ نے گھر سے دوائیں دینا شروع کیں۔ اور پھر 1968 میں وقف جدید میں فری ہومیوپیتھی ڈسپنسری کا اجرا فرمایا۔ اور بے حد وقت دے کر مریضوں کا علاج فرماتے رہے۔

حضور نے 23/مارچ 1994 سے ایم ٹی اے پر ہومیوپیتھی کلاسز کا اجرا فرمایا۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف بیماریوں اور دواؤں کا مزاج اور شفا کے حیرت انگیز واقعات بیان فرمائے۔ قریباً 200 کلاسز کی ریکارڈنگ کے بعد انہیں کتابی شکل میں علاج بالمثل یعنی ہومیوپیتھی کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ اس کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

حضور نے یہ تحریک بھی فرمائی کہ کثرت کے ساتھ فری ہومیوپیتھی ڈسپنسریاں قائم کی جائیں جہاں سے فری علاج کیا جائے اور احباب جماعت کو ان سے مطلع کیا جائے چنانچہ برطانیہ سمیت دنیا کے بیسیوں ممالک میں اس طرح کے مراکز قائم ہو چکے ہیں جہاں احمدی اور غیر احمدی ادویہ حاصل کرتے ہیں۔

ربوہ میں وقف جدید کی ڈسپنسری کے علاوہ کم از کم ایک درجن مراکز قائم ہیں۔ نیز طاہر ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ سنٹر ربوہ کے نام سے ایک بڑے ادارہ کی بنیاد 2000 میں ڈالی جا چکی ہے۔ جس کی اپنی عمارت زیر تعمیر ہے۔

حضور کے لیکچرز اور کتب کے طفیل گھر گھر میں چھوٹے چھوٹے ہومیو پیتھ

بن گئے ہیں جو معمول کی بیماریوں کا ابتدائی علاج کرنے کے قابل ہیں۔ بے شمار غیراز جماعت بھی حضور کے نسخوں سے استفادہ کرتے ہیں اور بہت ماہر ہومیو پیتھ بھی حضور کے تجربات اور عظمت کے قدر دان ہیں۔

ترجمۃ القرآن

حضور نے 15 رجولائی 1994 کو ایم ٹی اے پر ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز کیا اور 24 رفروری 1999 کو 305 گھنٹے کی کلاسز کے ذریعہ تکمیل ہوئی، جس میں ترجمہ کے علاوہ ضروری تشریحات بھی موجود ہیں۔ یہ ترجمہ 2000 میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔ تفسیری نوٹس کے ساتھ 2002 میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

یہ ترجمہ سادہ، سلیس ہونے کے باوصف نہایت درجہ فصیح و بلیغ اور اصل الفاظ کے قریب تر ہے۔ اور اردو ادب کا بھی شاہکار ہے۔ اس میں عام طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ عربی میں مذکر اور مؤنث بولے جانے والے الفاظ کا ترجمہ بھی اردو میں ان کے مطابق کیا گیا ہے۔

وَسِّعْ مَکَانَکَ کا نیا دور

وَسِّعْ مَکَانَکَ کا الہام خلافت رابعہ میں بھی بڑی شان سے پورا ہوا۔ اور تمام جماعتی مراکز اور دفاتر میں حیرت انگیز وسعت پیدا ہوئی کئی شعبے جو چھوٹے چھوٹے کمروں میں محدود تھے اب وسیع دفاتر کے مالک ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، تمام ذیلی تنظیمیں، جامعہ احمدیہ، ربوہ کی بستی اس کی مساجد اور بازار سب کے سب اس الہام کا فیض پا رہے ہیں پاکستان میں قریباً تمام بڑے ضلعی مقامات پر مساجد اور دفاتر میں اضافہ ہوا ہے۔ گیسٹ ہاؤسز تعمیر ہوئے ہیں۔

بیرون پاکستان خصوصیت سے قادیان، جرمنی، برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ میں مرکزی اور ذیلی تنظیموں کے دفاتر میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

دورہ انڈونیشیا

حضور نے 19 رجون تا 11 رجولائی 2000 کو انڈونیشیا کا دورہ فرمایا کسی خلیفہ کا یہ انڈونیشیا کا پہلا دورہ تھا۔ جس کی بہت پذیرائی ہوئی۔ صدر مملکت نے بھی ملاقات کی اور دانشوروں کے ساتھ کئی مجالس منعقد ہوئیں۔ حضور نے جلسہ سالانہ سے خطابات فرمائے جس میں 16 ہزار افراد شریک ہوئے۔

مدرسہ حفظ القرآن

مرکز سلسلہ ربوہ میں مدرسۃ الحفظ لمبے عرصہ سے قائم ہے جس میں مارچ 1957 سے 2002 تک 223 بچے قرآن کریم حفظ کر چکے ہیں۔ جون 2000 میں اس کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا گیا اور بہت سی اصلاحات عمل میں لائی گئیں۔ بچیوں کے لئے عائشہ دینیات اکیڈمی قائم کی گئی ہے جس سے 29 طالبات قرآن کریم حفظ کر چکی ہیں۔

2 رستمبر 2000 کو برطانیہ میں مدرسہ حفظ القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں ٹیلی فون اور جز وقتی کلاسوں کے ذریعہ بچوں کو قرآن حفظ کروایا جاتا ہے۔ اس کلاس کا نام حضور نے ''اَلْحَافِظُوْن'' رکھا ہے۔

حضور نے کئی بار حفظ قرآن کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر احمدی کو کم از کم وہ آیات یاد ہوں جو حضور نمازوں میں تلاوت فرماتے تھے۔

انسداد بیروزگاری، رشتہ ناطہ اور مریم شادی فنڈ

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے 2000 میں ایک رؤیا کی بناء پر انسداد بیروزگاری اور رشتہ ناطہ کے امور کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائی۔ اس مقصد کے لئے آپ نے تفصیلی ہدایات جاری فرمائیں اور بے شمار گھرانے اس سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔

حضور نے اپریل 1992 میں جماعت کو غریب بچیوں کی شادی کے انتظام

میں حصہ لینے کی تحریک فرمائی۔ اور معاشرے میں جہیز کی وجہ سے پریشان والدین کی مدد کے لئے وفات سے چند ہفتے قبل آپ نے مریم شادی فنڈ کے نام سے تحریک فرمائی۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے ملک کے اندر ضرورتمند بچیوں کے جہیز کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرنے کا وعدہ کیا۔ حضور نے فرمایا انشاء اللہ یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

صاحب فکر و آگہی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ذات والا صفات ظاہری اور باطنی علوم کا سمندر تھی آپ کو حصول علم کا بے پناہ شوق تھا جدید ترین سائنسی علوم کے متعلق آپ کی معلومات حیرت انگیز تھیں اور آپ قرآن کریم کی روشنی میں ان علوم کا محاکمہ کرنے پر قادر تھے۔

دنیا اور خصوصاً جماعت کو ان علوم سے بہرہ ور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو تقریر اور تحریر کا بادشاہ بنایا تھا آپ ایک قادر الکلام شاعر اور ادیب، سحر طراز مقرر اور خطیب تھے۔ آپ کے ایک ہزار کے قریب خطبات جمعہ ریکارڈ ہیں۔ ان میں سے اکثر سلسلہ وار مضامین پر مشتمل ہیں۔ اور اسلامی علوم کا بے پناہ خزانہ ہیں۔

ان علوم کی دوسری نہر مجالس عرفان کے ذریعہ جاری ہوئی۔ یہ ہزار ہا مجالس اردو اور انگریزی میں ہیں۔ جن کے تراجم کئی زبانوں میں رواں نشر ہوتے رہے۔ لقاء مع العرب کا پروگرام 400 گھنٹوں پر مشتمل ہے۔ اردو کلاس، چلڈرن کلاس، اطفال، لجنہ، جرمن، بنگلہ احباب سے ملاقات کے سینکڑوں پروگراموں نے ان علوم کو سمیٹنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

آپ نے سینکڑوں تحریری پیغامات دیئے۔ سینکڑوں خطوط اپنے ہاتھ سے لکھے۔ ہر پیغام اور خط ادب کا بھی ایک شہ پارہ ہے۔ اور ایک بلند پایہ ادیب لفظ لفظ سے جلوہ نمائی کرتا ہے۔

دنیا کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر آپ کی بیمثال رہنمائی نے آپ کی ذات اور جماعت کو دنیا بھر میں ایک نئی عزت اور وقار عطا کیا۔

ربوہ اور لندن کے جلسہ ہائے سالانہ کے علاوہ جرمنی، کینیڈا اور امریکہ سمیت درجنوں ممالک کے سالانہ جلسوں پر آپ کے طویل مگر سحر انگیز خطابات آپ کے بے مثال اور ناقابل فراموش تحفے ہیں۔

آپ کی شاعری سچائی کے ساتھ عشق الٰہی اور محبت رسولؐ میں گوندھی ہوئی ہے۔ دلوں میں کھب جانے والی اور سینوں میں گھر کرنے والی جس کے بعض شعروں پر غیر بھی سر دھنتے ہیں۔

آپ کے درس القرآن اور قرآن کلاسز علوم قرآنی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں۔

آپ کی نمازوں اور دعاؤں نے کتنے ہی گھروں کے چراغ روشن کئے۔ آپ کی مجالس اور ملاقاتیں نور کے ہالے ہوتے تھے آپ کی پروقار شخصیت جماعت کے سر کا تاج اور ماتھے کا جھومر تھی وہ مسجد فضل لندن جہاں آپ کے جانے سے پہلے نماز جمعہ پر چند نمازی اکٹھے ہوتے تھے آپ کی وفات پر 12 ہزار افراد آپ کے آخری دیدار کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ یہ آپ کی بے مثال کامیابیوں کا اعجاز تھا۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ جماعت کی عالمی وحدت اور منصب خلافت کا استحکام تھا۔ آپ نے ہر فتنے کو کچلا، ہر وسوسے کی بیخ کنی کی ہر رنگ میں اس مضمون کو اس طرح کھولا کہ دنیا کی سازشوں کے باوجود آپ نے اپنی امانت نہایت شاندار طریق سے اگلے خلیفہ کے سپرد کر دی۔

اے خدا کے مقدس خلیفہ، اے ہمارے محبوب رہنما!! اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسیح موعودؑ کا تجھ پر سلام ہو۔ احمدیت کے گلی کوچے، گلشن اور پھول پھل ہمیشہ تیرے ممنون احسان اور تیرے لئے دعا گو رہیں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا 7 اگست 2003ء صفحہ 3 تا 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

غریبوں کے خلیفہ

لطف الرحمٰن محمود

1957یا 1958 کی بات ہے، ہمارے محلّہ کے زعیم صاحب، مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے نئے قائد سے اپنی مجلس کے خدام کا باری باری تعارف کروار ہے تھے۔ قائد صاحب ہر خادم کے پیش ہونے پر صرف ایک ہی سوال کا جواب جاننے کے خواہاں تھے کہ اس خادم کو مسجد میں کتنی نمازیں باجماعت ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ مجلس ربوہ کے نئے قائد، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تھوڑا عرصہ پہلے لندن یونیورسٹی کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس تشریف لائے تھے۔ یہ تھی حضرت میاں صاحب کے ساتھ تعارف کے حوالے سے عاجز کی پہلی ملاقات۔ اس کے بعد اُنہیں بار بار ملنے اور سُننے کے مواقع ملے۔ چند سال بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ کی نشستوں میں یہ تعلق اور قُرب اور بھی بڑھا۔ 1960 سے 1966 تک وہ مجلس مرکزیہ کے نائب صدر بھی رہے اور مجلس کی مطبوعات (ماہنامہ خالدؔ اور تشحیذ الاذہان) کی اشاعت اور معیار بلند کرنے کیلئے جو مشاورتی بورڈ تشکیل دیا گیا، حضرت میاں صاحب اُس کے بھی صدر تھے۔ خالدؔ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی عاجز کو اُن سے استفادہ کی توفیق ملی۔ وقت گزرنے کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب کی کئی حیثیتیں متعیّن ہوتی گئیں۔ مثلاً جلسہ سالانہ اور دیگر تقاریب میں سامعین پر چھا جانے والا خطیب، اُبھرتی ہوئی نئی ملک گیر انجمن وقف جدید کا ناظم ارشاد، منفرد مصنف، جلسہ سالانہ کے ایک بڑے لنگر خانہ کا افسر، مجلس افتاء کا رکن، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی وفات کے بعد قائم کی جانے والی فضل عمر فاؤنڈیشن کا چیئر مین، غرض ذمہ داریوں کا یہ بوجھ بڑھتا گیا۔ محترم میاں صاحب کچھ عرصہ قائمقام وکیل التبشیر بھی رہے۔ اُس دور میں آپ نے بیرونی ممالک میں جماعتی مشنوں کی تبلیغی مساعی اور اُن کے ہاں تیار کئے جانے والے لٹریچر کا جائزہ لینے کیلئے ایک سوالنامہ بھجوایا۔ کسی شعبہ کے متعلق ایسا جامع سوالنامہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ 1974 میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی نشستوں میں جماعتِ احمدیہ کا مسلک واضح کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو جانا پڑا تو حضورؒ کی معاونت کیلئے علمائے سلسلہ کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی اس کمیٹی کے رُکن تھے۔ حضرت میاں صاحب کی اور بھی خدمات اور کئی حیثیتیں ہیں۔ منصبِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل حضرت میاں صاحب کی تنظیمی، تربیتی، قلمی، لسانی صحافتی اور دیگر خدمات کا صحیح احاطہ تو حضورؒ کا سوانح نگار ہی کرے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ٹھوس کاموں اور کارناموں سے بھر پور 21 سالہ دورِ خلافت تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے۔ بعض تحریکات ایسی ہیں جن کے اثرات اگلی صدی کو بھی متاثر کریں گے۔ اس تحریر کے ذریعے، راقم الحروف، حضورؒ کی شخصیت کے صرف ایک پہلو، غریب پروری، پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے اور اس مقصد کیلئے ''غریبوں کے خلیفہ'' کا عنوان منتخب کیا ہے۔

غریبوں اور مسکینوں سے حُسنِ سلوک کی مذہبی اہمیت

الہامی کتابوں اور مذاہبِ عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو آج تک کسی ایسے ''یوٹوپیا'' میں زندگی بسر کرنے کا موقع نہیں ملا جس میں غرباء، یتامیٰ، بیوگان، اور معاشرے کے دیگر مظلوم اور ضرورت مند طبقے موجود نہ ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو الہامی کتابوں میں یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں وغیرہ پر ظلم نہ کرنے اور اس کے برعکس اُن کی مدد کرنے کی تلقین نہ کی جاتی۔ جس طرح ہمیں دولت اور مادی وسائل کی تقسیم میں کمی بیشی نظر آتی ہے اسی طرح انسانی دلوں میں نرمی اور سختی کی کیفیات میں بھی فرق محسوس ہوتا ہے۔ اس دنیا میں جہاں غریبوں اور محروموں کے دکھوں کو محسوس کرنے والے بھی بستے ہیں وہاں بڑے بڑے سفاکوں اور سنگدلوں کے واقعات بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ بوقلمونی کے اس دارالابتلاء میں لازماً ایک حکمت تو ذہن میں آتی ہے۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

(سورۃ الملک آیت 3)

آیئے اس حوالے سے مذہبی لٹریچر پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

کتاب مقدّس

بائبل یعنی تورات و انجیل میں معاشرے کے غریب اور محروم طبقات کا ذکر موجود ہے۔ تورات کی کتاب خروج (Exodus) میں بیوگان اور یتامیٰ سے بدسلوکی کرنے سے منع کیا گیا ہے (باب 22 آیات 22 تا 24) اس نصیحت کو کتاب استثناء (Deutronomy) میں دُہرایا گیا ہے (باب 24 آیات 17 تا 21) انجیل میں غریبوں، مظلوموں اور فاقہ کشوں کو صبر و استقلال پر ''آسمانی بادشاہت'' کی وراثت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس ایک آیت میں تو اہل دولت وثروت کیلئے خوف کا پیغام ہے:

''اونٹ کا سوئی کے ناکے میں گزر جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خُدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔''

(مرقس باب 10 آیت 25)

انجیل میں ایک اچھے سامری (Good Samaritan) کی تفصیل موجود ہے۔ (یہ سامری قرآن مجید میں مذکور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے گوسالہ ساز سامری سے مختلف کردار ہے۔) یہ سامری، سامریہ علاقہ (Samaria) کا رہنے والا ایک غیر یہودی شخص تھا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی غریب پروری کی بناپر، یہود کے معززین سے ترجیحی موازنہ کرکے اسے اَمَر بنادیا ہے۔ اس تمثیل کے مطابق ایک مسافر یروشلم سے (Jericho) جا رہا تھا۔ ڈاکو اُسے لوٹ مار کے بعد زخمی حالت میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہود کا ایک عالم دین اُس کے قریب سے گزرا مگر کوئی توجہ نہ کی۔ خاندانِ بنی لاوی (حضرت ہارونؑ کی نسل کے لوگ) کے ایک بزرگ کا ادھر سے گزر ہوا مگر اُس نے اس مظلوم مسافر کو لائقِ التفات نہ سمجھا۔ مگر وہاں سے گزرنے والے ایک کافر سامری کا دل بھر آیا اُس نے اس زخمی کی مرہم پٹی کی اور اُسے اُٹھا کر ایک مسافر خانہ والے کے پاس لایا اور اُس کی دیکھ بھال کیلئے اُسے رقم بھی دی اور واپس آکر علاج معالجے پر خرچ آنے والی مزید رقم بھی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ (لوقا باب 10 آیات 30 تا 37)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سامری کو سراہا اور اُس کے رویہ کو نجات اُخروی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس خراج تحسین کا یہ اثر ہے کہ اب ڈکشنری میں "Samaritan" سے دُکھی اور مظلوم لوگوں کی مدد کرنے والا انسان مراد لیا جاتا ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف

تورات میں یتامیٰ اور بیوگان کا ذکر ہے انجیل نے اس فہرست میں مسافر اور غریب کو بھی شامل کر دیا ہے مگر خاتم الکتب قرآن مجید کی جامعیت کی شان ملاحظہ فرمایئے کہ ہر قسم کے مظلوم اور محروم طبقوں کا نوٹس لیا ہے محاصلِ زکوٰۃ کے خرچ کے حوالے سے 8 قسم کے افراد یا Categories کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ التوبہ کی آیت 60 ملاحظہ فرمایئے:

1۔ فقراء

2۔مساکین

3۔ زکوٰۃ کا انتظام کرنے والے ملازمین

4۔ تالیف قلوب کے محتاج

5۔ قیدی ' اسیر

6۔ مقروض اور چٹی میں مبتلا لوگ

7۔ فی سبیل اللہ کی وسیع اصطلاح میں بہت کچھ شامل ہے

8۔ مسافر

تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ورنہ اس لحاظ سے اس آیت میں ایک عظیم الشان پیغام اور نظام مخفی ہے۔ پھر اس پر غور فرمایئے کہ زکوٰۃ فنڈ کی تقسیم کا نگران اعلیٰ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مقرر فرمایا اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد، یہ ذمہ داری، حضورؐ کی نیابت کی وجہ سے خلفائے راشدینؓ کو منتقل ہوئی اور اسی سنت کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ مسلمہ میں بھی خلیفہء وقت ہی محاصل زکوٰۃ کی تقسیم کا منتظم اعلیٰ ہے۔ پھر ایک لحہ کیلئے اس پہلو کو بھی پیشِ نظر رکھیئے کہ خداوند کریم نے اس کائنات کے سب سے عظیم اور قیمتی وجود اور سرتاج انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کا ذکر قرآن مجید میں محفوظ فرمایا (سورۃ الضحیٰ آیت 7)۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے افرادِ اُمّت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس بات کو یاد رکھا جائے کہ تمہارا رسولؐ بھی ایک زمانے میں یتیم تھا لہٰذا یتیموں سے ہمیشہ حسنِ سلوک روا رکھنا۔ بلکہ اس میں یتیم کے علاوہ ہر قسم کے سائل سے بھی نرمی اور ملاطفت کی تلقین فرمادی۔

(سورۃ الضحیٰ آیات 11،10)

تورات اور انجیل کے برعکس قرآن مجید نے یتامیٰ کی فلاح و بہبود کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ یتیموں کے اموال و املاک کو ناجائز طریق سے کھانے اور ضائع کرنے کی مذمت (النساء آیت 3، الانعام آیت 153، بنی اسرائیل آیت 35)۔ سورۃ البقرۃ کی آیت 221 میں یتیموں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اُنہیں ''قومی بھائی'' قرار دیا گیا ہے۔

اس موقع پر مفسد اور مصلح کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس میں یہ نکتہ مخفی ہے کہ اگر یتامیٰ کو نظر انداز کیا گیا تو اس مصلحانہ طریقِ کار کو اختیار نہ کرنے کی قیمت معاشرہ اس رنگ میں ادا کرے گا کہ یہ یتامیٰ جرائم پیشہ بن کر معاشرے میں فساد کا باعث بنیں گے! یتیموں کی شادی بیاہ کے حوالے سے بھی قرآن مجید میں نصیحت موجود ہے۔ (سورۃ النساء: 4) یتیم کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت الفردوس میں اپنی معیت کی بشارت دی ہے بلکہ اپنی انگشت شہادت کے درمیانی انگلی سے قُرب کو واضح کر کے اس معیّت کی وضاحت فرمائی۔

(صحیح بخاری باب من یعول یتیما)

یتامیٰ اور بیوگان کے علاوہ ہر قسم کے غریب، محتاج، ضعیف، کمزور، سائل اور ضرورت مند کی خدمت اور دلداری کی تلقین کی گئی ہے۔ ان طبقات کا خیال رکھنے والوں کو حضورؐ پیار اور محبت کی نظر سے دیکھا کرتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ محبت حضورؐ کے اس قول سے ظاہر ہوتی ہے:

''اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ یعنی مجھے کمزوروں یعنی غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں میں تلاش کرو۔''

(ترمذی)

حضورؐ خود بھی یتامیٰ، مساکین، غرباء اور معاشرے کے دیگر کمزوروں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک فرماتے۔ مندرجہ بالا قولِ رسولؐ کو صحیح مسلم کی درجِ ذیل حدیث کے خلاصہ کے ساتھ پڑھ کر اس نیک کام کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ قارئین کو اس حدیث کو بار ہا پڑھنے یا سننے کا اتفاق ہوا ہوگا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے کو یاد دلائے گا کہ اُس نے بیماری، بھوک اور پیاس کی حالت میں نہ خدا تعالیٰ کی عیادت کی، نہ اُسے کھانا کھلایا نہ ہی پانی پلایا۔ انسان اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ تیری ذاتِ اقدس تو ربّ العالمین

ہے۔ تو ان تمام ضروریات سے بے نیاز ہے۔ میں یہ خدمات کیسے سرانجام دیتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ اُسے یاد دلائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، فلاں شخص بھوکا تھا، فلاں فرد پیاسا تھا۔ اگر تو اُن لوگوں سے یہ حسین سلوک کرتا تو تُو نے میری عیادت کی ہوتی۔ مجھے کھانا کھلایا ہوتا اور مجھے پانی پلایا ہوتا۔

(اس حدیث کا مکمل عربی متن دیکھنے کیلئے ملاحظہ فرمائیے 'حدیقۃ الصالحین' مرتبہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ 462,461 'ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشن، ٹلفورڈ برطانیہ)

قرآن وحدیث کی تعلیمات اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہر مسلمان کو مکلف کرتے ہیں کہ وہ غرباء و مساکین اور دیگر ضعفاء کا خیال رکھے۔ امت کے صلحاء اور علماء کو دوسروں کیلئے نمونہ بننا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عہدِ حاضر میں ان اہم معاشرتی تعلیمات کا خلاصہ بھی شرائط بیعت میں شامل کر دیا ہے۔ درج ذیل شرائط ملاحظہ فرمائیے:

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، نہ کسی اور طرح سے۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ اس زمانے میں اپنے سیّد و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا عکس اور ظلّ تھے۔ حضورؑ کی غریب پروری کے بہت سے واقعات سیرت نگاروں نے اپنے مجموعوں میں یکجا کئے ہیں۔ صرف ایک واقعہ کا ذکر کر دیتا ہوں۔ حضورؑ قادیان اور مضافات سے آنے والی غریب عورتوں اور اُن کے بیمار بچوں کیلئے، ہر قسم کی ادویہ منگوا کر اپنے پاس رکھتے اور ضرورت کے وقت ان صندوقوں کو کھول کر ان غریبوں کو دوائیاں اور شربت وغیرہ دیتے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنی کتاب ''سیرت مسیح موعودؑ'' میں اس ''ہسپتال'' کا چشم دید منظر بیان کیا ہے جہاں حضورؑ تین گھنٹوں تک اس کارِ خیر پر مستعد رہے۔ حضورؑ کی اہم دینی مصروفیات کے پیشِ نظر حضرت مولانا رضی اللہ عنہ نے اسے ''قیمتی وقت کا ضیاع'' سمجھا اور حضورؑ سے عرض بھی کر دیا مگر حضرت اقدسؑ کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

''یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں ست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔''

غرض حضرت مسیح موعودؑ اور حضورؑ کے خلفائے عظام اپنے پاک نمونوں سے جماعت میں خدمتِ خلق کے جذبہ کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ جماعت کی سوسالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد خلافت میں مجلس خدام الاحمدیہ نے کئی بار سیلاب کی تباہ کاریوں سے متاثر ہونے والوں کی ٹھوس مدد کی جس کا قومی پریس نے بھی نوٹس لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اپیل پر جماعت نے مندرجہ ذیل تحریکوں میں جوش وخروش سے حصہ لیا۔

- ☆......مساکین کو کھانا کھلانے کی تحریک
- ☆......ادائیگی حقوق العباد کی تحریک
- ☆...... بیماروں کو طبی سہولتیں فراہم کرنے کی تحریک
- ☆......جنگی قیدیوں اور افغان مہاجرین کیلئے گرم کپڑوں اور رضائیوں کی مفت سپلائی کی سکیم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہد خلافت میں احباب جماعت کو حضور کی تحریک پر کئی عظیم الشان کاموں میں حصہ لینے کی توفیق مل چکی ہے۔ ایسے ہی بعض منصوبوں اور تحریکوں کا مختصر جائزہ اس مضمون کا مقصد و مدعا ہے۔ اس تمہیدی تعارف کے بعد اب میرے لئے اصل موضوع کی طرف رجوع کرنا نسبتاً آسان ہوگیا ہے۔

1۔ بیوت الحمد سکیم

یہ حضورؒ کے عہدِ خلافت کی پہلی اہم تحریک ہے اس کا تعلق سپین میں 5 صدیوں کے سکوت اور جمود کے بعد پہلے خانۂ خدا 'مسجد بشارت پیڈرو آباد کی تعمیر اور وہاں سے اذانِ توحید بلند ہونے سے ہے۔ پیڈرو آباد قرطبہ سے 34 میل

کے فاصلے پر مشہور شاہراہ A-4 پر واقع ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 9 اکتوبر 1980 میں اس مسجد کا سنگِ بنیاد نصب فرمایا مگر اس کی رسمِ افتتاح سے پہلے ہی آپ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 10 ستمبر 1982 کو اس کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے مرکز، ربوہ، میں جشنِ مسرت، اظہارِ تشکر اور چراغاں کا اہتمام کیا گیا۔ اس جشنِ انبساط اور اظہارِ تشکر کا پس منظر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سپین پر جسے اسلامی لٹریچر میں اندلس اور ہسپانیہ بھی کہا جاتا ہے مسلمانوں نے تقریباً 800 سال تک حکومت کی ہے۔ بنوامیہ، بربر، بنوحمود، بنوحماد، بنوھود، مؤحدین اور آخر میں خاندانِ ناصریہ کی حکومت رہی۔ 711 میں طارق بن زیاد، چار ہزار ساتھیوں کے ساتھ سپین کے ساحل پر اُترا۔ جبرالٹر (Gibraltar) ''جبل الطارق'' ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ 2 مربع میل رقبہ پر پھیلا ہوا یہ شہر آج بھی آباد ہے اور اس کی آبادی 28,000 نفوس پر مشتمل ہے۔ فی الحال ایک آزاد وطن ہے۔ یہ تو ایک شہر کا نام ہے۔ ہسپانوی زبان میں عربی کے 4,000 الفاظ موجود ہیں۔ طارق کے اسلامی لشکر اور بعد میں آنے والے مجاہدین نے آہستہ آہستہ سارے سپین کو فتح کر لیا۔ شمالی سپین میں ایک چھوٹی سی پٹی رہ گئی جہاں عیسائی حکومت باقی رہی۔ تین صدیوں تک مسلمان متحد رہے اور مسلم ہسپانیہ کو اپنی عظمت و شوکت، علمی فضیلت اور ثقافت کے علاوہ زرعی اور معاشی ترقی کے لحاظ سے یورپ کی سب سے زیادہ مضبوط اور خوشحال مملکت تصور کیا جاتا رہا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ اس طرح ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کیلئے عیسائی حکمرانوں اور سرداروں سے ساز باز کی جانے لگی۔ آخر کار، مسلمانوں کی ہوا اُکھڑ گئی اور پندرھویں صدی میں سپین کی مسلمان حکومت صرف جنوب میں ایک پٹی کی شکل میں باقی رہ گئی اور وہ بھی عیسائیوں کی باجگزار ریاست کے طور پر۔ "Iberia" (سپین کا ایک اور نام) نام کی ایک کتاب میں مسلم سپین کے حوالے سے 6 نقشے دیئے گئے ہیں۔ ایک نقشے میں عروج کے زمانے میں شمالی علاقے میں مسیحی حکومت کی معمولی سی پٹی نظر آتی ہے۔ باقی نقشوں میں مسلمانوں کی حکومت کا علاقہ مسلسل کم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اور حالتِ زوال میں آخری چھٹے نقشے میں جنوب میں صرف غرناطہ کی پٹی باقی رہ جاتی ہے جو سپین کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں جبل الطارق کے قریب واقع ہے۔ اس تدریجی سیاسی اور روحانی گرہن کو دیکھ کر میرا دل دہل گیا اور تقدیرِ اُمم کا یہ عبرت ناک خاکہ دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اس کتاب کے صفحہ 38 پر وہ دل خراش تصویر بھی موجود ہے جب 1492 میں آخری مسلم حکمران ''بو عبدل'' (سلطان ابوعبداللہ) غرناطہ شہر کی کلید ہسپانوی فاتحین کو پیش کرتا ہے!

مسلمانوں نے اپنے عہدِ اقتدار میں سپین کے شہروں اور دیہات میں اَن گنت مساجد، باغات، محلات، قلعے اور حمام بنوائے۔ دسویں صدی عیسوی میں صرف قرطبہ شہر میں 800 مساجد تھیں۔ نمازیوں کو وضو اور طہارت کی سہولت فراہم کرنے کیلئے 700 پبلک حمام موجود تھے۔ شہر کی آبادی اس وقت 3 لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ شہر کی لائبریری میں اڑھائی لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ یہ اعداد و شمار ڈسکوری چینل نے اپنی کتاب Spain میں دیئے ہیں۔ (صفحہ 32)

یہ کہانی سقوطِ ہسپانیہ کے ساتھ ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک نئی دل کو چیرنے والی داستان جنم لیتی ہے جس کے پُرامن ردِعمل کا پہلا مرحلہ ''مسجد بشارت'' ہے۔ غرناطہ شہر کی کلید فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کو حوالے کرنے کے بعد ابوعبداللہ (بو عبدل) نے تھوڑی دور جا کر، جب الحمرا محل پر آخری نظر ڈالی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس کی والدہ (عیسائی اُمِ ولد سلطانہ زُہرہ) نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا:

''مردوں کی طرح لڑ کر جسے تم محفوظ نہیں رکھ سکے، اُسے کھو دینے پر اب عورتوں کی طرح روتے کیوں ہو؟''

(Isabella of Castile, Nancy Rubin, St, Martin's press Edition1991 pp.288)

فرڈیننڈ اور ازابیلا، کلید شہر وصول کرنے کے بعد الحمرا گئے اور وہاں محل کے سب سے اونچے بُرج پر چاندی کی وزنی صلیب نصب کروائی۔ اس محل کی شاہی نشست گاہ میں (Throne Room) جہاں سبع سمٰوٰت کا تصور دیا گیا ہے، فاتحین نے سقوطِ غرناطہ کا جشن منایا۔ اس ہال میں دیواروں پر آیات قرآنی، اسماء الحسنٰی اور کلمہ توحید کندہ ہے۔ اس منحوس لمحے میں 800 سالہ تاریخ بدل گئی۔ مساجد کو گرجوں میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ رومن کیتھولک

مذہب کو، سپین کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ جلاوطنی کے بعد، کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کو، موت، جلاوطنی یا ارتداد میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا۔ یہی سلوک یہود کے ساتھ کیا گیا۔ جلاوطنی کے بعد، بدقسمت بو عبدل کو مراکش میں تدفین کیلئے دو گز زمین مل گئی۔ فرڈیننڈ اور ازابیلا نے لمبے عرصے تک حکومت کی۔ بلکہ اسی ملکہ کی حوصلہ افزائی پر کولمبس نئی دنیا تک جا پہنچا۔ یہ دونوں میاں بیوی (فرڈیننڈ اور ازابیلا) غرناطہ کے شاہی گرجا میں آسودۂ لحد ہیں۔ اس گرجا کی دیوار پر پتھر کی ایک ریلیف پر اسی بوعبدل کی طرف سے کلید غرناطہ پیش کرنے کا منظر بھی منجمد کیا گیا ہے اس سوال کا جواب خود تلاش کیجئے ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اس دردناک پس منظر کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ سپین میں مسجد بشارت کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے احیائے نو کا آغاز فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سپین کے ڈکٹیٹر جنرل فرانکو کے ذرا نرم پڑنے پر مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب کو وہاں تبلیغ کیلئے بھیجا۔ حضرت مولانا مرحوم عطر بنا کر گزراوقات کرتے اور ساتھ ساتھ اسلام کی خوشبو پھیلاتے رہے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ ارضِ سپین پر مسجد بشارت کے افتتاح کا روزِ سعید طلوع ہوا۔ تقریباً 500 سال کی طویل تاریک وتار راتوں کے بعد صبح صادق کا ظہور ہوا۔ اس لئے اس تقریب پر جشن مسرت اور اظہار تشکر واجب تھا۔

حضورؒ نے اس سعادتِ عظمیٰ کی توفیق ارزانی پر اظہار تشکر کے طور پر غرباء کیلئے 100 گھر تعمیر کرنے کی سکیم پیش فرمائی اور 11 نومبر 1982 کو اس کارِ خیر کیلئے جماعت کو، ایک کروڑ روپے کی تحریک فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک پُر فضا ماحول میں بیوت الحمد کی خوبصورت کالونی ربوہ کے مضافات میں موجود ہے جو حضور کی شفقت ومحبت کی ایک حسین یادگار ہے۔ اب تک 106 گھر تعمیر ہو چکے ہیں۔ اس سکیم کا ایک اور خوشگوار پہلو یہ بھی ہے کہ 650 خاندانوں کو جنہیں مکانات کی تکمیل کیلئے دستِ تعاون کی ضرورت تھی، جماعت کی طرف سے مدد دی گئی ہے۔ وسع مکانک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔ ہجرت کے بعد برطانیہ میں تشریف آوری کے بعد، اس الہام کی برکات اور تجلیات حضورؒ کے شاملِ حال نظر آتی ہیں۔ غالباً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوت الحمد سکیم کی پذیرائی کا جلوہ ہے۔ ٹلفورڈ (Tilford) کے مقام پر ''اسلام آباد'' کی شکل میں جماعتی کمپلیکس قائم ہوا۔ برطانیہ میں متعدد شہروں میں مساجد اور مشن ہاؤسز معرضِ وجود میں آئے۔ جماعت کو مسجد ''بیت الفتوح'' کا عظیم منصوبہ مکمل کرنے کی توفیق ملی۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اب حدیقۃ المہدی کا حصول اور وہاں ایک بڑی جلسہ گاہ کا قیام اسی الہام کی ایک اور تجلی ہے۔ اس موضوع کے حوالے سے صرف ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا اس سکیم کے نام پر غور فرمایئے۔ اس کالونی کا نام دارالیتامیٰ، دارالایامیٰ، دارالمساکین نہیں۔ نہ ہی کوئی Shelter Home ہے۔ نہ ہی ''ایدھی سنٹر'' قسم کی کوئی چیز ہے۔ اس کا نام ''بیوت الحمد'' ہے۔ خدائے ذوالجلال کی حمد وثناء سے اسے نسبت دی گئی ہے۔ اس کا ایک دعائیہ پہلو بھی ہے کہ ان مکانوں کے مکین ہمیشہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی توفیق پاتے رہیں۔ کیونکہ صحیح رنگ میں ''آباد'' تو وہی گھر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے معطر رہتے ہیں۔ حضورؒ ہی کا ایک شعر اس ابدی صداقت کا حامل ہے ؎

راہ گیروں کے بسیروں میں ٹھکانا کرکے
بے ٹھکانوں کو بنا ڈالا ٹھکانے والے

2۔ عید کی خوشیوں میں غرباء کو شامل کرنے کی تحریک

حضورؒ نے 12 جولائی 1983 کو اس تحریک کا اعلان فرمایا۔ دوسرے مذاہب کی کئی عیدوں کے برعکس اسلام میں عید کے صرف 2 دن ہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیہ۔ اور پھر اسلامی عیدوں کا پس منظر بھی نہایت ارفع واعلیٰ ہے۔ دوسرے مذاہب و ادیان کے خوشی کے دنوں کا تعلق یا تو فصل کی کٹائی وغیرہ (Harvest) سے ہے یا پھر فتح وشکست یا دشمنی سے نجات کی یاد میں یا پھر ان کے مذہبی بزرگوں کی ولادت ووفات کا پہلو ان کا محرک ہے۔ اسلامی

عیدین میں ان عناصر کا کوئی وجود نہیں۔ عید الفطر رمضان المبارک کے روزوں کی توفیق پانے کی خوشی میں رمضان کے افطار پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ اور عید الاضحیہ، حج بیت اللہ کے سب سے اہم رکن وقوفِ عرفہ سے اگلے دن یعنی 10 ذوالحجہ کو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں عیدین کا تعلق عبادات سے جڑا ہوا ہے۔ عید مسلم ثقافت اور جشن مسرت کی تقریب بھی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے ساتھ ''فطرانہ'' (صدقۃ الفطر) کا تصور پیش کر کے غرباء و مساکین کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کی اہمیت واضح فرمادی۔ فطرانہ کی اجناس یا رقوم کی تقسیم سے غرباء کی مدد کا معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ غریبوں کی دلداری اور امراء کی طرف سے جذباتی گرم جوشی خیر سگالی اور محبت کے اظہار کیلئے ذاتی طور پر وقت کے ایثار کی بھی غیر معمولی اہمیت ہے۔ حضورؒ نے اس کی ضرورت محسوس کر کے امراء کو خاص طور پر تلقین کی کہ وہ ان مواقع پر غرباء سے ملیں۔ اُن کے گھروں میں جائیں۔ اُنہیں تحائف دیں اور ان سے شفقت کا وہ سلوک کریں جس کی ان کی زندگی میں کمی پائی جاتی ہے۔ ایسا کرنے سے امراء قریب سے ذاتی تجربہ کے طور پر محسوس کریں گے کہ ؏

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

یہ محبت اور شفقت اور قرب کے لمحات دے کر وہ غریبوں کے دلوں میں خوشیوں کی ایسی قندیلیں روشن کریں گے جن کی کرنیں شاید اگلی عید تک جگمگ کرتی رہیں۔ حضورؒ کی اس مبارک تحریک کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ ہر ملک سے خوشگوار نتائج کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ بین الاقوامی سطح پر اس تحریک نے اثرات مرتب کئے۔ یورپ اور امریکہ میں رہنے والے احمدی بچوں نے پیارے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحائف کے پیکٹ بنا کر افریقہ کے غریب ممالک میں رہنے والے بھائیوں اور بہنوں کو بھجوانے شروع کئے۔ اس طرح اس کا دائرہ کار وسیع تر ہو گیا۔ کرسمس کے موقع پر تحائف کے علاوہ ان قوموں کی خوشحالی کا بھی ایک اثر ہے لیکن خیرِ امّت ہونے کی وجہ سے ہمیں اس میدان میں اُن پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عید الاضحیہ کے موقع پر قربانی کے جانوروں کے گوشت کا 1/3 حصہ غرباء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شریعت اور فقہ و روایت نے یہ راہیں تو متعین کردی ہیں مجھے یاد ہے کہ سیرالیون میں قیام کے دوران ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ حضورؒ نے جیبِ خاص سے رقم بھجوائی کہ وہاں گائے ذبح کروا کر گوشت غرباء میں تقسیم کیا جائے۔ حضور نے 28 مارچ 1999 کو احباب جماعت کو بھی تلقین فرمائی کہ غریب ممالک میں قربانی کے جانور ذبح کروانے کیلئے رقوم بھجوائی جائیں۔ ویسے بھی یورپ اور امریکہ میں عید الاضحیہ کے موقع پر جانور ذبح کرنے اور اُن کی بعض آلائشیں اور اعضاء و اجزاء اِدھر اُدھر آزادانہ پھینکنے کی وہ سہولت میسر نہیں جو ہمیں پاکستان، ہندوستان اور افریقہ میں حاصل ہے۔ قربانی کا انحصار نیت پر ہے۔ اسے قبول تو خدا ہی نے کرنا ہے اگر غریب ممالک میں کی جائے تو ممکن ہے ثواب میں بھی اضافہ ہو جائے۔ حضورؒ نے اس تحریک کے ذریعے خیر سگالی کے جذبات کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ابھارنے کی سعی فرمائی۔ حضور نے 19 جون 1999 کو ایک مرتبہ پھر غریبوں کے ساتھ عید منانے کو منظم رنگ دینے کی تحریک فرمائی۔ امداد کے وقت اگر غرباء و مساکین کی عزت و تکریم بھی ملحوظ رہے تو کیا بات ہے۔ اگر دینے والے ہاتھ کی اپنے ہی دوسرے ہاتھ کو خبر بھی نہ ہونے پائے تو یہ مرحلہ اس پاک جذبے کی معراج ثابت ہو سکتا ہے۔ سال میں دو بار آنے والی ان تقاریب پر خوشیوں کے دیپ جلا کر غرباء کیلئے محبت کی چراغاں کرتے رہیئے۔ اس مبارک تحریک پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سرد مہری کی برف نہیں جمنی چاہیئے۔ اسے مستقل طور پر زندہ رہنا چاہیئے!

3۔ مختلف ممالک کے غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کیلئے تحریکات

ہمارے مخدوم حضرت حافظ سید مختار احمد صاحبؓ شاہجہانپوری کے استادِ محترم جناب امیؔر مینائی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیؔر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

آج سے ڈیڑھ دو سو سال قبل کی دنیا بہت مختلف تھی۔ اول تو اتنی آبادی نہ تھی اور پھر نہ ریڈیو نہ ٹی وی، نہ میڈیا، نہ فون فیکس نہ انٹرنیٹ ''سارے جہاں'' کا حدودِ اربعہ اول تو شہر یا صوبہ یا زیادہ سے زیادہ کسی ایک ملک پر محیط ہوتا تھا۔

جناب امیر کے دردِ جگر کی وسعت اور گہرائی بھی اسی حوالے سے ہوگی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مندرجہ بالا شعر حضورؒ ہی پر چسپاں ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 21 سالہ دورِ خلافت میں بارہا مختلف ممالک کے متاثرین کے مصائب و مسائل کو ذاتی طور پر محسوس کیا اور دردمند دل کے ساتھ اکناف عالم میں پھیلی ہوئی جماعتوں کو دعاؤں، مالی امداد اور مناسب عملی تدابیر اختیار کرنے کی تحریکیں فرمائیں اور بار بار کیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

براعظم افریقہ: 9 نومبر 1984 کو افریقہ کے قحط زدہ علاقہ کے متاثرین کی مالی امداد کیلئے تحریک فرمائی۔

اَلسلویڈور (El Salvador): 17 اکتوبر 1986 کو حضور نے وسطی امریکہ کے اس ملک میں زلزلے کے متاثرین، خاص طور پر یتامیٰ کی امداد اور کفالت کیلئے تحریک فرمائی۔

افریقہ: ایک مرتبہ پھر حضور نے قحط زدہ افریقی علاقوں کے مفلوک الحال افراد کی مدد کرنے کی تلقین فرمائی۔

سیرالیون: 2 جنوری 1989 کو حضرت اقدسؒ نے مغربی افریقہ کے اس ملک میں غربت اور افلاس دُور کرنے کیلئے دعاؤں اور تدابیر اختیار کرنے کی تحریک فرمائی۔

افریقہ اور ہندوستان: حضور نے 12 اگست 1989 کے جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے خطاب کے دوران افریقہ اور ہندوستان کیلئے 5 کروڑ روپے کی مالی تحریک فرمائی۔

ایران: جون 1990 میں خوفناک زلزلے کی تباہی کے متاثرین کی امداد کیلئے حضورؒ نے امداد کی تلقین فرمائی۔

براعظم افریقہ: حضورؒ نے ایک مرتبہ پھر 18 جنوری 1991 کو افریقہ کے فاقہ زدہ علاقوں میں مدد فراہم کرنے کی تحریک فرمائی۔

پاکستان: حضور نے جنوری 1991 میں کفالتِ یتامیٰ کی طرف جماعت کو متوجہ فرمایا اور اس کارِ خیر کیلئے ''کفالتِ یکصد یتامیٰ'' کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

لائبیریا: لائبیریا میں بھی خانہ جنگی کی سی حالت پیدا ہوگئی۔ حضورؒ نے اپریل 1991 میں لائبیریا کے مہاجرین کی امداد کیلئے احباب جماعت کو تحریک فرمائی۔

صومالیہ اور بوزنیا: حضور نے 30 اکتوبر 1992 کو ان دونوں ممالک کی مدد کیلئے تلقین فرمائی۔ صومالیہ افریقہ کا وہ ملک ہے جو لمبے عرصے سے خانہ جنگی اور طوائف الملو کی کا شکار چلا آرہا ہے۔ مختلف دھڑوں کے لیڈر، اقتدار کیلئے عوام کا استحصال کرنے میں جُتے ہوئے ہیں۔ اہلِ صومالیہ کی بدقسمتی ہے کہ اُن میں دوست دشمن اور امن و جنگ میں تمیز کرنے کی استعداد کم ہوگئی ہے۔ چند سال قبل پاکستان نے اقوام متحدہ کی امن فوج کیلئے اپنے دستے بھجوائے۔ ان لوگوں نے 40 سے زائد پاکستانی فوجیوں کو شہید کر دیا اور اس تعداد سے زائد کو زخمی کر دیا۔ اس قسم کے آتشیں مزاج کے باوجود ان حضرات کو نفاذِ شریعت کا دعویٰ ہے!!!

بوزنیا: 29 جنوری 1993 کو حضور نے بوسنیا میں سرب (Serb) درندوں کے ہاتھوں دکھ اٹھانے والے مسلمان مظلوموں کی مدد کیلئے جاری فنڈ میں دل کھول کر حصہ لینے کی تلقین فرمائی۔

بنگلہ دیش: 4 مئی 1994 کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے طوفان اور سیلاب کے متاثرین کے امدادی کام کیلئے پُر جوش اپیل فرمائی۔

روانڈا: براعظم افریقہ کے ایک اور مظلوم ملک (Rwanda) میں اپریل 1999 میں بدقسمتی سے نسلی فسادات پھوٹ پڑے۔ Tutsi اور Hutu قبائل کے درمیان اس تصادم میں بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا۔ بدقسمتی سے عیسائیوں نے عیسائیوں کو قتل کیا۔ 100 دن کے اندر اندر ہُوٹو قبیلے نے ٹُٹسی قبیلے کے 8 لاکھ افراد قتل کر دیئے۔ چرچوں میں پناہ لینے والے مہاجرین کو بھی پادریوں کی موجودگی میں مولی گاجر کی طرح کاٹ دیا گیا۔ حضورؒ نے 22 جولائی 1994 کو روانڈا کے مظلوموں کی امداد کیلئے تحریک کا اعلان فرمایا۔

جاپان: 1995 میں ایک زلزلے سے جاپان میں بہت نقصان ہوا حضور نے 4 فروری 1995 کو زلزلہ زدگان کی امداد کیلئے تلقین فرمائی۔

بوسنیا اور البانیہ: حضور نے 16 جولائی 1996 کو دوبارہ ان ممالک کے متاثرین کی مدد کیلئے خاص دعاؤں اور عملی اقدامات کی تحریک فرمائی۔ چند

دن بعد 30 مئی کو حضور نے ایک مرتبہ پھر جماعت عالمگیر کو اپنے اپنے علاقوں میں غرباء و مساکین کی خدمت کرنے کی خاص اپیل فرمائی۔

سیرالیون، مغربی افریقہ: 5 فروری 1999 کو حضورؒ نے ایک مرتبہ پھر سیرالیون کے مسلمان یتامیٰ اور بیوگان کی خدمت کی تحریک فرمائی اور دنیا بھر کی جماعتوں سے سیرالیون کیلئے عالمی دعا کی اپیل کی۔

عراق: اس ملک کو کئی سال سے ایک ابتلاء کا سامنا ہے۔ اغیار کی نسبت اہل وطن کی متحارب تنظیموں اور ان کے لشکروں نے زیادہ لوگ مارے ہیں۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے وطن کی املاک کو تباہ و برباد کیا۔ اور یہ سلسلہ رکنے میں نہیں آ رہا۔ مگر حضورؒ کا حساس دل اس دکھ سے بے قرار رہا۔ پہلی خلیج جنگ کے دنوں سے حضورؒ کے انتقال پُر ملال سے دو ہفتے قبل، عراق کے عوام کی مالی امداد کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان دنوں حضور خود بیمار تھے۔ زیرِ علاج تھے۔ مگر ہزاروں میل دُور رہنے والے مظلوموں کے دکھوں کا درد بھی پال رہے تھے!

"سارے جہاں کے درد" کو ان تحریکوں اور اپیلوں کے حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس جریدہ کی تنگ دامانی سے مجبور ہوں ورنہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضور کی سیرت کے اس پہلو پر مزید لکھوں۔ اس مجبوری کے باوجود بوسنیا اور سیرالیون کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان ممالک سے میرا ایک قلبی تعلق بنتا ہے۔

بلکان کا خطہ جہاں بوسنیا واقع ہے یورپ کا پرانا ناسور ہے۔ جنگ عظیم اول (1914-18) کا آغاز وہاں سے ہوا۔ بدقسمتی سے اس علاقے کے مسلمانوں کو مذہب سے وابستگی کی قیمت چکانی پڑی۔ یوگوسلاویہ کے مردِ آہن مارشل ٹیٹو کی وفات کے بعد اس ملک کے بعض علاقے اس سے ٹوٹ کر الگ ہونے کے متمنی تھے مگر انہوں نے بوزنیا کے مسلمانوں پر یہ ملبہ گرایا اور سرب درندوں نے 1992 تا 1995 تقریباً ساڑھے تین سال تک بوزنین مسلمانوں کو "نسلی تطہیر" (Ethnic Cleansing) کے نام پر خاک و خون میں تڑپایا۔ ہزاروں بے گناہ مرد اور نوجوان شہید کر دیئے گئے۔ سینکڑوں عورتوں کی عصمتیں تار تار کر دی گئیں۔ Sarajevo کے ایک علاقہ کو اقوام متحدہ نے "محفوظ زون" قرار دیا تھا۔ سربوں نے اسی علاقہ میں اتنی خون ریزی کی کہ یہی علاقہ "Sniper Valley" کہلانے لگا!

بوزنیا کے المیے پر بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ Sara Terry کی ایک کتاب

Aftermath: Bosnia's Long Road To Peace

میرے سامنے ہے جس میں اس صحافی خاتون نے بوسنین مہاجرین، بیوگان یتامیٰ اور مظلوموں کا قریبی جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں 161 تصاویر دی ہیں جو خانہ جنگی کے بعد امن کے زمانے میں بنائی گئیں۔ یہ تصاویر الفاظ سے زیادہ قوت گویائی کی حامل ہیں۔ ان تصاویر پر ایک نظر ڈال کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ بوزنین مسلمانوں کی جان اور عزت و آبرو کتنی ارزاں رہی!!

4۔ افریقہ میں غرباء کی مدد کیلئے مختلف تحریکیں اور سکیمیں

براعظم افریقہ لمبے عرصے تک سامراجی طاقتوں کے استحصال کا شکار رہا ہے اسی دورِ استبداد میں مسیحی منادوں نے تہذیب کی روشنی پھیلانے کے نام پر لاکھوں لوگ مرتد کر لئے۔ مجھے افریقہ کے ایک چھوٹے سے ملک میں تقریباً 30 سال تک رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے کئی لوگوں کو یہ فقرہ دہراتے ہوئے سنا ہے:

"I am Muslim by birth but Christian by education"

یعنی میں پیدا تو مسلمان ہوا مگر مشن سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد عیسائی ہو گیا۔ اسی طرح سینکڑوں مسلمان لڑکیاں عیسائی خاوندوں سے رشتہء ازدواج میں منسلک ہو کر عیسائی نسل کی مائیں بن گئیں

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

اس صورتِ حال تک پہنچانے میں تعلیمی پس ماندگی کے علاوہ غربت اور اقتصادی بدحالی کے عناصر بھی شامل ہیں۔ جماعت احمدیہ کے خلفائے عظام نے اسلام کے دفاع، تحفظ اور استحکام کیلئے افریقہ میں تبلیغ اور دینی تربیت و

اصلاح کے کام کے ساتھ ساتھ مروجہ تعلیم کیلئے سکول اور طبی سہولتوں کیلئے کلینک اور ہسپتال جاری کئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہدِ خلافت میں اس قسم کے ادارے قائم کرنے کا آغاز ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1970 میں مغربی افریقہ کے ممالک کا دورہ مکمل کرنے کے بعد نصرت جہاں سکیم کے اجراء کا اعلان فرمایا جس کے تحت ان ملکوں میں سکولز اور کلینک قائم کرنے کا وسیع منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور اس منصوبے کیلئے بہت بڑا فنڈ قائم کیا گیا۔ تحریک جدید اور نصرت جہاں سکیم کے تحت دونوں قسم کے تعلیمی اور طبی ادارے پہلو بہ پہلو چلتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دورۂ افریقہ کے دوران 22 جنوری 1988 کو نصرت جہاں سکیم کی تنظیم نو کا حکم دیا۔ اس کے بعد افریقہ کے تمام ممالک میں سکولز اور ہسپتال نصرت جہاں کی نگرانی میں دے دیئے گئے۔ اس انقلابی اقدام کے بعد، یہ ادارے، یکسانیت کی پالیسی کی بدولت کارکردگی کی نئی وسعتوں سے ہمکنار ہوئے۔

مجلس نصرت جہاں نے اپنے سکولز میں پاکستان سے واقفِ زندگی کی فراہمی کی علاوہ، تدریسی معیار کو بہتر بنانے کیلئے فزکس کے آلات، کیمسٹری کے کیمیائی مرکبات اور شیشے کا سامان، نیز بیالوجی کے ماڈلز بھی فراہم کئے مجھے یاد ہے کہ سیرالیون میں موصول ہونے والا یہ سامان خاکسار نے اپنی نگرانی میں سکولوں میں تقسیم کروایا۔ یہ بروقت امداد تھی۔ اس کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک طرف جماعت کو ایسا سامان فراہم کررہی تھی۔ دوسری طرف' آپریٹس' اس سامان کے موصول ہونے کے جلد بعد ہی آلات اور کیمیکلز کی قلت اور نایابی کی وجہ سے ملک کی امتحانی کونسل (West African Examinations Council) کو فزکس، کیمسٹری اور بیالوجی میں عملی امتحانات کی جگہ بھی 'تھیوری پیپر'' کا متبادل امتحانی طریقہ اختیار کرنا پڑا۔

حضورؒ نے مستحق طلبہ کیلئے وظائف کی خطیر رقوم عطا فرمائیں۔ مجھے سیرالیون کے بارے میں ذاتی علم ہے کہ سالہا سال تک یہ رقوم موصول ہوتی رہیں۔ ان وظائف سے استفادہ کرنے والے طلبہ و طالبات تکمیل تعلیم کے بعد اس جماعت کی خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔ حضور نے نومبر 2001 میں ایک رویاء کی بناء پر تمام ممالک میں ''ایجوکیشن بورڈ'' قائم کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیل کی گئی اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

بہت سے افریقی ممالک میں بدامنی، قبائلی آویزش اور خانہ جنگی کے حالات کا ہمسایہ ملکوں پر بھی برا اثر پڑا۔ مثلاً لائبیریا میں اس قسم کے حالات نے سیرالیون میں دس سالہ خانہ جنگی کو جنم دیا۔ جس نے ملک کے تعلیمی، اقتصادی، طبی، صنعتی اور زرعی نظام کو تباہ و برباد کردیا۔ بہت سے سکول کالج، ہسپتال، مساجد، چرچ، زرعی فارم، صنعتیں، کان کنی کے مراکز اُجڑ گئے۔ اس سول وار میں بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ ہزاروں بے گناہ انسان مارے گئے یا اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ خوف و ہراس پھیلانے کیلئے راہ جاتے لوگوں کے ہاتھ پاؤں اور کان ہونٹ کاٹ دیئے گئے۔

حضور کے حکم پر یو۔کے کی جماعت نے ان معذوروں کیلئے مصنوعی اعضاء بھجوائے اور ماہرین نے انہیں نصب کر کے ان مظلوموں کو سہارا دیا۔ کئی متاثرین کو منہدم مکانوں کی تعمیر نو میں مدد دی گئی۔ بعض کی تجارتوں کو بحال کرنے کی کوشش کی گئی۔ خوراک اور کپڑوں کے کنٹینرز بھجوائے گئے۔ ڈاکٹروں نے جا کر کیمپ لگائے مریض دیکھے اور ادویہ تقسیم کیں۔

معاشی اور اقتصادی حالات بہتر بنانے کیلئے بعض اور اقدامات بھی کئے گئے۔ گیمبیا، نائیجیریا اور سیرالیون وغیرہ کو پرنٹنگ پریس کی مشینری بھجوائی گئی۔ گھریلو صنعت (کاٹیج انڈسٹری) کے فروغ کی بھی کوشش کی گئی۔ حضور نے بعض صنعتی سروے کروائے اور لندن میں قائم ''ٹریڈ اینڈ انڈسٹریل سیل'' کو رپورٹس پیش کی گئیں۔ ایسے ہی ایک سروے سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے۔ سیرالیون میں جُوس فیکٹری لگانے کا منصوبہ زیرِ غور آیا۔ جب حضورؒ کو علم ہوا کہ اگر ایسی فیکٹری معرضِ وجود میں آگئی تو ملک کا سارا Citrus Fruit بھی اس کی ضرورت بمشکل پوری کر سکے گا تو حضور نے یہ منصوبہ اس بناء پر ترک کرنے کا فیصلہ فرمایا کہ یہی پھل تو سیرالیون کے غریب عوام تک Vitamin C کی رسائی کا آسان اور بڑا ذریعہ ہے۔ اگر سارا فروٹ فیکٹری میں کھپ گیا تو عوام محروم رہ جائیں گے۔ لہٰذا حضور نے کسی اور صنعتی منصوبے پر غور کرنے کی ہدایت فرمائی۔ عوام کے مفاد کا اس بالغ نظری، دُور اندیشی اور

بے پناہ ہمدردی سے احساس رکھنے والا کوئی اور لیڈر بھی آپ نے دیکھا ہے؟
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خدمتِ خلق کی جن منزلوں کی نشان دہی فرمائی ہے جماعت اب بھی اس سفر پر گامزن ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہی کام جاری رکھا ہوا ہے۔ افریقی ممالک میں لجنات کو سلائی کی مشینیں بھجوائی گئی ہیں۔ بعض ممالک میں کمپیوٹر کی تعلیم کیلئے کمپیوٹروں کے ساتھ تعلیم دینے کیلئے انسٹرکٹر کی خدمات بھی فراہم کی گئی ہیں۔

5۔ ہومیوپیتھی طریقِ علاج کو فروغ دینے کی وجہ

زندگی اور موت کائنات کی ایک اٹل حقیقت ہے۔ موت سے کسی کو مفر نہیں۔ انسان کے ساتھ بیماری جُڑی ہوئی ہے لیکن علاج معالجہ بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ادویات کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ شافیٔ مطلق اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہی ہے۔ علاج بطور سبب اختیار کرنے کی اجازت ہے مگر اُس پر بھروسہ کرنا مقامِ توکل کے منافی ہے۔ علاج مہنگا بھی ہوسکتا ہے اور سستا بھی۔ امراء کیلئے مہنگے سے مہنگا علاج معالجہ بھی اُن کی پہنچ میں ہوتا ہے۔ علاج اگر سستا بھی ہو اور مؤثر بھی اور اگر اس میں معجزانہ تاثیر تیر بہدف ہونے کی بھی ہو تو اسے مریض کی خوش قسمتی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اگر طبیب حاذق ہو اور اُسے دستِ شفا بھی حاصل ہو تو سونے پر سہاگہ کی مثل صادق آئے گی۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تمام خصوصیات حضور کے زیرِ سایہ ہومیوپیتھی علاج میں موجود تھیں۔ حضور نے اسے عام کرنے کی مقدور بھر کوشش فرمائی۔ بہت سے مربیان، معلمین اور دیگر احباب وخواتین نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں خلقِ خدا کو فائدہ پہنچایا۔ یورپ اور امریکہ میں بعض لوگ اس طریقہء علاج پر تنقید کرتے ہیں اور اپنے ناقدانہ مضامین میں اسے نشانہء تضحیک بناتے ہیں۔ میں نے اخبارات میں ایسے تنقیدی مضامین پڑھے ہیں۔ مگر ہومیوپیتھی طریقِ علاج کی تاثیر کی مثالیں اتنی کثرت سے سنی ہیں کہ اس میں خیر وبرکت کے پہلو کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خود اس طریق علاج کے ایک ماہر معالج تھے اور اس کی پریکٹس کا لمبے عرصے سے تجربہ رکھتے تھے۔ ربوہ میں حضور کے گھر اور بعد میں وقفِ جدید کے دفتر کی ایک حیثیت ہومیوپیتھک کی ایک ''فری ڈسپنسری'' کی بھی تھی۔ جنرل ضیاء الحق کے ظالمانہ ''امتناع قادیانیت'' کے آرڈی نینس کے بعد حضور ہجرت کر کے برطانیہ تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ بعد حضور کے دفتر کے ساتھ ہی ہومیوپیتھک کی ڈسپنسری بھی قائم ہوگئی اور حضور کی طرف سے دنیا کے مختلف ممالک سے طبی مشورہ طلب کرنے والوں کو نسخہ جات بھی عطا کئے جانے لگے۔ بالفاظِ دیگر ربوہ کی فری ڈسپنسری والا چشمہء فیض برطانیہ میں بھی جاری ہوگیا!

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) کا اجراء جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ اس کی مختلف نشریات سے تبلیغی، تربیتی، تعلیمی اور علمی لحاظ سے جماعت کو بے حد وحساب فائدہ پہنچا ہے۔ حضور کے خطبات، جلسہ سالانہ کی تقاریر، درس القرآن، مختلف زبانوں میں پروگرام، خاص طور پر لقاء مع العرب۔ ان سب کی افادیت اور اہمیت آج بھی مسلم ہے۔ حضور نے 23 مارچ 1994 کو ایم۔ ٹی۔ اے پر ہومیوپیتھی کلاس کا اجراء فرمایا اور سالہا سال تک اس فیلڈ میں اپنے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ 198 پروگراموں میں پیش فرمایا۔ ان اسباق سے اکناف عالم میں رہنے والے ہزاروں اہل نظر نے استفادہ کیا۔ یہ اسباق اب کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ بلکہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی مارکیٹ میں آ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کا عربی ترجمہ بھی تیار کیا جا رہا ہے۔ ہومیوپیتھی طریقہ علاج کو فروغ دینے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ غرباء اس سے متمتع ہوتے رہیں۔ اس خدمت کو بھی حضور کی غریب نوازی کے تناظر میں دیکھنا چاہیئے۔

6۔ خدمتِ خلق کیلئے ایک بین الاقوامی تنظیم کا قیام

احمدی نوجوانوں کی تنظیم ''خدام الاحمدیہ'' لمبے عرصے سے خدمتِ خلق کے کاموں میں حصہ لیتی رہی ہے اور پھر ہنگامی بنیاد پر بوقتِ ضرورت جماعت مختلف ارضی اور سماوی آفات کے متاثرین کی مدد کرتی رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہدِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کا پودا 170 سے زائد ممالک کی سرزمین میں لگا دیا اور ہر ملک میں اسے پھل پھول لگنے لگے ہیں۔ شاہراہ ترقی اسلام پر رواں دواں کارواں کے فتح نصیب سالار کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ خدمتِ خلق کے کاموں کیلئے ایک بین الاقوامی جماعتی ادارے کو

قائم کرے۔حضورؒ نے 28اگست 1992 کو اس ادارے کے قیام کا اعلان فرمایا جو آج کل Humanity First کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔خدمتِ خلق کے کاموں کو سرانجام دینے کیلئے بہت سی تنظیمیں دنیا بھر میں کام کررہی ہیں مثلاً ریڈ کراس۔''انجمن ہلال احمر'' اور ''سٹار آف ڈیوڈ'' یہی تنظیم ہے جسے الگ مذہبی تشخص دیا گیا ہے۔
بعض اہم شخصیات ایسی فلاحی تنظیموں کی سربراہی قبول کرلیتی ہیں۔یورپ کے شاہی خاندانوں کے افراد اس قسم کی تنظیموں سے وابستہ ہیں حتّی کہ موسیقی اور فلم انڈسٹری سے تعلق رکھنے والی خواتین نے بھی ایسے ادارے بنا رکھے ہیں۔
بعض سیاسی اور نیم فوجی تنظیمیں خدمت خلق کا کام بھی کرتی ہیں۔مثلاً فلسطین کی ''حماس'' اور لبنان کی ''حزب اللہ''۔رضائے باری تعالیٰ شاید ہی کسی ادارے کی بنیاد ہو۔صرف ''ہیومینیٹی فرسٹ'' ایک ایسی تنظیم ہے جس کے ساتھ سیاسی اور کسی اور قسم کی نظر نہ آنے والی ڈوریاں (Strings) نہیں باندھی گئیں۔اس ادارے کو کسی کروڑ پتی صنعت کار یا حکومتی شخصیات نہیں چلا رہے۔اس جماعتی بین الاقوامی تنظیم کو جماعت احمدیہ کے افراد کا مالی اور ذاتی تعاون حاصل ہے۔
دوسری بین الاقوامی تنظیموں کے مقابلے میں ''ہیومینیٹی فرسٹ'' ایک کم سن ''طفلِ مکتب'' ہے مگر یہ ایسا بچہ ہے جس پر ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' کی مثل صادق آتی ہے۔ریڈ کراس تنظیم جو 1863 میں قائم ہوئی۔اب 175 ممالک میں قائم ہے۔اسی طرح کی ایک اور تنظیم "Save the Children" کی 1932 میں ابتداء ہوئی۔امریکہ اور دیگر 40 ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہیں۔ہیومینیٹی فرسٹ اب تک 25 ممالک میں رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔غالباً کسی اور فلاحی تنظیم نے اس سُرعت سے ترقی نہیں کی۔بوسنیا میں ٹھوس خدمات سرانجام دینے کے علاوہ اس جماعتی تنظیم کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑے بڑے بین الاقوامی حوادث کے متاثرین کی بے لوث خدمت کی توفیق ملی ہے۔چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔یہاں صرف اشارات ہی ممکن ہیں۔

انڈونیشیا کا سونامی: 26دسمبر 2004 کو انڈونیشیا میں ایک خوفناک زلزلہ آیا۔(جو سکیل پر 9.0 کے درجہ کا حامل تھا) اس سے بحرِ ہند کے 12 ممالک متاثر ہوئے اور مجموعی طور پر 225,000 افراد ہلاک ہوئے اور لاکھوں بے گھر ہوئے۔سب سے زیادہ نقصان انڈونیشیا میں ہوا جہاں 150,000 افراد جاں بحق ہوئے۔ہیومینیٹی فرسٹ کو متاثرہ علاقہ میں طبی، تعمیری اور دیگر خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔افواجِ پاکستان نے بھی وہاں ایک فیلڈ ہسپتال بنایا۔اس کا عملہ اس جماعتی ادارے کے اخلاص، فدائیت اور بے نفسی سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کے نمائندوں نے کہا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ واپسی ہم یہ ہسپتال آپ کے سپرد کر جائیں!

قطرینہ (Katrina): 29 اگست 2004 کو ایک برق رفتار طوفان نے (27 میل فی گھنٹہ) ریاست لوزیانہ کے شہر New Orleans کو روند ڈالا۔شہر کا 80 فیصد علاقہ پانی میں ڈوب گیا۔
اس سانحہ میں 1800 افراد لقمہء اجل بن گئے۔ہیومینیٹی فرسٹ کے ڈاکٹروں اور دیگر Volunteers کو وہاں کیمپ لگا کر ٹھوس خدمت کی توفیق ملی۔اور لوگوں نے اس نوخیز تنظیم کے غیر معمولی جذبہء خیر سگالی کو سراہا!

آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کا زلزلہ: 8 اکتوبر 2005 کو پاکستان میں آنے والے زلزلے (ریکٹر سکیل 7.6) نے پاکستان کے مندرجہ بالا علاقوں کو تہ و بالا کر دیا۔30 لاکھ لوگ بے گھر ہو گئے۔81,000 افراد جاں بحق ہوئے۔پاکستان کے احمدی رضا کاروں نے بھی بہت کام کیا۔''ہیومینیٹی فرسٹ'' کے تحت بیرونی ممالک سے ڈاکٹروں اور دیگر کارکنوں کی ٹیمیں متاثرہ علاقوں میں پہنچیں اور بے لوث خدمات سرانجام دیں۔وہاں انہوں نے دوسری تنظیموں اور اداروں کی طرح کوئی اشتہاری مہم نہیں چلائی۔لمبے چوڑے شوخ رنگ کے بینر اور جھنڈے نہیں لہرائے۔یہ وہاں ''الیکشن کمپیشن'' کے لئے نہیں گئے تھے۔مخلوق خدا کی خدمت اور رضائے باری تعالیٰ اُن کے پیشِ نظر تھی۔مجھے افسوس ہے کہ وہاں بعض مُلّانوں کی تنظیموں نے اُنہیں ''حریف'' جانا اور ان کے کام میں روڑے اٹکانے اور نفرتیں پھیلانے کی شرمناک کوشش کی۔ایسی سوچ ایک قسم کی روحانی اور نفسیاتی سِل یا دق ہوتی ہے۔زلزلے کے متاثرین کی خدمت سے ہزاروں میل دُور سے آنے والے کارکنوں کو روکنا ایک قسم کا اخلاقی دیوالیہ پن ہے۔شافیٔ مطلق قوم کے ان ''مدقوق'' عناصر کو شفا عطا فرمائے!

مجھے اس زلزلے کے حوالے سے ایک اور بات یاد آ گئی ہے جو پاکستانی قوم کیلئے ایک نیا تجربہ تھا۔ زلزلے سے ایک دن قبل منڈی بہاؤ الدین کے مضافات میں رمضان المبارک میں اپنی مسجد میں فجر کی نماز ادا کرنے والے احمدیوں کو دہشت گردی کی واردات میں شہید اور زخمی کر دیا گیا۔ حکومت پنجاب نے سرکاری پالیسی کے پیش نظر مقتولوں کے ورثاء اور زخمیوں کو رقم ادا کی۔ مگر شہداء کے لواحقین اور زخمی متاثرین نے ساری کی ساری رقم صدر مملکت کے ''زلزلہ فنڈ'' میں جمع کروا کر قوم کو حیران کر دیا۔ ''لینے'' کی عادی قوم کیلئے یہ ایک نئی بات تھی!!

7۔ خوشحال ممالک میں غذا کے ضیاع پر اظہارِ تاسّف

دنیا کے مشرق و مغرب کی تقسیم تو صدیوں سے مشہور ہے۔ مگر ایک اور تقسیم حال ہی میں خوشحال اور پسماندہ ممالک کے حوالے سے ماہرینِ اقتصادیات نے وضع کی ہے۔ اور یہ ہے North اور South یعنی شمال اور جنوب کی تقسیم' شمال میں واقع شمالی امریکہ اور یورپ کے ممالک خوشحال اور صنعتی لحاظ سے جنوب یعنی ایشیاء، افریقہ کے ملکوں کے مقابلے میں بہت آگے ہیں۔ کینیڈا اَور یو۔ ایس۔ اے کے مقابلے میں لاطینی امریکہ کے ممالک غریب اور پسماندہ ہیں۔ شمال اور جنوب کا فرق واضح کرنے کیلئے میں ایک اور مثال پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کا میرے مضمون کے ذیلی عنوان سے قریبی تعلق ہے۔ امریکہ اور کینیڈا کے اکثر سکولوں میں بچوں کو بریک فاسٹ اور لنچ وغیرہ دیا جاتا ہے کئی نعمتوں سے سجائی ہوئی ٹرے روزانہ ان طالب علموں کیلئے لگائی جاتی ہے۔ تھوڑا بہت کھانے کے بعد بچے کلاس رومز کو چلے جاتے ہیں اور یہ سب ٹرے ٹریش کر دیئے جاتے ہیں اس طرح سینکڑوں ملین کی آبادی والے ان ممالک سے روزانہ کئی سوٹن غذا ضائع جاتی ہے۔ سال بھر میں اسی طرح ضائع جانے والی غذا کا اندازہ لگانا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔ پھر ضیافتوں اور تقریبات میں بھی یہی منظر نظر آتا ہے۔ اگر یہ غذا کسی طرح بچا کر Preserve کر لی جائے تو غریب ملکوں کے اُن لاکھوں فاقہ کشوں کے کام آسکتی ہے جو اپنے ممالک میں گوڑے کے ڈھیروں سے کھانے کی چیزیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اگر امیر ملکوں کی اس طرح ضائع جانے والی غذا کو بچا لیا جائے تو دنیا کے محروموں کا بہت بڑا حصہ اس سے متمتع ہو سکتا ہے۔ حضورؒ کے دردمند دل نے اس ضیاع کو محسوس کر کے اظہار تاسّف کیا اور اس نقصان کو بہتر مصرف میں بدلنے کیلئے کسی قابل عمل حکمت عملی کو اختیار کرنے کا آئیڈیا دیا۔ کاش اس ضیاع سے بچنے کی کوئی صورت نکل سکتی۔ حضور کا یہ بیان کوئی رسمی یا ''سیاسی'' بیان نہیں تھا۔ خدمتِ انسانیت کے حوالے سے ایک حسّاس دل سے اٹھنے والی ایک دردمندانہ ہُوک تھی!

حضورؒ نے اپنے گھر میں بچ جانے والی غذا کے بارے میں ایک قابلِ قدر حسین نمونہ قائم فرمایا۔ حضور نے اپنی کسی تقریر، خطبے یا ریمارکس میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور گھر میں بچ جانے والے کھانے کو ''فریز'' کر لیتے اور بعد میں اسے خود تناول فرما لیتے۔ اوّل تو عمر کے آخری دَور میں حضور کی غذا کم ہو گئی تھی اور پھر حضور کو کس چیز کی کمی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے رزق کے احترام کا یہ جذبہ دراصل سیرتِ مصطفویؐ سے مستعار تھا۔ حضورؒ کی یہ روش اللہ تعالیٰ کے رزق کی قدر و منزلت کے جذبے کو سمجھنے میں مُمد ہے۔ حضور کی یہ عملی نصیحت لازماً کئی گھرانوں پر اثر انداز ہوئی ہوگی۔ حضور کے اس اسوہ سے مطلع ہونے کے بعد عاجز نے اپنے غریب خانے میں یہی طریقہ اپنا لیا۔ اگرچہ عارضہءِ قلب اور ذیابیطس کا مریض ہونے کی وجہ سے بعض نعمتیں میرے لئے ممنوع قرار دی جا چکی ہیں مگر پیارے آقا کے تتبع میں بچا کھچا کھانا ضائع نہیں کرتا۔ اُمید ہے تھوڑی سی اس بے احتیاطی پر حُسنِ نیت کے پیشِ نظر، مالکِ قضا و قدر کی طرف سے زیادہ گرفت نہیں ہوگی۔ اُمید تو یہی ہے ع

''یہ اُس کا بندہ ہے جس کو کریم کہتے ہیں''

حضور کے ساتھ کام کرنے والے ایک پُرانے کارکن' محترم ضیاء الرحمٰن صاحب' کا ایک چشم دید واقعہ شائع ہوا ہے جس سے حضورؒ کی سیرت کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے:

''حضور رحمہ اللہ لنگر خانہ نمبر 3 کے ناظم ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم معاونین نے لنگر خانے میں ایک وقت کا کھانا کھا لیا تو کھانے کے بعد حضور

تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ تم نے کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی میاں صاحب فرمانے لگے میرے لئے کیوں نہیں رکھا۔ میں نے عرض کیا میاں صاحب ابھی اور لے آتے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا یہاں کچھ نہیں ہے اور سامنے نظر پڑی تو دیکھا کہ تازہ روٹیوں کے کچھ کنارے اور ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جو ہم نے کھانا کھاتے ہوئے بچائے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر فرمانے لگے وہ سامنے جو ہے۔ چنانچہ حضورؒ وہ کنارے کھانے لگ گئے۔ اسے دیکھ کر ہمیں سخت شرمندگی ہوئی کہ ہم نے کس طرح روٹیوں کے کنارے کر کے کفرانِ نعمت کیا ہے۔ اس طرح حضورؒ نے ہمیں ایسا سبق دیا جو ہمیں کبھی نہیں بھولتا۔''

(ماہنامہ خالد۔ مارچ اپریل 2004 صفحہ 172)

مجھے یہ واقعہ پڑھ کر بھیرہ میں اپنے بچپن کے دنوں کی محلے والی دادیاں، نانیاں اور ماسیاں یاد آ گئی ہیں جو ہمیشہ بچہ پارٹی کو یہی نصیحت کرتی تھیں کہ کھانا ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس کی اہمیت واضح کرنے کیلئے یہاں تک کہتیں کہ آخری لقمہ کے ساتھ اپنی پلیٹ کو خالی کرنا چاہیئے کیونکہ پلیٹ کو اس طرح صاف کرنے والے کو ''مکہ مدینہ میں مسجد کی صفائی'' کا ثواب ملتا ہے۔ ان بزرگ خواتین کی یہ بات گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے!

انسان تو بہر حال انسان ہی ہے۔ حضورؒ کے دل میں تو پرندوں اور دوسرے جانوروں کیلئے بھی رحم کا جذبہ موجزن تھا۔

حضورؒ برطانیہ میں صبح دم سیر کیلئے جاتے وقت مُرغابیوں، بطخوں اور دوسرے پرندوں کیلئے روٹیوں کا تھیلا ساتھ لے جاتے۔ ایک مریل سی لومڑی نہ جانے کیسے رات کے وقت، مسجد فضل لندن کے احاطے کے گیٹ پر پائی گئی۔ حضورؒ نے اُسے گوشت فراہم کرنے کی ہدایت دی۔ چنانچہ اس بے زبان کو ہر شب گوشت ملنے لگا اور وہ مُشتِ استخواں پل کر خوب موٹی تازی ہوگئی بلکہ اور لومڑیاں بھی اُس کے ہمراہ وہاں آنے لگیں۔ سیّدِ بطحاؐ کے اس غلامِ در کی کس کس ادا کا ذکر کروں ع

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کیلئے

8۔ مریم شادی فنڈ

یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہدِ خلافت کی آخری اہم تحریک ہے جس کا مقصد اُن احمدی بچیوں کی شادی کو بطریقِ احسن سرانجام دینے میں مدد کرنا ہے، جنہیں والدین کی استطاعت اور مالی حالات کی وجہ سے محرومی کا سامنا ہے۔ خاص طور پر یتیم اور بے آسرا بچیوں کی باعزت رخصتی بڑی نیکی کا کام ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس تحریک سے قبل حضور نے اس اہم معاشرتی مسئلہ یا مستورات سے تعلق رکھنے والے عائلی جھگڑوں کی طرف توجہ مرتکز نہیں فرمائی۔ نظامِ جماعت یا متاثرہ افراد یا مستورات کی طرف سے خلیفہء وقت کی خدمت میں رپورٹس اور شکایات پہنچتی رہتی ہیں۔ اور اس طرح امامِ وقت توجہ فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مریم شادی فنڈ کی اپیل سے پہلے بھی حضورؒ ان مسائل کے حل کیلئے جماعت کو متوجہ کرتے رہے۔ مثلاً جنوری 1992 میں حضور نے قادیان میں مقیم بچیوں کیلئے رشتوں کی تحریک فرمائی۔ ہر لفظ سے ایک محبت پرور روحانی باپ کی فکرمندی جھلک رہی ہے۔ اُسی سال 15 اپریل کو حضورؒ نے احبابِ جماعت کو مستورات سے حُسنِ سلوک کی نصیحت فرمائی۔ سب جانتے ہیں کہ طبقہء نسواں ساری دنیا میں بدسلوکی اور استحصال کا شکار ہے۔ 2 مارچ 2003 کا ''مریم شادی فنڈ'' اسی تحریک کی منظم تجدید ہے۔ میں امریکہ میں مقیم ایک مخلص، مخیّر دوست کو جانتا ہوں جنہیں بڑی محبت و عقیدت سے مسلسل حصہ لینے کی توفیق مل رہی ہے۔ یقیناً ایسے کئی فرشتہ سیرت جماعت کی تحریکات میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ 9 جنوری 2001 کو حضور نے جماعت عالمگیر کے امراء کو تلقین کی کہ انصاراللہ اور لجنہ اماءاللہ کی تنظیموں سے رشتہ ناطہ کے کام میں مدد لی جائے۔ ان مثالوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جماعت کے عائلی اور ازدواجی مسائل پر حضور کی نظر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے حضور کو عمر کے آخری دور میں ایک ایسا فنڈ قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی جو ایک تاریخ ساز کردار ادا کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ یہ فنڈ حضورؒ کی والدہ ماجدہ کے اسمِ گرامی سے معنون ہے جو مریم صفت ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد مہربان، ملنسار، مہمان نواز، غریب پرور اور فیّاض خاتون تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔

یورپ، امریکہ، افریقہ اور عالمِ عرب میں ''روایتی جہیز'' کوئی سنگین مسئلہ نہیں۔

ان علاقوں کو اور قسم کے مسائل نے گھیر رکھا ہے۔ جہیز یا ''داج'' (Dowry) ذات پات کی طرح ہندو کلچر کی پیداوار ہے۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ ہزار ہا سال قبل، جہیز کا تصور پیش کرنے والے قانون سازوں کی نیت ٹھیک تھی۔ شادی کے وقت لڑکی کو زیور، کپڑوں، ساز و سامان، مال اور جائداد کی شکل میں ''جہیز'' اس لئے دیا جاتا تھا کہ آڑے وقت میں یہ اُس کے کام آئے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور خاص طور پر برصغیر میں انگریزی راج کے بعد ارتکاز (Inflation) قوانین کی تبدیلی، اور تکاثر (مال کی اندھا دھندوڑ) نے جہاں اورقدروں کو مسخ کیا وہاں ''جہیز'' نے بھی رفتہ رفتہ ''دامادوں کی نیلامی'' میں بولی دینے کی شکل اختیار کرلی۔ نئے نئے عہدوں اور یونیورسٹی کی ڈگریوں نے سسرال کے مطالبات کا پنڈورا باکس کھول دیا۔ اس صورت حال نے مسائل کے علاوہ جرائم کو بھی جنم دیا جن میں خودکشی، قتل اور اسقاط کے ذریعے متوقع بچیوں کا اتلاف (Female Infanticide) بھی شامل ہیں۔ اگر موقع ملا تو میں اس کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کرنے کی اجازت چاہوں گا تا حضور کی اس تحریک کی وسیع ترافادیت کا صحیح استحسان ہوسکے۔

ایک ہزار سال تک ہندوؤں سے خلاملا کے نتیجے میں مسلمانوں نے اُن سے کئی غلط باتیں اخذ کی ہیں۔ مثلاً ذات پات کی، چھوت چھات، جہیز اور ''بَری'' پر فخر و مُباہات، شادی بیاہ کی رسومات اور دیوالی کی ریس میں ''شبِ برات'' چند مثالیں ہیں۔ تعمیری سوچ رکھنے والے لوگ ہر قوم میں مل جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے بعض دُور اندیش دانش وروں نے بھی جہیز کی مصیبت کو محسوس کیا اور اس کے سدِّ باب کی کوشش کی۔ 1870 کے لگ بھگ ہندوازم کی اصلاحی تحریک، آریہ سماج نے جہیز کے خاتمے کی کوشش کی۔ اگرچہ آریہ سماج کے لیڈر، اسلام دشمنی میں مُلوّث ہوگئے مگر بیوہ عورتوں کی شادی اور تعلیم نسواں کا پرچار کر کے عملاً اُنھوں نے بعض اسلامی اصولوں کی فوقیت کو تسلیم کرلیا۔ 1916 میں ایک بنگالی دانشور، چنّی لال بوس نے بھی جہیز کی شدید مذمّت کی۔ مہاتما گاندھی نے اپنے دونوں اخباروں اور ینگ انڈیا میں جہیز کے خلاف مسلسل مہم چلائی۔ آزادیِ ہند کے بعد، ہندوستان کے سیاسی اور سماجی لیڈروں نے قانون سازی کے ذریعے جہیز کے حوالے سے اصلاحات کرنے کی کوششیں کیں۔ مثلاً 1961 میں امتناع جہیز کا قانون (Prohibition of Dowry Act) پاس ہوگیا۔ اپنی اُس شکل میں یہ کافی ناقص ثابت ہوا۔ 1985 میں اُسے مزید سخت کرنے کیلئے جدّ وجہد کی گئی۔ ہندوؤں میں مذہباً طلاق کا قانون موجود نہیں۔ 1956 میں پارلیمنٹ نے یہ کمی پوری کردی۔ تعزیراتِ ہند (انڈین پینل کوڈ) میں بھی بعض شقیں ڈالی گئی ہیں۔ مثلاً 498-A کے ذریعے عورتوں پر ظلم میں شوہر اور اُس کے رشتہ داروں کی طرف سے کیا جانے والا ''ذہنی ظلم'' (Mental Cruelty) بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ اسی طرح Evidence Act میں 113-A کے ذریعے بہو کی خودکشی کی صورت میں شوہر اور ساس کو لازماً مقدمہ کا فریق بنانے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

Dowry Murder مصنفہ Veena Talwar Oldenburg

Oxford University Press' ایڈیشن 2002' صفحہ 201

مندرجہ بالا کتاب 'Dowry Murder' لکھنؤ میں پیدا ہونے والی خاتون، ویناا ولڈن برگ (جو خود بھی شوہر اور سسرال کے تشدّد کا شکار رہی ہیں اور سٹی یونیورسٹی آف نیویارک میں تاریخ کی پروفیسر ہیں) نے لکھی ہے اور اس میں بڑے دلچسپ حقائق اور اعداد و شمار دیئے ہیں۔ کتاب کے صفحہ 36 پر 1975 کے میلانات کی روشنی میں ''دامادوں'' کی جہیز کے مطالبات کے حوالے سے Categories دی گئی ہیں۔

درجہء اوّل: فارن سروس اور بیوروکریسی کے اعلیٰ عہدیدار، دیگر تحائف کے علاوہ دس لاکھ روپے نقد

درجہء دوم: بزنس سے وابستہ افسران، یہ درجہ اول سے قریب تر ہیں۔

درجہ سوم: انجینئر اور ڈاکٹر صاحبان، کار، ریفیریجریٹر، ٹیلی ویژن وغیرہ۔

درجہء چہارم: چپڑاسی کی ''اوقات'' بھی جہیز کے لحاظ سے ''قابل رشک'' ہے۔ کیونکہ ان کی ''نیلامی'' کی بولی میں سکوٹر یا کم از کم سائیکل، کلائی کی گھڑی، ریڈیو وغیرہ شامل ہے۔

1975 کے مقابلے پر اب بہت سی نئی ایجادات سامنے آچکی ہیں۔ لہٰذا اس فہرست میں ترمیم ہو چکی ہوگی۔ چند سال قبل عاجز نے ایک پاکستانی اخبار میں پڑھا تھا کہ سسرال والوں نے قیمتی سیل فون، کلرٹی وی اور ڈِش اینٹینا کا بھی

مطالبہ فرمایا تھا۔اسی کتاب میں یہ بھی درج ہے بمبئی اور کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں جہیز کی اس فہرست میں، رہائشی جائداد، داماد کو اعلیٰ تعلیم کیلئے غیر ممالک میں تعلیمی اخراجات کی فراہمی اور بزنس کو مستحکم کرنے کیلئے مالی امداد وغیرہ بھی شامل کئے جاچکے ہیں۔(صفحہ 36)

پروفیسر وینا اولڈن برگ نے اپنی کتاب میں صرف دہلی میں پُر اسرار طریق سے قتل ہوجانے والی جواں سال بہوؤں پر رنجنا کماری کی تحقیق کا بھی ذکر کیا ہے جو 1989 میں منظرِ عام پر آئی۔ان 150 ''شہیداتِ جہیز'' کی مذہبی وابستگی کے اعداد وشمار پیشِ خدمت ہیں:

ہندو = 68 فیصد

مسلمان = 17 فیصد

سکھ = 15 فیصد

ہندوازم سے تعلق رکھنے والی مقتولہ بہوؤں میں سے 60 فیصد کا تعلق برہمن، راجپوت اور دیگر اعلیٰ ذات کے گھرانوں سے تھا۔تفصیل مطالعہ کیلئے ملاحظہ فرمائیے:

Dowry Murder مصنفہ Veena Talwar Oldenburg

Oxford University Press ایڈیشن 2002 صفحہ 222

یہ صرف ایک شہر کے کوائف ہیں۔ 1970 اور 1980 کے عشروں میں ہندوستان میں بہوؤں کو ''کچن'' میں مٹی کا تیل ڈال کر جلانے کہ اتنے واقعات ہوئے کہ دُنیا "Bride Burning" کی اصطلاح سے روشناس ہوئی۔دہلی پولیس نے "Dowry Death" کے سپیشل سیل قائم کئے۔جلد بعد ایسے سیل ملک کے دوسرے مقامات پر بھی قائم کرنے پڑے۔نیشنل کرائمز ریکارڈ بیورو کے مطابق 1991 میں 5,000 عورتوں کو جلا کر ہلاک کیا گیا۔ 1998 میں یہ تعداد 6,917 ہوگئی یعنی اس میں 26 فیصد اضافہ ہوگیا۔) یہ ہے جہیز کا گمبھیر مسئلہ۔امتناع جہیز کے قانون سے لوگ اس لئے بچ نکلتے ہیں کہ لڑکے والے یہ ''مطالبات'' لکھ کر نہیں کرتے۔زبانی کئے جاتے ہیں۔ ناریوں کے ماتا پتا کی مجبوری ہوتی ہے کہ وہ ان کے ہاتھ پیلے کرنے کے آرزو مند ہوتے ہیں!! میاں بیوی کے والدین راضی تو کیا کرے گا قاضی!!

بدقسمتی سے بعض متوسط اور غریب والدین نے اس مسئلہ کا ایک اور حل تلاش کرلیا ہے۔اب الٹراساؤنڈ وغیرہ ٹیکنالوجی سے مائیں پتہ چلالیتی ہیں کہ اُن کے پیٹ میں پلنے والی رُوح کی جنس (Gender) کیا ہے۔لڑکی ہونے کی صورت میں اُسے اسقاط (Abortion) کے ذریعے تلف کردیا جاتا ہے۔ بسا اوقات غلط ہاتھوں میں جا کر، ایسی مائیں خود بھی جان سے ہاتھ دھوبیٹھتی ہیں۔عرب میں زمانہء جاہلیت میں صرف دوتین قبیلوں میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم تھی۔دینِ رحمت نے اس بدرسم کا خاتمہ کردیا۔میرا خیال ہے کہ عرب میں 100 سال میں اتنی لڑکیاں اس طرح قتل نہ ہوئی ہوں گی جتنی کہ بھارت میں 10 سال میں اسقاط کے ذریعے تلف کردی گئیں!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ بڑی حد تک ان اثرات، بدعات اور رسوم ہوا و ہوس سے محفوظ ہے۔مگر داناؤں کا قول ہے کہ کوئی انسان بھی ''جزیزہ'' نہیں۔اور پھر شیطان بہکانے اور ورغلانے کیلئے اُس کے تعاقب میں سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ جماعت میں بھی ''جہیز'' کی رسم کے اثرات محسوس کئے جاسکتے ہیں۔اسی وجہ سے ساس اور بہو کی ناراضگی، دو خاندانوں کے جھگڑوں کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔اکثر نیک دل ساسیں، بہوؤں سے بیٹیوں کی طرح پیار کرتی ہیں۔لیکن چند ایک ایسی بھی ہیں جو بہوؤں کی سانسیں بھی گِروی رکھ لیتی ہیں۔جہیز کے لالچ کے نتیجے میں کئی بچیوں کی شادی کی نوبت نہیں آتی۔ وینا جی کی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ سالہا سال سے جنازے اور اَرتھی کے اخراجات میں اضافہ نہیں ہوا مگر شادی اور بارات کے اخراجات کئی گنا بڑھ گئے ہیں۔متوسط اور غریب طبقے کو ایک عجیب مشکل کا سامنا ہے۔ حضورؒ نے ''مریم شادی فنڈ'' کے ذریعے اس معاشرتی مسئلہ کا ایک باوقار حل تجویز فرمادیا ہے۔ یہ فنڈ حضورؒ کا ایک صدقہ ء جاریہ ہے جس کے بارے میں حضورؒ نے توقع ظاہر کی تھی ''اب یہ فنڈ کبھی ختم نہیں ہوگا اور ہمیشہ غریب بچیوں کو عزت کے ساتھ رخصت کیا جائے گا'' (الفضل 6 مئی 2003)

اور اس سے فیض پانے والے خاندان، بلکہ ان کی نسلیں حضورؒ کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا گو رہیں گی۔

بہیں اشک کیوں نہ پیارے

اپنے آقا کی یاد سے مخاطب ہو کر

ڈاکٹر مہدی علی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظم '' بہے اشک کیوں تمہارے، انہیں روک لو خدارا'' سنی تو آپ کی یاد سے دل بے چین ہو گیا اور بے اختیار دل سے آواز نکلی '' بہیں اشک کیوں نہ پیارے'' پھر الفاظ خود بخود قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہوتے چلے گئے۔ آپکی جدائی کے بعد خدا تعالیٰ کا وہ عظیم احسان بھی آنکھوں کے آگے آیا کہ کیونکر اس نے ہم پر ایک مرتبہ پھر خلافت کا عظیم انعام نازل کیا اور اس سے وابستہ برکات بھی جو ہمیں ہر وقت نیا حوصلہ دلاتی ہیں۔

بہیں اشک کیوں نہ پیارے ، نہیں ضبطِ غم کا یارا
کہیں کھو گیا افق پہ مری آنکھ کا وہ تارا

اشکوں میں ڈھل رہی ہیں مرے خونِ دل کی بوندیں
غمِ ہجر سے ہوں گھائل ، مرا دل ہے پارہ پارہ

کہ جدا ہوا ہے ہم سے وہ محبتوں کا پیکر
وہ نقیب جنتوں کا، محمودؓ کا دلارا

نہ بھلا سکیں گے تجھ کو تو بسا ہے دھڑکنوں میں
تو صدائے زندگی تھا، مری جان کا سہارا

تیری یاد میرے دل میں یوں بسی ہے جیسے خوشبو
تیرے عکس سے منور مری شب کا ہر ستارہ

تو فلک پہ رفعتوں کے کچھ اس طرح سے چمکا
ہوا ماند تیرے آگے ہر چاند ہر ستارہ

کئے کتنے دیپ روشن تونے شبِ سیاہ میں
نورِ خدا کا پرتو، تُو روشنی کا دھارا

تُو چٹان حوصلوں کی ، تُو نشان عظمتوں کا
ٹکرایا جو بھی تجھ سے ہوا خود وہ پارہ پارہ

غم گرچہ جاں گسل ہے ، دل پھر بھی مطمئن ہے
اب میرِ کارواں ہے ''مسرور'' اسکا پیارا

اقلیمِ مصطفیٰؐ کو دیا تاجور خدا نے
ہر چشمِ نم نے دیکھا رحمت کا یہ نظارہ

پرچم ہے اس نے تھاما اب مہدیٔ زماںؑ کا
نقشوں کو تیرے اس نے ہے اور بھی ابھارا

''یہ محبتوں کا لشکر جو کرے گا فتحِ خیبر''
یوں رواں دواں رہے گا ہے خدا کا یہ اشارہ

اسلام کا یہ پرچم ہوگا بلند و برتر
پھیلے گا سب جہاں میں خدا کا کلام پیارا

پائے گا منزلوں کو چھوکر بلندیوں کو
یہ فتح نصیب لشکر، یہ نوحؑ کا شکارا

نذرانۂ تشکر کروں پیش جان یارب
مانا کہ پھر بھی کم ہے کرلے قبول یارا

اللہ! تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی
اے کاش کام آئے خونِ جگر ہمارا

خلافت ایک نعمت ہے اور شکر نعمت واجب ہے

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

دنیا نے جن چیزوں کو بطور دائمی سچائی کے تسلیم کیا ہے ان میں اتحاد کی عظیم قوت بھی شامل ہے۔ سبھی مانتے ہیں کہ اس دنیا میں قومی کامیابی کے لئے اتحاد سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں اور اسلام نے اس قوت کے لئے خلافت کو مرکز قرار دیا ہے مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ ملکی فتوحات میں، سیاسیات میں، معاشرت میں مالی خوشحالی میں، اخلاقی برتری میں اور روحانی تقدس میں جو قوت وعظمت خلافت راشدہ کے عہد میں حاصل ہوئی بحیثیت مجموعی بعد کے زمانہ میں وہ کبھی بھی نصیب نہیں ہوئی۔ مسلمانوں نے اس عہد زرّیں کو ہمیشہ بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا۔ اور یہ تمنا مسلسل اُن کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی کہ کاش یہ زمانہ پھر واپس آ جائے گا۔ لیکن بد نصیبی یہ تھی کہ اس نعمت کی عظمت کا ادراک مسلمانوں کو تب ہوا۔ جبکہ وہ انہی کی ناقدریوں کا شکار بن چکی تھی۔ آج دل میں اس کی کتنی تمنا ہے کہ کاش اس وقت حضرت عمرؓ کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام ہوتا اور ہر پہلو سے اس کو مکمل کر لیا جاتا۔ تا کہ خبیث الفطرت دشمن کا ناپاک ہاتھ اس مقدس وجود تک نہ پہنچ سکتا۔ اور وہ رخنے نہ پڑتے جو اس وجود کے یوں اٹھ جانے سے پیدا ہو گئے پھر ہم حضرت عثمانؓ کی یوں اس طرح بے چارگی کی شہادت پر کتنے حیران ہوتے ہیں کہ سارا مدینہ آباد ہے اور خلافت کی برکات سے پوری طرح مستفید ہو رہا ہے لیکن کتنا دلدوز ہے یہ نظارہ کہ دشمن خفیہ نہیں آتا بلکہ علی الاعلان آتا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں آتا ہے اور بغیر کسی خاص رکاوٹ کے آستانہ خلافت تک پہنچ جاتا ہے اور پھر مسلمانوں کے منبع اتحاد اور ان کے مرکز اطاعت کو پارہ پارہ کر کے چلا جاتا ہے اور سوائے اس ایک مقدس خون کے کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹتی۔ کیا یہ تعجب کی انتہا نہیں۔ آج ہم اس کی لاکھ تاویلیں کریں لیکن یہ حقیقت بہر حال اپنی جگہ قائم ہے کہ نعمت خلافت کی جو قدر ہونی چاہئے تھی وہ اس وقت نہیں ہو سکی۔ اور اس ناشکری کا نتیجہ بھی مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ بالآخر یہ ہنگامہ سیلاب بن اُٹھا پہلے اس نے حضرت علیؓ کو اپنی لپیٹ میں لیا اس کے بعد چاروں طرف پھیل گیا۔ کئی نیک اور عظیم ہستیاں اس کی زد میں آئیں خواص گئے اور عوام بہے اس کے بعد روحانی اور اخلاقی پستی آئی پھر اقتصادی بدحالی نے قدم جمائے پھر فرض ناشناسی، اجتماعی بددیانتی، قومی غداری اور دوسرے کے ہاتھوں بک جانے کی بیماریوں نے راہ پالی۔ قوت وفکر نے جواب دیا۔ جہالت نے احاطہ کیا اور آخر الامر سیاسی عظمت اور فوجی قوت بھی رُخصت ہو گئی۔ کہاں سے بات چلی تھی اور کہاں آ کر ختم ہوئی لیکن بہت دیر کے بعد اس نعمت کی عظمت اور اس فضل کی قدر کا ہمیں خیال آیا۔ اور اب ہماری یہ ایک قومی بیماری بن گئی ہے کہ ہم نعمت کو اس وقت پہچانتے ہیں جب ہماری پہنچ سے وہ باہر جا چکی ہوتی ہے لیکن عقل مندی اور خوش نصیبی یہ ہے کہ عین وقت پر نعمت کو پہچانا جائے پھر اس کی حفاظت جان دے کر کی جائے۔ اور جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے اسی طرح اس کی قدر کی جائے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آج پھر ہمیں اس نعمت کے پہچاننے کی توفیق عطاء کی ہے۔ اگر ہم غور کریں کہ خلافت کی برکات سے کس قدر ہم نے حصہ پایا ہے تو ہمارے سر یہ نعمت عطا کرنے والے خدائے قدوس کے حضور جذبات تشکر کے ساتھ جھک جانے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصدِ بعثت جتنا عالمگیر اور جتنا عظیم الشان ہے اس سے ہر احمدی واقف ہے اور اس وجہ سے ہمارا ہر قدم آگے کی طرف اٹھ رہا ہے ہر دن ہمارے لئے نئی برکات لاتا ہے۔ کتنی مذہبی تحریکیں تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اٹھیں اور بڑی شان سے اٹھیں۔ بڑے بڑے بلند مقاصد لے کر اٹھیں لیکن آج ہم انہیں دم توڑتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن تحریک احمدیت آج بھی ایک

زندہ تحریک ہے وہ اپنے مقصدِ زندگی کی طرف پوری شان کے ساتھ گامزن ہے جتنی مشکلات اور جتنے فتنے اس تحریک کو مٹانے کے لئے اٹھے ان کا عشرِعشیر بھی دوسری تحریکوں کے راستہ میں نہیں آئے لیکن آخر کامیاب کون ہے احمدیت کو آج بھی ایک طاقتور خالص مذہبی تحریک کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا طاقت کا یہ تسلسل خلافت کے ساتھ جماعت کی والہانہ اور بے مثال وابستگی کا نتیجہ نہیں؟ جماعت نے بے شک بڑی قربانی کی اور آج بھی اس کا ایثار اس کا جذبۂ اطاعت اس کا ذوق وفا بے مثال اور دوسروں کے لئے نمونہ ہے لیکن ان اعلیٰ جماعتی اخلاق کا پھل بھی تو اتنا ہی شیریں ہے خداوند تعالیٰ نے نظام خلافت کی حقیقت ثابت کرنے کے لئے فرقان کا معجزہ دکھایا ہے۔ جب حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو جماعت کے برسر اقتدار ارکان کی متعدبہ تعداد نے خلافت کی ضرورت سے انکار کر دیا۔ اور آئندہ کے لئے انجمن ہی کو سب سے مقتدر ادارہ ماننے پر زور دیا۔ یہ تفریق شروع میں اتنی طاقتور تھی کہ اس نے جماعت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ لیکن یہ نظامِ خلافت ہی تھا جس نے اس کی بنیادیں ہلا دینے والے فتنہ سے جماعت کو بچا لیا۔ آج حالت کیا ہے دونوں نظاموں کے آثار آپ کے سامنے ہیں۔ دونوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کو نصب العین بنانے کا دعویٰ کیا اور دونوں پوری قوت اور پورے جوش کے ساتھ اس نصب العین کے حاصل کرنے میں لگ گئے لیکن بالآخر کامیابی کسے حاصل ہوئی کون افتراق و انتشار کا شکار بنا کس کے حصہ میں حسرتیں آئیں اور کون سا نظام ہے جو آج بھی پوری طاقت اور صحت کے ساتھ زندہ ہے اور بفحوائے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ۔ دوسروں کی آرزوؤں کا مرکز بنا ہوا ہے کیا یہ نشان کوئی کم نشان ہے کہ اس کے بعد بھی جماعت کسی فتنہ کی پرواز کے بھرے میں آ جائے۔ آج مخالفین خلافت جن حالات سے دوچار ہیں وہ دیدہ عبرت رکھنے والے کے لئے اپنے اندر کافی سبق رکھتے ہیں۔ مسلک بدلا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کو گھٹایا اور سو جتن کئے کہ کسی طرح عامۃ المسلمین انہیں اپنا مان لیں لیکن پہلے سے بھی حالت زیادہ خراب ہوئی اتحاد کے بڑے بڑے دعوے کئے لیکن دنیا نے اس کے الٹ لَيُمَزِّقَنَّهُمْ کے نظارے دیکھے۔ آج وہ پہلے سے زیادہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں اور اندرونی افتراق کا شکار بن چکے ہیں بے عملی اور ذاتی دشمنیوں نے ان میں راہ پالی ہے اور صحیح جدوجہد سے بہت دور جا پڑے ہیں لیکن جماعت کا جو حصہ نظام خلافت سے وابستہ ہوا۔ آج وہ اپنی جدوجہد سے پوری طرح مطمئن ہے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب زمامِ خلافت اپنے ہاتھ میں لی اس وقت انجمن کے تجربہ کار عمائد حضرات جماعت کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ بقول ان کے اکثریت ان کے ساتھ تھی۔ خزانہ خالی تھا ایسے حالات میں حضور المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جدوجہد کا آغاز کیا۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھایا احتیاط کے ساتھ دفاعی ذرائع کو بروئے کار لائے اور بالآخر اپنی خداداد قابلیتوں کے طفیل جماعت کی کایا پلٹ دی۔ اب دیکھئے اکثریت کس کے ساتھ ہے کونسی جماعت ہے جسے جماعت احمدیہ کہا جاتا ہے کہاں یہ حالت کہ خزانہ میں کل اٹھارہ آنے کے پیسے تھے اور کہاں اب یہ حالت ہے کہ جماعت کا مجموعی بجٹ کروڑ (کروڑوں سے۔ ناقل) سے بھی متجاوز ہے سیاست سے الگ رہ کر عوام پسند نعروں کو چھوڑ کر حکومتی اقتدار سے خالی ہو کر کونسی جماعت ہے جو اپنی راہ کو چھوڑے بغیر اور اپنے مسلک سے ہٹے بغیر برصغیر پاک و ہند جیسے متلون مزاج ملک میں اتنی عظیم مخالفتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس تسلسل کے ساتھ راہ ترقی پر گامزن رہی ہو۔ اور ہر آنے والا دن اس کے لئے نوید کامیابی لایا ہو اور اس کا اگلا قدم پچھلے قدم سے زیادہ بلندی پر پڑا ہو۔ 53ء, 74ء کے قیامت خیز ہنگامے ہی کو دیکھ لیجئے۔ کہ کتنے شدید تھے وہ دن اور کتنا بڑا تھا یہ زلزلہ لیکن کیا جماعت کے قدم پیچھے ہٹے صرف بجٹ ہی کو لے لیجئے اور دیکھئے کہ 53ء، 74ء میں کیا بجٹ تھا۔ اور 77ء میں کیا بجٹ ہے۔ اس ایک مثال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے پیارے امام کی رہنمائی کتنی عظیم برکات اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اور خلافت سے وابستگی کتنی بڑی کامیابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو جماعت کا ایک مشن بھی کسی دوسرے ملک میں نہ تھا لیکن آج کونسا اہم ملک ہے جو جماعت احمدیہ کے مشنوں سے خالی ہو۔ کیا جماعت کی یہ بین الاقوامی حیثیت ہمارے خلفاء احمدیت کا کوئی معمولی کارنامہ ہے کہ آج ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت پڑے کہ نظام خلافت میں جماعت نے کیا ترقی کی ہے اور اس کے قدم کہاں ہیں یہ زمین کے کناروں تک شہرت پانے والے خلفاء علموں کا خزانہ لٹا رہے ہیں ان

کی قیادت میں ہر ملک میں اسلام کے حقائق و معارف بکھیرے جا رہے ہیں اور آج مخالف بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ آئندہ دنیا کا مذہب اسلام ہو گا۔ ہر قابل ذکر زبان میں قرآن حکیم کے تراجم شائع ہو رہے ہیں اور یوں اسلام کی برکات کو عام کیا جا رہا ہے۔ آخر ان ساری برکات کا منبع کہاں ہے کیا یہ خلافت کا ہی وجود نہیں۔ بعض نادان یہ کہتے ہیں کہ پچاسی 85 سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور ابھی ہم منزل مقصود سے بہت دور ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو چند سالوں میں ہی مقصد کو پا لیا تھا لیکن ہماری جدوجہد کے نتائج ابھی ابتدائی مراحل میں ہی ہیں۔ لیکن وہ نہیں سوچتے کہ اس جمالی دور میں تبلیغ و تلقین کے ذریعہ ہم نے اسلام پھیلانا ہے ہمیں سیاسی اقتدار نہیں دیا گیا۔ ہم نے اپنے کردار اور اپنے اخلاق سے فتح حاصل کرنی ہے اور یہ فتح علم کی فتح ہے اور یہ راہ جس قدر لمبا اور جتنا صبر آزما ہے اس سے ہر سمجھدار مسلمان واقف ہے صحابہؓ کا زمانہ قیام دین اور استحکام شریعت کا زمانہ تھا جس کے لئے فوری اقتدار کی ضرورت تھی تا کہ اسلام کے نظام کو بروئے کار لا کر عمل سے دکھا دیا جائے کہ یہ نظام انسانیت کے لئے کس قدر بابرکت کتنا سہل ہے۔ اب تجربہ دنیا کے سامنے ہے اور سچائی کو ماننے کے لئے اس کے پاس مثال موجود ہے اس لئے یہ زمانہ اسلام کی اشاعت کا زمانہ ہے اور اس میں علم، اخلاق اور ذاتی کردار کے ہتھیار استعمال کئے جانے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان ہتھیاروں سے دل بڑی جدوجہد کے بعد فتح ہوتے ہیں۔ اور لڑنے والے کو بڑے صبر آزما مراحل میں سے گزرنا پڑتا ہے پھر یہ بھی تو دیکھا جائے کہ اس زمانہ میں مذہب کا دشمن کون سے ہتھیاروں سے کام لے رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس نے کس قسم کے ہتھیاروں سے کام لیا اس وقت اس نے تلوار استعمال کی اس لئے وہ تلوار ہی سے مٹایا گیا۔ اور اب وہ علم کے اوچھے ہتھیار اور وسوسہ اندازی کے زہریلے اوزار استعمال کر رہا ہے۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں علم کے حقائق اور یقین کے تریاقوں سے ہی کام لینا پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی تو سوچیئے کہ ہمارا نصب العین صحیح ہے یا نہیں۔ اگر نصب العین سچائی ہے تو پھر اس کے لئے جس قدر بھی قربانی کرنی پڑے۔ اس میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے ہمارا کام صرف جدوجہد ہے کامیابی کے دن کو قریب لانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ جدوجہد اس معیار کو پہنچ گئی ہے جو حصول مقصد کے لئے ضروری ہے تو وہ کامیابی بخشتا ہے اور اس میں لحہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ پس چاہیے کہ خلیفۂ وقت کی آواز کو پہچانیں اور جس معیار کی قربانی کا وہ مطالبہ کرتا ہے۔ اس معیار تک قربانی کو لے جائیں۔ ورنہ ہمارا حال اس قوم کی طرح ہوگا۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ اگر ہم نے قربانی کر کے ہی کامیابی حاصل کرنی ہے تو پھر آپ کا کیا فائدہ۔ ہم تو جدوجہد کو چھوڑتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ تم جا کر لڑو اور فتح کے بعد فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں بلا لو۔ پس اگر کامیابی میں دیر ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت ابھی قربانی کے اس معیار پر نہیں پہنچی۔ جس معیار کا مطالبہ اِمام وقت کی طرف سے ہے۔ اب بھی جتنے معیار کی جماعت قربانی کر رہی ہے اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ کامیابی عطاء کر رہا ہے کیا ہم دیکھتے نہیں کہ ہمارا ہر قدم ترقی کی طرف ہے اور ہر دن ہمیں آگے کی طرف لے جا رہا ہے۔ کونسی گھڑی آئی جس میں ہمارا قدم پیچھے کی طرف گیا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ قیادت میں کوئی کمی نہیں۔ اگر کمی ہے تو جماعت کے افراد میں ہے کہ وہ اپنے معیار کو بلند نہیں کرتے۔ یہ معیار تلوار کے معیار سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ کہ اس میں تادیر صبر آزما قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ یہاں صرف مالی قربانی سے کام نہیں چلتا وقت کی قربانی بھی پیش کرنی پڑتی ہے۔ اس جنگ میں اخلاق اور کردار کا ایمونیشن استعمال ہوتا ہے۔ نیکی تقویٰ اور شریعت کے احکام پر عمل اس جنگ کا اہم ہتھیار ہے اگر ہم یہ سامان حاصل نہیں کرتے اور اس بارہ میں خلافت کا کہنا اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننا چاہیئے تو کامیابی میں التواء ہے آج ہم اپنے رویہ کو بدل لیں تو انتہائی کامیابیاں ہمارے قدم چومیں۔ یہ وقت کتنا شاندار ہوگا جب ساری دنیا کا مذہب صرف اسلام ہوگا دنیا کے کونے کونے پر توحید کی آواز گونج رہی ہوگی اور دنیا کا ہر فرد سردار دو عالم فخر موجودات سرور کائنات حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کامل متبعین پر درود و سلام بھیج رہا ہوگا اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دنیا تیری منتظر ہے۔ آسمان تجھے آواز دے رہا ہے دنیا کی انتظار کو دیکھ۔ آسمانی آواز کو سُن۔ سچی خلافت کا کہنا مان کہ کامیابی تیرے قدم چومے اور عزت تیرا دامن تھامے واللہ علی ما اقول وکیل۔

الوصیت

منیبہ جاوید

ہے احسانِ باری نظامِ وصیت　　الٰہی یہ منشاء۔ الٰہی مشیّت
تھی مہدیٔ دوراں کی خوش آب رویت　　ہے تعبیر اس کی نظامِ وصیت

یہ فرمان ہے ذاتِ ربّ الکرم　　کہ کھولے وہ ابوابِ فضل و کرم
جگانے نصیبہ یہ آئی نصیحت　　اٹھو میرے ہمدم! بڑھاؤ قدم

بروز محمدؐ کی ترغیب پیاری　　دَلِدّر مٹانے کی ترکیب ساری
بدلتی ہے مومن کا طورِ طریقت　　خداوند تعالیٰ کا فیضان جاری

ہے اموال سے عُشر دینے کا نام　　وصیت کا لازم ہے یہ اہتمام
یہ تقسیم دولت۔ یہ طرزِ معیشت　　بدل دے گی دنیا کا سارا نظام

شفا بخش دے گی یہ پژمردہ جاں کو　　مٹا دے گی امراضِ ظاہر نہاں کو
یہ تریاق ہے طرحِ نَو کی کرامت　　نئی روح دے گی یہ سارے جہاں کو

جو ناخوب تھے وہ بنے خوب تر　　ہوئے سجدہ ریزی میں پُر چشم تر
جو جویا ہوئے ان پہ برسی ہے رحمت　　دھلے داغ دھبے ہوئے بہرور

جو سارے جہاں سے جدا ہوگیا　　چلن چال میں اتقاء ہوگیا
ملی عرش بالا سے اس کو فضیلت　　وہ ناچیز ذرّہ طلا ہوگیا

گزرتا ہے وقت راہ رو! تیز گام　　کہیں راستے میں نہ آجائے شام
رکھو زادِ رہ میں یہ شمعِ وصیت　　اندھیرے میں شاید یہ آجائے کام

ہر اک ناصیہ سا جو آگے بڑھا　　جبیں پر وہیں عرش آکر جھکا
ملائک نے اس کی لکھی منقبت　　یہ مولائے احمدؑ کا شیدا ہوا

ہیں صدق وصفا کی گو راہیں کٹھن　　نہ دم بند ہونا نہ پانا گھٹن
قدم اک بڑھا لو جو ہے مقدرت　　ہو مقبول شاید تمہارا جتن

خلافتِ احمدیہ کے پہلے تاجدار کا تاریخ ساز عہد

مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت

آسمانی نظامِ خلافت

خلافت ایک نہایت مبارک نظام ہے جو انوار نبوت کو ممتد کرنے کا آسمانی ذریعہ ہے۔اس لئے ہمارے آقا محمد عربی ﷺ کا ارشاد ہے۔

"مَا کَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ"

(جامع الصغیرللسیوطی جلد 2 صفحہ 126 مطبع خیریہ مصر 1306ھ)

ہر نبوت کے بعد خلافت ضرور قائم ہوتی ہے۔اس تعلق میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔۔۔اور چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں۔لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اعلیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے۔سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانے میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادت القرآن صفحہ 58 طبع اول 1893 مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ)

حضور اقدسؑ نے رسالہ الوصیت میں اپنے بعد نظامِ خلافت کے قیام کی واضح خبر دی اور اسے قدرتِ ثانیہ سے موسوم فرماتے ہوئے لکھا:

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔"

(الوصیت صفحہ 6,5 طبع اوّل 24 دسمبر 1905 مطبوعہ میگزین پریس قادیان)

احمدیت میں نظامِ خلافت کا آغاز

حضور علیہ السلام نے خلافت احمدیہ کی غرض وغایت یہ بیان فرمائی کہ:

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو دینِ فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔"

(الوصیت صفحہ 6)

ان پاک نوشتوں کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جماعتِ احمدیہ کا پہلا اجماع خلافت پر ہی ہوا اور حضرت حکیم حافظ مولانا نورالدین صاحب بھیروی 27 مئی 1908 کو بالاتفاق خلیفہ اول منتخب ہوئے۔اس طرح تیرہ صدیوں کے بعد دوبارہ امت مسلمہ میں خلافتِ راشدہ کا نظام جاری ہوگیا اور اس کی برکات پلٹ آئیں جیسا کہ سورۃ النور کی آیت استخلاف کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی:

"ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ"

(مسند احمد مشکوۃ باب الانذار والتحذیر)

یعنی (مسیح محمدی کے بعد) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں آئے گا۔

جماعت کی ممتاز و منفرد اور برگزیدہ شخصیت

حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاولؓ کی عظیم اور برگزیدہ

شخصیت پوری جماعت میں ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتی ہے۔ آپ کے بلند مرتبہ اور جلالت شان کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں اپنے اوّلین مخلص اور جاں نثار صحابہؓ میں سے سب سے بڑھ کر آپ ہی کی تعریف کی ہے۔ فرماتے ہیں:

اوّل:۔ ''میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہء اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ انکے دل میں جو تائید دین کیلئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔''

(فتح اسلام صفحہ 29 طبع جمادی الاول 1308ھ ریاض ہند پریس امرتسر)

دوم:۔ ''جس قدر اُن کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک میرے پاس نہیں۔۔۔''

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(نشانِ آسمانی طبع اول صفحہ 47 ریاض ہند پریس جون 1892)

سوم:۔ (ترجمہ از عربی) آپ مسلمانوں کا فخر ہیں اور آپ کو قرآنی دقائق کے استخراج اور حقائق فرقان کے خزانوں کی اشاعت میں عجیب ملکہ حاصل ہے بے شبہ آپ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہیں اور اپنی شان اور پاک باطنی کے مطابق نبی کریم ﷺ کے نور سے لیتے ہیں۔ آپ ایک بے مثال وجود ہیں جس کے ایک ایک لمحہ سے انوار کی نہریں بہتیں اور ایک ایک تحریر سے فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں۔۔۔ آپ خدام دین کے سردار ہیں اور میں آپ پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں۔

آپ میرے ہر ایک امر میں میری اسی طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت، تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔

جس طرح ان کے دل میں قرآن کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیاتِ مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان سے نور آپ پر نازل ہوتے ہیں۔

خدا کی قسم میں آپ کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں اور قرآن شریف کے اسرار کھولنے، اس کے کلام اور مفہوم کے سمجھنے میں آپ کو سابقین میں سے پاتا ہوں اور آپ کے علم و حلم کو ان دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں۔''

(ترجمہ و تلخیص آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 584-589)

چہارم: (ترجمہ از عربی) میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی البصیرت، کثیر العلم اور زیادہ نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات کا حامل ایک مبارک اور بزرگ شخص متقی، عالم، صالح، فقیہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظ قرآن، قوم کا قریشی اور نسب کا فاروقی ہے جس کا نامِ نامی لقب گرامی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔۔۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق عطا فرمایا ہے۔''

(ترجمہ و تلخیص حمامۃ البشریٰ صفحہ 6 مطبوعہ سیالکوٹ 1311ھ)

قبل از خلافت پُر از نُور حیاتِ طیبہ

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ 1258ھ یا 1841ء کے قریب پنجاب کے تاریخی شہر بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ (مرقاۃ الیقین سوانح مرتبہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)۔ آپ کے والد حضرت حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ حضرت نور بخت تھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی ماں کی گود میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آواز سنی۔''

(بدر 8 اگست 1910 صفحہ 3 کالم 3، والحکم 31 جنوری 1901 صفحہ 7 کالم 3)

آپ نے گھر کے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں پر ہر وقت قال اللہ اور قال الرسولؐ کا چرچا رہتا تھا اور سبھی قرآن کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ کو سنِ تمیز سے بھی پہلے کتابوں کا شوق دامن گیر تھا۔ گھریلو تعلیم کے بعد آپ مقامی

مدرسہ میں داخل ہوئے۔ مزید تعلیم لاہور میں حاصل کی پھر راولپنڈی کے نارمل سکول سے امتحان پاس کیا اور چار سال تک پنڈ دادنخاں کے مڈل سکول میں مدرس رہے۔ اسی اثناء میں افسر مدارس آ گیا جس نے آپ سے کسی بات پر کہا کہ آپ کو ڈپلومہ کا گھمنڈ ہے۔ آپ نے ایک شخص سے کہا ڈپلومہ لاؤ جس کو یہ خدا سمجھے ہوئے ہیں۔ پھر اسے افسر کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور استعفیٰ دے کر واپس بھیرہ تشریف لے آئے۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ 186)

اب آپ طب اور دیگر عربی علوم میں منہمک ہو گئے۔ اس کے لئے آپ کو رام پور، لکھنؤ، میرٹھ، دہلی اور بھوپال کے طویل سفر طے کرنے پڑے۔ بعد ازاں آپ حجاز کی مقدس سرزمین میں تشریف لے گئے اور مکہ اور مدینہ شریف میں قریباً چھ سال تک مختلف بزرگوں سے علمِ حدیث حاصل کیا اور فریضہء حج بجالانے کے بعد وسط 1871 میں اپنے وطن لوٹے۔ آپ کی آمد کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی۔ آپ نے بھیرہ میں درس کا سلسلہ شروع کرنے کے علاوہ ایک مطب بھی جاری کر دیا۔ 1876 کے قریب آپ مہاراجہ جموں و کشمیر کے شاہی طبیب مقرر ہوئے۔ اور ستمبر 1892 تک جموں میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ نے اہم طبی خدمات انجام دیں۔ درس قرآن سے انوار قرآنی پھیلائے۔ ریاست کے طول و عرض میں بالخصوص شاہی خاندان تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور کئی لازوال کتابیں تصنیف کیں۔

قادیان کا پہلا مبارک سفر

آپ جموں میں ہی قیام فرما تھے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار ملا جس میں آپ نے خدا سے ہمکلامی کا اعلان فرمایا تھا۔ یہ اندازاً مارچ 1885 کا واقعہ ہے۔ آپ اشتہار دیکھتے ہی دیوانہ وار جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے برگزیدہ کے چہرہ نورانی پر پہلی نظر ڈالتے ہی دل و جان سے فدا ہو گئے۔ فرماتے ہیں:

"میں جب قادیان میں آیا شروع میں یہاں مرزا صاحب مرحوم و مغفور ہی تھے۔ ان کی بیوی خود کھانا پکاتی تھی اور ایک خادمہ تھی۔ لیکن جب تعلیم دیکھی تو میں نے کہا کہ ایسی ہے کہ عقلمندوں کو کھا جائے گی اور مجبوراً یہ صداقت دنیا کو پہنچ جائے گی۔"

(کلام امیر ضمیمہ بدر صفحہ 19)

امام ہمام کی دعاؤں کا نورانی ثمر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عرصہ سے مصروفِ دعا تھے کہ الٰہی مجھے دین اسلام کی خدمت کیلئے انصار عطا فرما۔ پس آپ کی آمدِ قادیان اس دعا کی قبولیت کا زندہ نشان تھا۔ حضور اپنے قلبی جذبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی گویا جدا شدہ جسم کا کوئی ٹکڑہ مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جیسا کہ آنحضرت ﷺ، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے ملنے سے ہوئے تھے۔ مجھے سب غم بھول گیا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام (ترجمہ) صفحہ 581)

آپ دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا عیسائیوں کے مقابل ایک کتاب لکھیں۔ جس پر آپ نے "فصل الخطاب" جیسی ضخیم اور معرکۃ الآراء کتاب لکھی۔ ازاں بعد آپ نے حضور کے حکم پر آریہ دھرم کے ردّ میں، تصدیق براہین احمدیہ تصنیف فرمائی۔ آپ نے حضور سے درخواست کر رکھی تھی کہ جب جنابِ الٰہی سے بیعت کا اذن ہو تو سب سے پہلی بیعت آپ کی ہو۔ چنانچہ 23 مارچ 1889 کی بیعتِ اولیٰ میں اول السابقین ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہوا۔

ہجرتِ قادیان کا ایمان افروز واقعہ

1893 کی پہلی سہ ماہی میں آپ بھیرہ کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں آ گئے۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ بہت ایمان افروز ہے جو آپ کے قلمِ مبارک سے درج ذیل ہے:

''میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بڑے پیمانہ پر ایک شفاخانہ کھول لوں اور ایک عالی شان مکان بنالوں وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ وہ ابھی ناتمام ہی تھا اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکّہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آ کر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکّہ والے سے مَیں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ، اب اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپؑ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ مَیں نے حسب والا ارشاد بیوی کو بلوانے کیلئے خط لکھدیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ مَیں ابھی شاید جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آ گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلوالیں۔ لیکن مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو نورالدین صاحب کے بارہ میں الہام ہے اور وہ شعر حریری میں موجود ہے ؎

لا تصبون الی الوطن
فیه تھان و تمتحن

''خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔''

(''مرقاۃ الیقین'' حیاتِ نور)

قیامِ قادیان کے لیل ونہار

قادیان میں آپ کے گزارہ کی صورت طبّ کے سوا کچھ نہ تھی مگر آپ کے خانگی اخراجات مہمان نوازی، یتامیٰ و مساکین کی پرورش اور جماعتی چندوں پر بھاری رقم صرف ہوتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میری سب ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ آپ کی قادیان کی زندگی از حد مصروف اور معمور الاوقات زندگی تھی۔ آپ اپنے مطب میں (نمازوں کے اوقات کے علاوہ) صبح سے شام تک بلکہ اکثر عشاء تک ایک ہی نشست میں بیٹھے رہتے۔ اس کے دوران مریض دیکھتے، طالبعلموں کو مختلف علوم پڑھاتے، یتامیٰ اور مساکین کی امداد فرماتے اور بعد نماز مغرب مسجد میں درس دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ہدایت پر فقہی مسائل کا جواب دینے اور تصانیف کیلئے ضروری حوالے فراہم کرنے کی خدمت بھی بجالاتے تھے۔ اس دور میں آپؓ نے ''نورالدین'' کے نام سے ایک محققانہ کتاب بھی سپرد قلم فرمائی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات کے بعد پانچوں نمازیں اور جمعہ آپؓ ہی پڑھاتے تھے۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے اہم فرائض بھی آپؓ کے سپرد تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ مولوی صاحب کی رائے انجمن میں سو رائے کے برابر سمجھی جانی چاہیئے۔

قدرتِ ثانیہ کی پہلی تجلّیٔ عظیم

27 مئی 1908 کو آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو احمدیت کی مخالف طاقتیں پوری قوت سے ابھر آئیں اور مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ نے بہت جلد خوف کو امن میں تبدیل کر دیا۔ ہزاروں سعید روحیں آغوش احمدیت میں آ گئیں۔ اٹھوال (ضلع گورداسپور) کا پورا گاؤں احمدی ہوا۔ بنگال میں سینکڑوں نے بیعت کی۔ سرحد اور حیدر آباد کے بااثر طبقے میں جماعت کا اثر و نفوذ بڑھا۔ مالا بار میں احمدی ہوئے نیز ماریشس اور بعض اور بیرونی ملکوں تک احمدیت کی پُر شوکت آواز پہنچی۔

چھ سالہ عہدِ خلافت پر طائرانہ نظر

آپ کے چھ سالہ دورِ خلافت کی اور بھی بہت سی برکات ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

☆...... بیت المال کا مستقل محکمہ قائم ہوا

☆...... قادیان میں مرکزی لائبریری کی بنیاد پڑی

☆...... مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا

☆...... کئی شہروں میں احمدیہ مساجد تعمیر ہوئیں

☆...... احمدیہ پریس میں نمایاں اضافہ ہوا اور 'الحق' اور 'الفضل' جیسے اہم اخبارات نیز رسائل جاری ہوئے۔

☆...... مستقل واعظینِ سلسلہ کا تقرر ہوا۔

☆...... اسلام اور احمدیت کی تائید میں اردو، انگریزی، ہندی، گورمکھی، پشتو اور فارسی زبانوں میں لٹریچر شائع ہوا۔

☆...... برصغیر کے طول وعرض میں احمدی جماعتوں کے جلسے ہوئے۔

☆...... قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول اور اس کے بورڈنگ کی عالیشان عمارتیں بنیں، مسجد نور تعمیر ہوئی اور ناصر آباد کا نیا محلّہ آباد ہوا۔

☆...... احمدی نوجوان پہلی بار بغرض تعلیم وتبلیغ مصر وانگلستان گئے۔

خلافتِ احمدیہ کے خلاف سازش

آپ کے زمانہ میں صدر انجمن احمدیہ کے بعض عمائدین نے یہ سازش کی کہ خلیفہء وقت کو انجمن کا تابع فرمان قرار دے کر نظامِ خلافت کو پاش پاش کر دیا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے آسمانی قوت وفراست سے اس خوفناک منصوبہ کو یکسر ناکام بنا دیا اور یہ حقیقت ہمیشہ کیلئے واضح فرما دی کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے فرمایا:

''مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔۔۔ مجھ کو نہ تو کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ مَیں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اسکے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی کی طاقت ہے کہ وہ خلافت کی اس رداء کو مجھ سے چھین لے۔''

(بدر 4 جولائی 1912 صفحہ 6-7)

نیز فرمایا:

''مَیں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کر دے گا۔''

(بدر 11 جولائی 1912 صفحہ 4)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 13 مارچ 1914 کو وفات پائی اور مزار مبارک حضرت مسیح موعودؑ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ مگر آپ کے انوار وفیوض آپ کی نعش مبارک کے ساتھ ہی دفن نہیں ہوئے۔ اُن کا سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ اور مستقبل کے ہر احمدی بادشاہ کو اپنا سَر ہر تاجدار خلافت کے حضور فرطِ عقیدت سے جھکانا پڑے گا

ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار

دورِ خلافتِ اولیٰ کے واقعات کی ایک جھلک

☆...... حضرت حافظ حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی بحیثیت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیعت اور جماعت کا خلافت پر اجماع (27 مئی 1908)۔

☆...... بیت المال کے مستقل صیغہ کا قیام (جون 1908)

☆...... قادیان میں پہلی پبلک لائبریری کی بنیاد (جون 1908)۔

☆...... واعظینِ سلسلہ کا باقاعدہ تقرر (جولائی 1908)۔

☆...... ہندوستان کے احمدی نمائندوں کا قادیان میں اجتماع اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا تاریخی فیصلہ کہ قوم اور انجمن دونوں خلیفہ کے مطاع ہیں اور بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے (31 جنوری 1909)۔

☆...... مدرسہ احمدیہ کی بنیاد (یکم مارچ 1909)

☆......قادیان سے اخبار 'نور' کا اجراء سکھوں میں تبلیغ کیلئے (اکتوبر 1909)

☆......اسلام پر اعتراضات کے ردّ کی خاطر انجمن ارشاد کا قیام (آخر 1909)

☆...... قادیان سے اخبار الحق کا اجراء (7 جنوری 1910)

☆...... قادیان میں محلہ دارالعلوم کا آغاز اور مسجد نور کی بنیاد (5 مارچ 1910)

☆...... حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا سفرِ ملتان (24 تا 31 جولائی 1910)

☆...... حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا گھوڑے سے گرنے کا سانحہ، علالت اور حضرت سیّدنا محمودؓ کے لئے خلافت کی وصیت۔(18 نومبر 1910)

☆...... قادیان سے رسالہ احمدی کا اجراء(جنوری 1911)

☆......انجمن انصار اللہ کا قیام حضرت سیّدنا محمود کے ذریعہ(فروری 1911)

☆...... نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے حکومتِ ہند کو میموریل(جولائی 1911)

☆...... حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کا سفرِ انگلستان بغرض تعلیم (روانگی اگست 1911 واپسی نومبر 1914)

☆...... حضرت سیدنا محمودؓ کا سفرِ مدراس، لکھنؤ، رامپور، دہلی، دیوبند، سہارنپور۔(3 تا9 اپریل 1912)

☆......حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا سفرِ لاہور اور احمدیہ بلڈنگز میں نظامِ خلافت سے متعلق جلالی تقریر کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔(15 تا19 جون 1912)

☆...... تعلیم الاسلام ہائی سکول کی نئی عمارت کی بنیاد(25 جولائی 1912)

☆...... رسالہ احمدی خاتون کا اجراء(ستمبر 1912)

حضرت سیّدنا محمودؓ کا سفرِ مصر وعرب اور حجِ بیت اللہ(روانگی 26 ستمبر 1912 واپسی 12 جنوری 1913)

☆...... حضرت سیدنا محمودؓ کی زیرِ ادارت اخبار الفضل جاری ہوا۔(18 جون 1913)

☆...... حضرت چودھری فتح محمد سیالؓ کا بغرض تبلیغ سفر انگلستان(روانگی 25 جولائی 1913 واپسی 29 مارچ 1916)

☆...... حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کا سفر مصر و شام(روانگی 25 جولائی 1913 واپسی مئی 1919)

☆...... احمدیہ بلڈنگز لاہور سے گمنام ٹریکٹوں کی اشاعت اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی ناراضگی اور اُن کا جواب(نومبر 1913)

☆...... حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی آخری وصیت(4 مارچ 1914)

☆...... وصال(13 مارچ 1914)

جناب ثاقب زیروی مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بلند پایہ شخصیت اور آپ کے عظیم اور زندہ جاوید کارناموں کا نقشہ درج ذیل دو شعروں میں کھینچا ہے اور گویا اپنی عارفانہ قوتِ تحریر سے بحرِ ذخار کو کوزہ میں بند کر دیا ہے ۔

اُمّت کا امیں حافظِ قرآن خلیفہ
نبّاضِ قلم، علم کی ایک کان خلیفہ
مہدی کا علمدار کہوں تو بھی بجا ہے
صدیق سا لاثانی و ذی شان خلیفہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

غزل آپؐ کے لئے

گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے
جھیلوں پہ کِھل رہے ہیں کنول آپؐ کے لئے

میری بھی آرزو ہے ، اجازت ملے تو میں
اَشکوں سے اِک پروؤں غزل آپؐ کے لئے

مژگاں بنیں ، حکایتِ دل کے لئے قلم
ہو روشنائی ، آنکھوں کا جَل آپؐ کے لئے

ان آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپؐ کے لئے

دل آپؐ کا ہے، آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن
غم بھی لگا ہے جان گُسل آپؐ کے لئے

میں آپؐ ہی کا ہوں، وہ میری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپؐ کے لئے

(کلامِ طاہر صفحہ 47,46)

اَھْلًا وَّسَھْلًا وَّ مَرْحَبًا

صالحہ قانتہ بھٹی

1987 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت کے بعد پہلی بار امریکہ تشریف لائے تو اُن کی آمد پر قدرتی جذبات نظم میں ڈھل گئے۔ اس نظم کو حضور رحمہ اللہ نے بہت پسند فرمایا اور بعض جگہوں پر تصحیح بھی فرمائی۔ اب یہی نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش ہے:

صد مرحبا ہمارے پیارے حضور آئے
جھرمٹ میں خادموں کے رحمت کے زیر سائے
غمخواریاں سمیٹے شفقت کے ساتھ آئے
علم و بیان ایسا کوئی نظیر لائے
برکت لئے ہوئے وہ بیگم بھی ساتھ لائے
دل دیکھ کر یہ جلوہ حمدِ خدا میں گائے
"تونے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

رکھ ہر قدم پہ مولیٰ دُور ان سے سب بلائیں
اپنی پناہ میں رکھنا مافِق چلیں ہوائیں
کامل وفا سے مانیں جو حکم اُن سے پائیں
خوش ہو کے ہم سے جائیں پھر لوٹ کر بھی آئیں
صحت کی زندگی ہو عُمرِ دراز پائیں
موقع پہ اس خوشی کے قیدی بھی فیض پائیں
فضلِ خدا سے وہ بھی جلدی رہائی پائیں
"یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی"

عقائد احمدیت

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن
تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان 2005

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ O

(سورہ الصف 61:10)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر كُلِّیَّةً غالب کردے خواہ مشرک برا منائیں۔

میری تقریر کا عنوان آپ سن چکے ہیں۔ آج مجھے عقائد احمدیت کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔

احمدیت کیا ہے؟

حضرات! عقائد احمدیت سمجھنے کے لیئے ہمیں سب سے پہلے احمدیت کا تعارف حاصل کرنا ضروری ہے جو اپنی ذات میں ایک مفصل اور مستقل مضمون ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ

☆...... احمدیت کسی نئے مذہب کا نام نہیں بلکہ اسلام ہی کی تجدید کا دوسرا نام احمدیت ہے۔ احمدیت نام ہے حقیقی اسلام کا۔ احمدیت وہ مصفّٰی آئینہ ہے جس میں اسلام کی حقیقی اور حسین تصویر نظر آتی ہے۔ احمدیت اس اسلام کی علمبردار جماعت ہے جو ہمارے محبوب آقا محبوب کبریاء محمد مصطفٰی ﷺ کا لایا ہوا کامل و مکمل دین اور کل جہان کے لئے ازلی ابدی پیغامِ ہدایت ہے۔ احمدیت اس دورِ آخرین میں اسی سچے اور حقیقی اسلام کی ترجمان جماعت ہے۔

☆...... احمدیت نام ہے اس پیغام کا کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا، ہمارا رسول ایک زندہ رسول، ہماری کتاب ایک زندہ کتاب اور ہمارا دین ایک زندہ دین ہے۔ اس زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں احیائے اسلام اور اس کی سربلندی کی خاطر جس امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے آنے کا وعدہ دیا تھا، وہ وعدہ بڑی شان کے ساتھ پورا ہو گیا ہے۔ آنے والا آیا اور اس نے قادیان کی اسی مقدس بستی سے ظہور فرمایا جس میں ہم سب اس وقت موجود ہیں۔ وہ آیا اور نہایت پرشوکت، آسمانی اور زمینی نشانوں کے ساتھ آیا اور اعلان فرمایا ؎

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

عقائدِ احمدیت

جہاں تک احمدیت کے عقائد کا تعلق ہے بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بہتر اور کون بیان کر سکتا ہے۔ آیئے سب سے پہلے ہم آپ کی مقدس تحریرات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بطور نمونہ دو حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

☆...... "ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا اله الا الله محمد رسول الله ، ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں، جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے

ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 3 ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 170,169)

☆ ''ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد اور روزِ حساب حق اور جنّت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 14 ایام الصلح صفحہ 323)

عقائدِ احمدیت کی امتیازی شان

عقائدِ احمدیت کے اس اجمالی ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقائدِ احمدیت کی امتیازی شان کا بھی مختصراً ذکر کر دیا جائے۔ عقائدِ احمدیت کی سب سے نمایاں اور امتیازی بات یہ ہے کہ اس کے جملہ عقائد اور شرائطِ بیعت کی بنیاد قرآنِ مجید پر ہے اور ہم یہ بات علیٰ وجہ البصیرت ایک چیلنج کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا بیان فرمودہ کوئی بھی عقیدہ یا بیان قرآنِ مجید سے ہرگز متصادم نہیں۔ عقائدِ احمدیت کی یہ خوبی ایسی ہے جو سعادت مند لوگوں کے پاک دلوں پر فوری اثر کرتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی کے قبولِ احمدیت کا واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیات سے وفاتِ مسیح کا ثبوت دیا تو آپ نے برملا تسلیم کر لیا کہ اس بارہ میں قرآن مجید تو آپ کے ساتھ ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو پھر آپ کس کے ساتھ ہیں؟''

مولوی صاحب ایک خدا ترس بزرگ تھے حضرت اقدس کی بات سن کر رو پڑے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہچکی بندھ گئی۔ بڑے جذباتی انداز میں کہنے لگے کہ قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے تو یہ خطا کار اور گنہگار بھی حضور کے ساتھ ہے! یہ کہا اور فوراً ہی غلام نبی واقعۃً وقت کے نبی کا غلام بن گیا!

دوسری امتیازی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے بعد ان سب عقائد کی بنیاد ہادی کامل، خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک اسوہ یعنی سنتِ نبویؐ اور آپ کے مبارک ارشادات و اقوال یعنی احادیثِ نبویہ پر ہے۔ پھر عقائدِ احمدیت کی ایک اور امتیازی شان یہ ہے کہ بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرتِ اقدس مسیح موعودؑ کو علام الغیوب خدا کی طرف سے وحی و الہام کا فیضان بھی عطا ہوا تھا۔ جو قدم قدم پر آپ کی راہنمائی اور دستگیری کا ذریعہ بنا۔ سب عقائدِ احمدیت کا ذکر تو ممکن نہیں۔ بطور نمونہ تین عقائد کا ذکر کرتا ہوں:

حیات و وفاتِ مسیح علیہ السلام

حضرات! جماعت احمدیہ کے امتیازی اور اساسی عقائد میں سے ایک عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پختہ عمر میں طبعی وفات کا عقیدہ ہے۔ عیسائیت کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی صلیبی موت اور بعد ازاں جی اٹھ کر

اَبدی حیات پانے کا عقیدہ اس لئے اہم ہے کہ یہی عقیدہ الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ کی بنیاد ہے۔ یہ بنیاد نہ رہے تو عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہتی ہے۔ اور یہ بات خود عیسائیوں کو بھی مُسلّم ہے۔ اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے حیات و وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ جماعت احمدیہ اور دیگر مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ کن اور بنیادی اہمیت کا عقیدہ ہے۔ جب تک یہ مسئلہ پوری طرح حل نہ ہو جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مثیلِ مسیح ہونے کے دعویٰ کو سنجیدگی سے نہیں لیا جا سکتا۔ اس حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارے دعویٰ کی جڑھ حضرت عیسیٰ کی وفات ہے''

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ 44 روحانی خزائن جلد 20)

نیز فرمایا:

''یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے ہیں اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 178 روحانی خزائن جلد 17)

ہر دو اعتبار سے اس عقیدہ کی اساسی اہمیت کے پیش نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اس بات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے معجزانہ طور پر نجات پا کر اپنے فرض کی تکمیل کی خاطر بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں مشرق کی طرف ہجرت کر گئے اور فرض پورا کرنے کے بعد 120 سال کی عمر میں طبعی وفات پا گئے اور ان کا مزار سرینگر کشمیر میں موجود ہے۔ قرآن مجید کی واضح تعلیم کے مطابق چونکہ کوئی مرنے والا قیامت سے پہلے نہ کبھی دنیا میں واپس آیا، نہ واپس آ سکتا ہے اس لئے حضرت مسیح کے نزول کی جو پیشگوئی احادیث میں مذکور ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ آخری زمانہ میں کوئی اور وجود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مثیل کے طور پر آئے گا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہوئے بڑے یقین اور وثوق سے اعلان فرمایا:

''اُس (خدا) نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اُس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 402 روحانی خزائن جلد 3)

حضرات! جہاں تک حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی طبعی وفات کا تعلق ہے یہ ایک بہت ہی سادہ اور آسان فہم مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح ناصری ایک انسان کے طور پر اس دنیا میں آئے اور ہر انسان کے لئے موت کے دروازہ سے گزرنا لازم ہے۔ اس قاعدہ میں کوئی ایک بھی استثناء نہیں۔ جب رسولوں کے سرتاج، ہمارے پیارے آقا، محبوب خدا ﷺ بھی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے تو اور کون ہو سکتا ہے جو اس راہ سے نہ گزرے؟

بدنیا گر کسے پائندہ بودے
ابو القاسم محمدؐ زندہ بودے

ویسے بھی اگر موت سے بچ جانا اور زندہ رہنا کوئی قابلِ فخر یا امتیازی بات ہے تو اس کے سب سے زیادہ حقدار تو ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

جو لوگ ہر بشر کی موت کے دائمی قانون سے ہٹ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ خیال کرتے ہیں ان کا فرض بنتا ہے کہ وہ قرآن مجید سے اپنے عقیدہ کا تائیدی ثبوت مہیا کریں۔ عجیب بات ہے کہ غیر احمدی حضرات حیاتِ مسیح کی تائید قرآن مجید سے دکھانے کی بجائے وفات مسیح کی آیات دکھانے کا مطالبہ ہم احمدیوں سے کرتے ہیں جو اپنی ذات میں ایک غیر منطقی

مطالبہ ہے۔ایک غیر احمدی مولوی نے یہی مطالبہ ایک بار ربوہ میں ایک مجلس میں کیا۔بات پنجابی زبان میں ہو رہی تھی۔جب اسے یہ جواب دیا گیا کہ

''باقی نبیاں نوں آیتاں نال ماریا اے؟''

کہ کیا تم نے باقی سب نبیوں کو، جن کو تم فوت شدہ مانتے ہو، قرآن مجید کی آیات دیکھ کر فوت شدہ تسلیم کیا ہے؟ تو وہ فوراً کہنے لگے کہ یہ بات مجھ پر خوب واضح ہوگئی ہے اور اب مجھے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں!

امرِ واقعہ یہ ہے کہ وفات مسیح کا ثبوت قرآن مجید کی ایک یا دو آیات سے نہیں بلکہ قرآن مجید کی 30 آیات سے ہوتا ہے۔جن کا ذکر حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم میں فرمایا ہے۔آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہُوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

قرآن مجید کی آیات کریمہ کے علاوہ بے شمار احادیث نبویہ، اقوال صحابہ کرام، قریباً ہر صدی کے نمایاں بزرگان امت کے ارشادات، شرق و غرب کے علمائے کرام و محققین کے بیانات اور تاریخی و عقلی دلائل اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان سب امور کا احاطہ بلکہ اشارہ بھی اس جگہ ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں مذکور دلائل میں سے ایک قطعی اور یقینی دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دو بار تــوفــی کا لفظ آیا ہے۔اور عربی لغت کے لحاظ سے یہ لفظ قبضِ روح اور موت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن غیر احمدی حضرات ہمیشہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ جب یہی لفظ 23 اور مقامات پر قرآن مجید میں آتا ہے تو ہر موقعہ پر غیر احمدی اس کا ترجمہ قبضِ روح اور موت کا کرتے ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے تعلق میں اس کا ترجمہ بدل دیتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ انحراف بالبداہت غلط اور بے ثبوت ہے اور حقیقت سے آنکھیں بند کرنے والی بات ہے۔

لفظ توفی کے بارہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے لکھا ہے کہ صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں 346 بار توفی کا لفظ آیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''میں نے ان کتابوں کو بڑی کوشش اور جانکاہی سے سطر سطر پر نظر ڈال کر دیکھ لیا ہے اس لئے میں دعویٰ سے اور شرط کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہر یک جگہ جو تــوفــی کا لفظ ان کتابوں کی احادیث میں آیا ہے اس کے بجز موت اور قبضِ روح کے اور کوئی معنی نہیں۔...کبھی آنحضرت ﷺ نے توفی کا لفظ بغیر معنی موت اور قبضِ رُوح کے کسی دوسرے معنی کے لئے ہرگز استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی دوسرے معنی کا لفظ زبان مبارک پر جاری ہُوا...''

(ازالہ اوہام صفحہ 584)

نیز لکھا ہے کہ حضرت امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے توجہ دلائی ہے کہ

''کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آنحضرت ﷺ کے مُنہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا ہے اور ہر یک لفظ توفی کے معنے قبضِ رُوح اور موت تھی۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 585)

''اس گہری تحقیق کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لفظ توفی کے بارہ میں چیلنج دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تــوفّــی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے

معنوں میں بھی مستعمل ہُوا ہے تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالاتِ حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔‘‘

(از الہ اوہام حصہ دوم صفحہ 603 روحانی خزائن جلد 3)

حضرت مسیحِ محمدی، جری اللہ فی حُلَلِ الانبیاء ، کے اس چیلنج پر ایک سو چودہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور یہ چیلنج آج بھی اسی طرح قائم ہے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

حضرات! امت مسلمہ میں سب سے پہلا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ حقیقی رنگ میں واحد اجماع اگر کسی بات پر ہُوا ہے تو وہ وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ہے۔ رسول مقبول ﷺ کے وصال پر صحابہ مارے غم کے دیوانہ ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں آئے اور تلوار نیام سے نکال کر کہنے لگے کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ فوت ہوگئے ہیں تو خدا کی قسم! میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ صحابہ دم بخود تھے۔ کسی میں بولنے کی ہمت نہ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر عزم، ہمت اور فراست عطا فرمائی۔ آپ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وما محمد الاّ رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقا بکم

(سورہ آل عمران آیت 145)

کہ محمدؐ تو صرف خدا کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے جتنے رسول گزرے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر آپؐ بھی وفات پا جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ، باوجود شدید صدمہ اور جوش کے، یہ آیت سنتے ہی خاموش ہو گئے اور اس قدر غم طاری ہُوا کہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئے۔ اس آیت کریمہ نے سب پر یہ بات پوری طرح واضح کردی کہ بشر ہونے کے ناطے سب رسول اس دنیا سے گزر چکے ہیں پس رسول پاک ﷺ بھی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے ہیں۔ یہ امّتِ مسلمہ کا ایسا تاریخی اجماع ہے جو اپنی شوکت اور قطعیت میں بے نظیر ہے۔ اگر حضرت عمرؓ یا کسی اور صحابی کو کسی ایک مثال کا علم بھی ہوتا کہ کوئی سابقہ نبی زندہ ہے تو وہ ضرور بولتے۔ لیکن سارے صحابہ کرامؓ، جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، ان سب کی مکمّل خاموشی اور کامل اتفاق نے اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی کہ آپؐ سے پہلے کے تمام انبیاء جن میں حضرت مسیح ناصریؑ بھی شامل ہیں یقیناً فوت ہو چکے ہیں۔ امتِ مسلمہ کا یہ عظیم الشان اجماع وفات عیسیٰؑ پر ایسی مسکت دلیل ہے جس سے کوئی حق پسند ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔

فیضانِ ختم نبوت

حضرات! ایک دوسرا اہم اور بنیادی مسئلہ جس میں جماعت احمدیہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں سے اختلاف کرتی ہے وہ ختم نبوت کی حقیقت اور اس کے فیضان سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بیان فرمایا ہے اور جماعت احمدیہ صدق دل سے آپؐ کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے، یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے.... ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 342)

اپنے منظوم کلام میں فرمایا ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

غیر احمدی حضرات کا کہنا ہے کہ رسول پاک ﷺ کے آنے سے انبیاء کا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے۔ اب آیندہ کسی قسم کا کوئی نبی ہرگز نہیں آسکتا۔ جماعت احمدیہ ختم نبوت کی اس تشریح سے برملا اختلاف کرتی ہے کیونکہ یہ نظریہ قرآن مجید، احادیث نبویہ، نبی پاک ﷺ کی بلند شان اور امت محمدیہ کے بلند مرتبہ سے کھلم کھلا متصادم ہے۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے جو بہت تفصیل کا متقاضی ہے۔ تقریر کے موضوع کے لحاظ سے میں صرف ایک پہلو کا ذکر کروں گا جس کا تعلق فیضان نبوت سے ہے۔

غیر احمدی عقیدہ کے مطابق آنحضرت ﷺ کو زمانی لحاظ سے آخری نبی ماننے کا تو یہ مطلب بنتا ہے کہ نبوت کا فیضان اسلام سے پہلے جاری چلا آرہا تھا، اسلام سے پہلے کی سب امتیں ایک کے بعد دوسرے نبی کا فیض پاتی رہیں۔ لیکن اب آنحضرت ﷺ کے آنے کے بعد نبوت کا یہ انعام ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا ہے۔ اب یہ نعمت ہمیشہ کے لئے اٹھالی گئی۔ اب اس خیر امت کو ہمیشہ کے لئے اس عظیم انعام اور برکت سے محروم کردیا گیا ہے! انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس بھیانک اور خوفناک عقیدہ کے مقابل پر جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفے ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صاحب کوثر بنایا۔ آپؐ کو خیر کثیر عطا فرمایا۔ آپ کو فضلِ عظیم سے نوازا۔ کیسے ممکن ہے کہ آپؐ کے آنے سے خیر و برکت کا کوئی سلسلہ بند ہوجائے۔ آپؐ کی شان اس میں نہیں کہ آپؐ فضلوں کو بند کریں بلکہ آپؐ کی ارفع شان کا تقاضا تو یہ ہے کہ آیندہ ہر خیر و برکت اور ہر روحانی مقام و مرتبہ آپؐ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو۔ یہی آپؐ کی ختم نبوت کا صحیح مفہوم ہے جس سے آپؐ کی شانِ خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی شانِ نبوّت کا یہ پہلو یعنی افاضۂ کمالاتِ روحانیہ اپنے اندر بہت عظمت، شوکت اور وسعت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ و کان اللہ بکل شی علیما

(الاحزاب: 40)

اس آیت میں جہاں آپؐ کی جسمانی ابوّت کی نفی فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی ذہن میں پیدا ہونے والے ہر نقص کے خیال کی نفی کرتے ہوئے آپؐ کے خاتم النبیّین ہونے کا اعلان کردیا ہے جس کا واضح مضمون یہ ہے کہ گو آپؐ امّت کے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن آپؐ کا روحانی فیضان قیامت تک جاری رہے گا اور ہر دور میں ایسے عاشقانِ رسول اور محبانِ محمد ﷺ پیدا ہوتے رہیں گے جو اس مقدس نبیؐ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوکر روحانی زندگی پاتے رہیں گے۔ اس طرح کوئی زمانہ بھی آپؐ کے فیضان سے محروم نہ رہے گا۔ جسمانی اولاد تو ختم ہوسکتی ہے لیکن محمدیؐ چشمہ سے آبِ حیات پینے والے یہ غلامانِ محمدؐ کبھی ختم نہ ہونگے بلکہ ہر دَور میں اس بزرگ نبی اور ہادیٔ برحق ﷺ کی دائمی حیات اور لازوال فیض رسانی کا اعلان کرتے رہیں گے۔ حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہء تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔''

(کشتی نوح صفحہ 14، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 14)

خاتمیتِ محمدیہ کی بہترین تفسیر اور امتِ مسلمہ کو ملنے والے روحانی درجات کی تفصیل سورۃ النساء کی آیتِ کریمہ میں ملتی ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

(النساء آیت: 70)

کیا ہی عظیم الشان مقام ہے اور کس قدر دلربا فیضانِ نبوّت ہے جس کا ذکر اِس آیتِ کریمہ میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روحانیت کے چاروں مراتب مل سکتے ہیں لیکن صرف اس کو، جو اللہ تعالےٰ کی اور ہمارے اِس رسول یعنی محمد مصطفے ﷺ کی اطاعت میں فنائیت کا مقام حاصل کرنے والا ہوگا گویا

روحانیت کا ہر مرتبہ اور کمال اور روحانیت کا ہر فیضان آپ کی غلامی سے وابستہ ہے۔ یہ مقام صرف اور صرف ہمارے آقا حضرت خاتم النبیین ﷺ کو عطا کیا گیا کہ آپؐ کا سچا متبع اور پیروکار صدیقیت، شہادت اور صالحیت ہی نہیں بلکہ امتی نبوت کے مقام پر بھی سرفراز ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 97 حاشیہ روحانی خزائن جلد 22، صفحہ 100)

آنحضرت ﷺ کے فیضان کا یہ بحرِ زخار تخلیق کائنات کے وقت سے موجزن ہے۔ ہر دَور نے اس فیضان سے حصہ پایا۔ گزشتہ انبیاء آپ کی مہرِ تصدیق سے سچے سمجھے گئے اور پھر آپ کے اپنے زمانہ میں افاضۂ کمالاتِ روحانیہ کا ظہور اس رنگ میں ہوا کہ عرب کے وہ باشندے جو دین و دنیا سے ناواقف اور تہذیب وتمدّن سے نا آشنا تھے، روحانیت سے بے بہرہ اور قربِ الٰہی کی لذّت سے محروم تھے، ہاں وہی باشندے جو خاک کے ذرّوں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے، یہی خاک کے ذرّے آفتابِ نبوتِ محمدیہ سے فیضیاب ہو کر اور چراغِ مصطفویؐ کی نورانی کرنوں سے منوّر ہو کر ہمدوشِ ثریّا ہو گئے۔ جاہل عالم بن گئے رُوحانیت سے بے بہرہ کمالِ روحانیت کے علمبردار بن گئے اور قربِ الٰہی کی لذّت سے نا آشنا لوگ خدا نما وجود بن گئے۔ یہ عظیم الشان روحانی انقلاب ہے مگر آنحضرت ﷺ کے افاضۂ کمالِ روحانی کا ایک ادنیٰ کرشمہ!

آنحضرت ﷺ کے افاضۂ کمالِ روحانی کا سراج منیر ہر زمانہ کو اپنی نورانی شعاعوں سے منوّر کرتا رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد محمدیؐ فیض کی برکت سے آسمانِ روحانیت پر ہزاروں ستارے چمکے جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر رشد وہدایت اور تجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور بالآخر ہمارے اِس زمانہ میں شانِ محمدیؐ کا ایک نہایت حسین جلوہ دنیا نے دیکھا۔ محمدیؐ آفتاب کے نور سے منوّر ہو کر ایک ماہتابِ محمدیؐ جلوہ گر ہوا۔ قادیان کی اسی مقدس بستی سے جو ایک وقت میں ایک گمنام بستی تھی اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرجعِ خاص و عام بنی ہوئی ہے، ہاں اسی مہبطِ انوار بستی سے ایک خاتمِ عشاقِ محمد ﷺ اٹھا۔ اس نے فدائیت اور فنائیت کا ایسا کامل نمونہ دکھایا کہ عرش کے فرشتوں نے گواہی دی کہ

هذا رجل يحب رسول الله

اور دیکھو کہ پھر خدائے ذوالعرش نے اتباعِ نبوتِ محمدیؐ کی برکت سے عشقِ محمدی کے پیکر، سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظلّی طور پر نبوت کے بلند روحانی مقام پر فائز فرما دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس زمانہ میں فیضانِ محمدی ﷺ کے زندہ گواہ کے طور پر کھڑا کر دیا! آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پَیروی سے حاصل ہوا اگر مَیں آنحضرت ﷺ کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پَیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرفِ مکالمہ ومخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔''

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ 2019۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 412.411)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:۔

''مَیں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد ﷺ کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ مَیں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اُوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نُور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔ اور اس قدر نشانِ غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نُوروں کے ذریعہ سے مَیں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔''

(تریاق القلوب صفحہ 6 روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 140)

آپؑ نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

حضرات! آنحضرت ﷺ کا یہ افاضۂ کمالِ روحانی تا قیامت جاری ہے اور ہر دَور میں آپؐ کی نبوّتِ تامّہ کے افاضۂ کاملہ کے مظہر ظاہر ہوتے رہیں گے جو آپؐ کی جاودانی حیات اور برکات کے زندہ گواہ ہوں گے۔

جہاد کی حقیقت

حضرات! ایک اور اہم مسئلہ جس کے بارہ میں موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو سخت غلطی لگی ہے وہ جہاد کا مسئلہ ہے۔ خاص طور پر دنیا کے موجودہ حالات میں اس نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے۔ آج کل نادان مسلمانوں نے یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ ہمارا دین چونکہ سچّا ہے اس لئے اس کے پھیلانے کے لئے جبر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ اسی بناء پر وہ نوجوانوں کو یہ غلط اُمید بھی دلاتے ہیں کہ جو کوئی کسی کافر کو مارے گا، وہ سیدھا جنت میں جا ئے گا۔ اس کے ساتھ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ آخری زمانہ میں آنے والا مہدی بھی ایک خونی مہدی ہوگا۔ اگر کافر اس کے ہاتھ پر اسلام قبول نہیں کریں گے تو وہ ان کے ساتھ جنگ کرے گا اور ساری زمین کو ان کے خون سے بھر دے گا۔

حق یہ ہے کہ یہ سب تصورات کلیۃً باطل اور بے حقیقت ہیں۔ ان کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسلام تو امن و سلامتی اور محبت و پیار کا مذہب ہے۔ جب اسلام کے لفظی معنی ہی امن کے ہیں تو یہ جبر و اکراہ اور خونریزی کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے؟ پھر قرآنِ مجید صاف صاف لفظوں میں یہ اعلان کرتا ہے کہ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کہ دین کے معاملہ میں ہرگز کوئی جبر جائز نہیں۔ قرآنِ مجید اور احادیث اس مضمون کو بار بار بیان کرتی ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کا اُسوہ ایک کھلی کتاب کی طرح اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہ نے کبھی ایک بار بھی جبراً کسی کافر کو مسلمان نہیں بنایا اور نہ کبھی اس غرض سے تلوار اُٹھائی۔ اسلامی تاریخ میں جن جنگوں کا ذکر ملتا ہے وہ سب کی سب کفار کے مظالم اور خونی کارروائیوں سے تنگ آکر خود حفاظتی اور دفاع کی خاطر کی گئیں۔

جہاں تک مہدی کی پیشگوئی کا تعلق ہے، رسولِ پاک ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ کرنا تو درکنار، آنے والا مسیح اور مہدی (جو دراصل ایک ہی وجود کے دو نام ہیں) دنیا میں امن اور سلامتی کا علمبردار ہوگا۔ وہ دلائل اور براہین سے مخالفین کے دل جیتے گا۔ اور مذہبی جنگوں کا اس کے زمانہ میں کوئی نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ آپؑ نے فرمایا ۔

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات میں یہ امر خوب کھول کر بیان فرمایا ہے کہ جہاد کا مسئلہ سچّا اور برحق ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسکی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا ہے۔ سب سے مقدم اور افضل نفس کی اصلاح کا جہاد ہے۔ اس جہادِ اکبر کا سلسلہ ایک مومن کی زندگی میں ہر لحہ جاری رہنا چاہیے۔ قرآنِ کریم کے ذریعہ اشاعتِ اسلام کو جہادِ کبیر قرار دیا ہے۔ نیز انفاق فی سبیل اللہ بھی جہاد کی ایک قسم ہے۔ اور اگر ایسی صورت پیش آئے کہ کوئی قوم اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لئے ان کے خلاف تلوار اٹھائے اور جنگ کی طرح ڈالے تو اس صورت میں اپنے دفاع کی خاطر، امامِ وقت کی قیادت میں، جوابی کارروائی کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن یہ دفاعی قتال جہاد کی ایک ادنیٰ قسم ہوگی۔

اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جہاد کا مضمون اُن قرآنی سورتوں میں بھی موجود ہے جو مکّی دور میں نازل ہوئیں اور تیرا سال کا عرصہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ نے دن رات جہاد میں گزارا لیکن آپؐ نے ہرگز تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ بالآخر ہجرتِ مدینہ کے بعد جب دشمن حملہ آور

ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر صحابہؓ نے دفاعی کارروائی کی۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کی ساری زندگی میں ان دفاعی جنگوں کا کُل عرصہ 126 دنوں سے زیادہ نہیں بنتا۔ جبکہ اصلی اور حقیقی جہاد کا مضمون آپؐ کی تریسٹھ (63) سالہ زندگی میں مسلسل، بلا وقفہ، دن رات جاری رہا۔ اس تجزیہ سے اور رسولِ پاک ﷺ کے بابرکت نمونہ سے جہاد کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

جہاں تک موجودہ زمانہ میں جہاد بالسیف کا تعلق ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے واضح فرمایا ہے کہ یہ زمانہ جنگ و جدال اور لڑائی کا زمانہ نہیں کیونکہ دشمن اب اس ذریعہ سے اسلام پر حملہ آور نہیں۔ پس اس زمانہ میں وہ حالات نہیں جن میں دفاعی طور پر قتال کی ضرورت ہو۔ البتہ جہاد ایک جاری و ساری مضمون ہے اور موجودہ دور کا جہاد یہ ہے کہ جس طرح دشمنانِ اسلام قلم اور تحریرات کے غلط استعمال کے ذریعہ اسلام کے خلاف مصروفِ عمل ہیں ان کے حملوں کا جواب بھی قلم ہی کے ذریعہ دیا جائے چنانچہ خود حضرت سلطان القلم مسیحِ موعودؑ نے قریباً 90 کتب تحریر فرما کر اسلام کے دفاع کا حق ادا فرمایا۔ اور اس میدان میں ایک بے مثال نمونہ پیش فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مسیح اور مہدی کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دفاعی قتال والے جہاد کے التواء کا اعلان کر دیا ہے۔

حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰؑ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کر دے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

گزشتہ ایک سو سال میں مسلمانوں کی ہر جگہ اور ہر موقع پر جہاد کے نام پر لڑائیوں میں عبرتناک ناکامیاں اس پیشگوئی کو حرف بہ حرف سچا ثابت کر رہی ہیں۔

جہاد کے بارہ میں جماعت کا موقف حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام سے بہتر اور کون پیش کر سکتا ہے۔ آپ کے چند اور پُر معارف ارشادات پیش کرتا ہوں۔ ان کے سنانے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ان ارشادات میں جہاد کی نفی یا ختم ہونے کا جو ذکر آتا ہے اس سے مراد صرف دین کے پھیلاؤ کی خاطر قتال کرنا مراد ہے جیسا کہ قریباً ہر جگہ سیاقِ کلام سے خوب واضح ہے اور یہ بات صراحت کے ساتھ جگہ جگہ آپ کے بیانات میں بھی ملتی ہے۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے جہاد کی پُر امن اقسام کی کبھی اور کسی جگہ ہرگز ممانعت نہیں فرمائی بلکہ ان کی تاکید سے تو آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور آپ کی زندگی میں بھی اس کا بہترین نمونہ نظر آتا ہے۔

آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

ان اشعار میں ''دین'' اور ''اب'' کے الفاظ کی تکرار سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دین کی اشاعت کی غرض سے جنگ کرنا بالکل منع اور حرام ہے اور بالخصوص موجودہ حالات میں جبکہ دشمن اسلام کے خلاف یہ طریق اختیار نہیں کرتا، اس قتال کا ہرگز ہرگز کوئی جواز نہیں اور جب تک یہ صورتِ حال رہے گی مسیح الزمان کا یہ فیصلہ اسی طرح ناطق اور نافذ رہے گا۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

'' لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائیگا تو سیفی جہاد اور مذہبی

جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اس کی دُعا اس کا حربہ ہوگا اور اس کی عقدِ ہمت اس کی تلوار ہوگی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا۔۔۔ اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہوگا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص 8، روحانی خزائن جلد 17)

پھر کس شان سے فرماتے ہیں:

''اے اسلام کے عالمو اور مولویو! میری بات سنو! میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب جہاد کا وقت نہیں ہے۔ خدا کے پاک نبی کے نافرمان مت بنو۔ مسیح موعود جو آنے والا تھا آ چکا۔ اور اس نے حکم بھی دیا کہ آئندہ مذہبی جنگوں سے جو تلوار اور کشت وخون کے ساتھ ہوتی ہیں باز آجاؤ۔ تو اب بھی خون ریزی سے باز نہ آنا اور ایسے وعظوں سے مُنہ بند نہ کرنا طریق اسلام نہیں ہے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد 9,8 روحانی خزائن جلد 17)

مزید تاکید سے فرمایا:

''جو شخص آنکھیں رکھتا ہے اور حدیثوں کو پڑھتا اور قرآن کو دیکھتا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمعِ خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص 10,9 روحانی خزائن جلد 17)

موجودہ زمانہ میں نظر آنے والی دہشت گردی کی پر زور مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص 17 روحانی خزائن جلد 17)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کے لئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کا نافرمان ہے، ان کی وصیتوں اور حدود اور فرائض سے باہر چلا گیا ہے۔''

(حقیقۃ المہدی صفحہ 6 روحانی خزائن جلد 14)

صلح اور امن وآشتی کے منادی، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ساری امتِ مسلمہ کو ایک پر درد پیغام دیا اور اپنی جماعت کو پر امن رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص 15 روحانی خزائن جلد 17)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ پر امن جہاد کی سب راہوں پر دن رات گامزن ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس وقت جماعتِ احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو اسلامی جہاد کا فریضہ نہایت کامیابی اور سرخروئی سے ساری دنیا میں ادا کر رہی ہے۔ اصلاحِ نفس کا جہاد ہو یا راہِ خدا میں مالی قربانیاں پیش کرنے کا، تبلیغ کا میدان ہو یا اشاعتِ قرآن کا، نیکی کی ہر راہ میں جماعتِ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دن رات سرگرم عمل نظر آتی ہے۔ حقیقی جذبہء جہاد سے سرشار، سرفروشانِ اسلام کی یہ جماعت پر امن جہاد کے ان مبارک میدانوں میں آگے سے آگے بڑھتی جا رہی

ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حقیقی جہاد کا علم ہمیشہ سر بلند رکھے گی۔ انشاء اللہ

اختتامیہ

حضرات! دورِ آخرین میں اسلام کا عالمگیر غلبہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے جو صحیح اسلامی عقائد کی علمبردار اور حقیقی اسلام کی ترجمان ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت تحریرات میں سے دو مختصر حوالوں کے ساتھ اپنی تقریر کو مکمل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 96 روحانی خزائن جلد 17 ص 182)

جماعت کی مجموعی ترقی کا نقشہ کھینچتے ہوئے پر شوکت الفاظ میں فرماتے ہیں:

> ''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی ۔۔۔۔ دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 66، 67 روحانی خزائن جلد 20)

خوش آمدید یا مسرور

سیارہ حکمت

چٹک کے کلی نے کہا پھول سے۔ بہار آرہی ہے بہار!
پیغام پہنچایا گلشن میں بادِ سحر نے
حضور آرہے ہیں' پُرنور آرہے ہیں
کُو بہ کُو قریہ قریہ پہنچی خبر
مسرور آرہے ہیں' پُرنور آرہے ہیں
مانند ہیں جس کی لَو کے سامنے آفتاب وقمر
وہ ابنِ مسیحا کی دعاؤں کا شیریں ثمر
وہ نورِ مجسّم' ہے الہام کا مظہر
''اِنِّی مَعَکَ یَامَسْرُوْر''
وہ مغرب پہ چمکا، وہ مشرق پہ برسا
مسیحا کا لختِ جگر آرہا ہے
دل کا غنی، ہمت کا جری، مالکِ حسنِ تدبیر
تبسم فشاں' سوئے منزل رواں
اولوالعزم، ہمت واستقلال کا پیکر
ذہانت، فراست، تدبر کی تصویر
جشنِ خلافت کی روشن تقدیر!
برسوں سے تھی آنکھیں جس کی دید کی منتظر
دل تھا بے چین، اور روح بے قرار
بن کے دل کا مسیحا روح کا قرار
خوشا نصیب میرا مہمان میرے گھر آرہا ہے
میرا شہریار میرے شہر آرہا ہے

رسالہ ” الوصیت “

وحی قرآنی سے مستفاض ایک روشن اور درخشندہ تحریر

نصیر احمد قمر
ایڈیشنل وکیل الاشاعت وایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل۔ لندن

آج سے ایک سو تین سال قبل 1905ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ”متواتر وحی“ سے خبر دی کہ آپ کا زمانۂ وفات نزدیک ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔“ قرب وصال کے الہامات کے نتیجہ میں جماعت کی اس وقت کی ابتدائی کمزوری کی حالت اور اس پودے کی روئیدگی کی نرم و نازک کیفیت کے پیش نظر، اور سلسلہ کی ترقی و استحکام کے لئے فکرمندی، اور عالمگیر غلبۂ اسلام کیلئے درپیش عظیم مہمات کے تصور سے آپ کے دل میں نجانے کیا کیا خیالات موجیں مارتے ہوں گے۔ اور کس قدر تڑپ اور بے قراری اور تضرع اور گریہ وزاری کے ساتھ آپ نے اپنے مولیٰ سے کیا کیا دعائیں مانگی ہوں گی۔ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لیکن اس کرب اور درد اور سوز کی کیفیت میں ”اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لئے جو“ آپ کے ”کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں“، آپ نے جو نصائح رسالہ الوصیت میں تحریر فرمائی ہیں اور اپنی مناجاتوں کی مقبولیت کے نتیجہ میں خدائے قادر و توانا سے علم پا کر اس رسالہ میں مختلف زمینی و آسمانی حوادث و آفات کے ظہور، بدکاروں کی ہلاکت، سلسلہ کی ترقی و مضبوطی اور تمکنت دین کے لئے قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقہ کے قیام جیسی عظیم الشان بشارات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ”اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعت توحید“، اور ”اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن“ اور ”ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے“ اور ”ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں“ کے لئے ”جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے“ مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کی خاطر ”حسب وحی الٰہی“، بہشتی مقبرہ کے قیام اور وصیت کے جس عظیم الشان اور مبارک مالی نظام کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، ان سے آپ کی اس وقت کی قلبی کیفیات کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مختصر رسالہ اپنے اندر بہت سے آسمانی نشانوں اور روحانی فتوحات کی عظیم الشان پیش خبریوں اور تمکنت دین اور غلبۂ اسلام کے آسمانی منصوبہ کی تفصیلات پر مشتمل بہت اہم رسالہ ہے۔

بعض مخالفین و معاندین اور منافقین اپنی ناسمجھی سے یا ﴿حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ﴾ فتنہ و شرارت کی غرض سے اس رسالہ میں مذکور نظام وصیت اور نظام خلافت سے متعلق لغو اور بیہودہ اعتراضات کرتے اور بدگوئی سے کام لیتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو علم تھا کہ ایسا ہوگا اور لوگ ”اس قبرستان“، یعنی بہشتی مقبرہ ”اور اس کے اس کے انتظام کو بدعت“ قرار دیتے ہوئے نہایت اذیتناک زبان استعمال کریں گے۔ چنانچہ آپ نے اس رسالہ الوصیت میں پہلے سے ہی تحریر فرمایا کہ:

”مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اس سے اطلاع دیں اور ہر ایک بدگو کی بدگوئی پر صبر کریں اور دعا میں لگے رہیں“۔

اسی طرح آپ نے بڑی صراحت سے تحریر فرمایا کہ:۔

''کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔''

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہر ایک شریف النفس انسان کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ رسالہ الوصیت اور شرائط وصیت میں کوئی ایک معمولی سی بھی بات ایسی نہیں ہے جو شریعت اسلامیہ سے متصادم ہو۔ بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اس کے مضامین کی تصدیق و تائید کرتی ہیں اور اس رسالہ کی تمام تحریر وحی قرآنی سے مستفاض، نہایت درجہ روشن اور درخشندہ تحریر ہے۔

۞ ایک ایسا شخص ''جو متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو، سچا اور صاف مسلمان ہو''۔ ''دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا ہو، کیا قرآن کریم اسے جنّت کی بشارت نہیں دیتا؟

۞ اور ایسے ''پاک دل۔۔۔جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ'' دکھلانے والے ہوں۔ اور ''دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں'' نہ ہو۔ کیا خدا کا پاک کلام انہیں ہمیشہ کی جنّتوں کی نوید نہیں دیتا؟

۞ اور وہ جو خدا تعالیٰ کے ''فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں'' اور جو خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ''اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں'' اور جو ''بکلّی'' اس کی ''محبت میں کھوئے گئے ہیں'' اور اپنے اموال و جائیداد کو ''اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعت توحید'' اور ''تبلیغ احکام قرآن'' اور ''اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ'' اور ''یتیموں، مسکینوں'' کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنے والے ہیں، کیا ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن مجید و فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی ابدی جنّتوں کے وعدے نہیں فرمائے۔؟

قرآن مجید کی سورۃ الصّف میں تو اس مضمون کو اس قدر صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے اس جگہ اُسی نظام وصیت کا خاص طور پر ذکر ہے جس کا آخری زمانہ میں اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے آنحضرت ﷺ کے غلام کامل مسیح محمدی کے ذریعہ سے قائم ہونا مقدر تھا۔

۞ سورۃ الصّف، سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون یہ تینوں قرآنی سورتیں اسی ترتیب سے اکٹھی ایک جگہ پر موجود ہیں اور ان کا آنحضرت ﷺ کی روحانی بعثت ثانیہ اور مسیح محمدی کے ظہور اور اس کے زمانہ سے خاص تعلق ہے۔ ان تینوں سورتوں کا بغور مطالعہ کریں اور ان میں پنہاں مضامین کو سامنے رکھتے ہوئے پھر رسالہ الوصیت کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ رسالہ الوصیت انہی سُوَر قرآنی میں مذکور پیشگوئیوں کی ایک خوبصورت تشریح و تعبیر اور ان کے مضامین کی نہایت دلکش و دلربا تصویر ہے۔ یہ مطالعہ اور تدبّر ایسا لذّت بخش اور ایمان افروز ہے کہ روح وجد میں آجاتی ہے اور دل خدا تعالیٰ کی حمد سے معمور ہو کر بے اختیار جھومنے لگتا ہے۔ اس جگہ تفصیل میں جانا تو ممکن نہیں۔ اختصار کے ساتھ نمونۃً چند امور ہدیۂ قارئین ہیں۔

۞ سورۃ الصّف کی آیت نمبر 10 میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی پیشگوئی مذکور ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصانیف براہین احمدیہ، ازالہ اوہام، ایام الصلح، خطبہ الہامیہ، اربعین، تریاق القلوب اور تحفہ گولڑویہ کے علاوہ مختلف مواقع پر اپنے ملفوظات میں بھی اس آیت کریمہ کے مضامین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس جگہ جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ ہے یہ غلبہ مسیح موعودؑ کے ذریعہ مقدر ہے'' گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔''

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء، محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۲)

اب رسالہ الوصیت کو دیکھئے اور اس حصہ کا مطالعہ کیجئے جہاں حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی اس سنّت کا ذکر فرمایا ہے کہ ''وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔'' اور پھر اسی تسلسل میں نبی کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ یعنی خلافت کے ظہور کے ذریعہ تمکنت دین کا سامان کرنے کا مضمون بیان ہے۔ اور اپنی جماعت کو یہ بشارت دی ہے کہ ''میں خدا کی مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔'' اور پھر اس کی غرض وغایت یہ بتلائی ہے کہ ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔''

گویا یہ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کا مضمون ہے اور آپ نے اس کی تفسیر میں نہایت خوبصورت انداز میں بتا دیا ہے کہ میری وفات کے بعد خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو تمکنت حاصل ہوتی چلی جائے گی حتی کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

۞ ''دین واحد پر جمع'' کرنے کے الفاظ ذہن کو سورۃ الجمعہ کی طرف بھی پھیرتے ہیں جس کا مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اس میں آخرین کے اولین کے ساتھ جمع کئے جانے کا بھی ذکر ہے اور اس 'یوم الجمعۃ' یعنی اس دور اور زمانے کا بھی ذکر ہے جس میں کئی رنگ میں 'جمع' کے نظارے ظاہر ہونے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں جس میں مختلف رنگوں میں افراد واقوام یہاں تک کہ حشرات، نباتات، جمادات اور جانوروں اور پرندوں کے اجتماع کے مختلف نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک دنیا دار کی نظر صرف ان ظاہری اجتماعات تک ہی رُک جاتی ہے مگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اصل مقصود اور منشاء اس 'یوم الجمعۃ' کا یہ ہے کہ ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے''۔

۞ تمکنت دین اور عالمگیر غلبۂ اسلام کی اس عظیم الشان آسمانی مہم کے لئے جن غیر معمولی قربانیوں کی ضرورت ہے اس کا ذکر سورۃ الصف کے دوسرے رکوع میں ہے۔ جہاں ان لوگوں کو جو پہلے ہی مومن ہیں مخاطب ہوتے ہوئے ان سے عام ایمان سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ کے ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کی توقع رکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں اموال ونفوس کے جہاد کی دعوت دی گئی ہے۔ اور اسے ایک ایسا سودا اور ایسی تجارت قرار دیا ہے جو عذاب الیم سے بچانے والی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں گناہوں کی بخشش اور ہمیشہ رہنے والی جنّتوں میں پاکیزہ گھروں کی بشارت دی گئی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی نصرت اور فتح قریب کی نوید سنائی گئی ہے۔ اور پھر حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے حوالہ سے آپ کی ''كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ'' کی صدا کا ذکر کیا گیا ہے اور جن لوگوں نے اس پر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہا ان کو حاصل ہونے والی تائید الٰہی اور دشمنوں پر ان کے غلبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

مالوں کا جہاد تو واضح ہے کہ خدا کے دین کی سربلندی اور مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا جہاد ہے اور اَنْفُس کے جہاد میں یہ امر پیش نظر رہے کہ جہاد اکبر نفس کو پاک کرنے کا جہاد ہے۔

اب آپ رسالہ الوصیت میں بہشتی مقبرہ کے قیام سے وابستہ الٰہی بشارات اور دین کی ضروریات کے لئے اموال و جائیداد کی متعلقہ شرائط والے حصہ کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو اس میں آیات قرآنی کے انوار کی چمک صاف دکھائی دے گی۔

اور انفس کے جہاد کی تشریح کے لئے رسالہ الوصیت کے اس حصہ کو

پڑھئے جہاں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے رُوح القدس سے حصہ لو کہ بجز رُوح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجبِ غضبِ الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذّات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اُس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اُٹھا لو گے تو ایک پیارے بچّے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اُس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کیلئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی مِلونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ مَیں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اُس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچّی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔''

یہ سارا پیرا ہی تزکیہ نفوس کی راہوں کے پرشوکت بیان پر مشتمل ہے۔

❁ پھر جہاں آپ فرماتے ہیں کہ ''اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہو گی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔''

کیا ان نفحات طیّبات سے سورۃ الصف کی آیت 13 کے مبارک الفاظ

﴿وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ﴾

کی خوشبو کی لپٹیں نہیں آتیں۔

❁ اور کیا آپ کے اس ارشاد میں کہ ”تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔“ ﴿کُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰہِ﴾ کے قرآنی الفاظ کی بازگشت سنائی نہیں دیتی۔

❁ اور کیا آپ کی یہ بشارت کہ ”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے ۔۔۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے“۔ قلب و ذہن کو نوید قرآنی ﴿وَاُخۡرٰی تُحِبُّوۡنَہَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ کی طرف منعطف کرتے ہوئے خوشی و مسرت سے معمور کر کے روح و بدن پر ایک اہتزاز کی کیفیت طاری نہیں کرتی۔

الغرض رسالہ الوصیت کی تمام تحریر وحی قرآنی سے مستفاض، نہایت درجہ روشن اور درخشندہ تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں درج تمام نصائح پر احسن رنگ میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس میں مذکور تمام بشارتوں کا حودار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

❁❁❁❁❁

نغمہء وصل

جمیل الرحمٰن ہالینڈ

مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبا صد مرحبا
اے نگارِ امنِ عالم سر بسر نورِ مجسّم
مرحبا صد مرحبا اے دلربا اے مہ لقا
سیّد و مرشد ہمارے اے ہمیں سب سے مکرّم
مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبا صد مرحبا

دید کی پیاسی نظر کو راحتِ خوش تر ملی
فضل یزداں پھر ہوا پھر وصل کی بارش ہوئی
پھر بہار آئی ہوا گل پوش موسم مرحبا
مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبا صد مرحبا

تو محبت کا مغنّی ہے محبت گیر بھی
زندگی کے خواب کی تعبیر بھی تفسیر بھی
مطرب حق نغمہء جاں حسن سرگم مرحبا
مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبا صد مرحبا

ہر طرف پہنچا ہے تُو لے کر خدا کی رحمتیں
اب ہوئیں وابستہ دامن سے تیرے سب برکتیں
اک نظر ہم پر بھی محبوب معظّم مرحبا
مرحبا اھلاً و سھلاً مرحبا صد مرحبا

وصیّت کا پیغام

خلافت متقین کا انعام ھے

مولانا سید شمشاد احمد ناصر

اس حقیقت میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت عالم اسلام خصوصاً اور باقی دنیا عموماً ایک guided اور روحانی راہنما سے محروم ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ محرومی ان کی اپنی شامتِ اعمال سے ہے ورنہ خدا تعالیٰ نے انہیں محروم نہیں رکھا۔

اگرچہ مسلمان ایک طرف اس بات کا (خواہ سیاسی لیڈر ہوں یا مذہبی اکابرین) شور ڈال رہے ہیں اور اپنی کوششوں کو تیز سے تیز تر کرتے جا رہے ہیں کہ ان کے اندر روحانی نظامِ خلافت جاری ہونا چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ملتِ اسلام کے اندر جان نہیں پڑ سکتی اور نہ ہی انہیں کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی عملی حالت سے باقی دنیا کو خوف زدہ بھی کر رہے ہیں کہ اگر یہ نظام راہنما بن کر آ گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ گویا وہ روحانی نظام نہ ہوگا بلکہ دنیا کو تہس نہس کرنے والا نظام ہوگا۔

لیکن جماعتِ احمدیہ کا ہر فرد خوشی کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ اے مسلمانو! اور اے دنیا دارو! اے مذہبی لیڈرو! اور اے سیاست چمکانے والو! ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے وہ نظام جاری کر دیا ہے جس کی اس وقت دنیا کو اشد ضرورت ہے۔ اس نظام کی بنیاد کی خبر خود آنحضرت ﷺ نے چودہ سو سال پہلے دی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے درمیانی زمانے میں ظلم و ستم اور بادشاہت کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم پھر جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دَور کو ختم کر دے گا اور پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔

(مسند احمد بن حنبل۔ مشکوۃ باب الانذار والتحذیر)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔ ''سارا عالمِ اسلام مل کر زور لگا لے اور خلیفہ بنا کر دکھا دے وہ نہیں بنا سکتے کیونکہ خلافت کا تعلق خدائی پسند سے ہے۔'' (خطبہ جمعہ 2 اپریل 1993ء)

وصیّت کا پیغام

مذکورہ بالا حدیث کے مطابق اس زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا آپ نے 1905ء میں ایک کتاب الوصیّت لکھی جس میں فرمایا: ''میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانیہ کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آ جائیگی۔ اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق

آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔اور چاہئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔وہ دَرد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جو موجب غضبِ الٰہی ہو۔اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہئے۔وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔"(الوصیّت۔صفحہ 9-8)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس میں دو قدرتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔اور دوسری قدرت جسے قدرتِ ثانیہ کے نام سے موسوم کیا ہے خلافت ہے۔اس نظامِ خلافت کی بنیاد آپ کی وفات کے بعد 27 مئی 1908 کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جو قرآنِ کریم کی سورۃ نور میں **وعملوا الصالحت** کے ساتھ بیان فرمایا ہے پورا کر دیا۔

اے مسیحِ محمدی کی سرسبز شاخو! تم وہ مبارک جماعت ہو،تم وہ خوش نصیب ہو جن میں تقویٰ اور اعمالِ صالحہ پایا جاتا ہے۔کیونکہ یہ انعامِ خداوندی یعنی نظامِ خلافت آپ کے ساتھ ہے اور تا قیامت رہے گا۔اس نظام کے قائم رہنے کی شرائط میں سے ایک سب سے بڑی شرط تقویٰ ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض

حضرت مسیحِ موعودؑ نے رسالہ الوصیّت میں تقویٰ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔آپ نے اس جماعت کی بنیاد بھی تقویٰ پر رکھی چنانچہ جب جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا آپ نے اس وقت جو اشتہار شائع فرمایا اس میں لکھا:"یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 1 نمبر صفحہ 196)

پھر 25 دسمبر 1897 کے جلسہ سالانہ کی تقریر کا آغاز ہی حضرت مسیحِ موعودؑ نے ان الفاظ سے فرمایا:"اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔**

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو کسی قسم کے بغضوں،کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔"(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 10)

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ نظامِ وصیّت صرف یہی نہیں کہ ہم اپنے

مالوں، اور جائدادوں کا دسواں حصہ دے دیں۔ یہ تو صرف اس کی ایک شرط ہے۔ اصل بات جو رسالہ الوصیّت میں حضرت مسیحِ موعودؑ نے بیان کی وہ یہ ہے کہ تمام مومنین تقویٰ اختیار کریں تا کہ ان پر وہ انعام اور برکات جن کا خلافت احمدیہ کی صورت میں وعدہ دیا گیا ہے تا قیامت جاری رہیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا اور اس انعامِ خلافت کے ہم اس وقت حقدار ہوں گے۔ جب ہم ایک دوسرے سے تقویٰ میں آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

اس بابرکت اور روحانی نظام کے تا قیامت اور نسلاً بعد نسلٍ جماعت احمدیہ میں جاری رکھنے کے لئے کچھ شرائط، کچھ ذمہ داریاں بھی ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی ذمہ داری تو قرآنِ مجید نے ہم پر عائد کی ہے جہاں آیت استخلاف میں فرمایا **وعملو الصالحات** کہ ہم اعمالِ صالحہ تقویٰ کے ساتھ بجا لائیں۔ پھر قرآنِ کریم نے دوسری جگہ فرمایا **واعتصموا بحبل الله جميعاً** کہ اس رسی کو مضبوطی سے پکڑ رکھیں۔ اس کڑے پر ہاتھ ڈال کر رکھیں۔

ہمارے پیارے آقا سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ۔۔۔۔۔۔۔ ایک نظامِ خلافت قائم ہے ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ ذرا ڈھیلے کئے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔''

قرآنِ کریم میں بیان شدہ ذمہ داریاں بیان کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کی نصائح آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو کہ قرآنِ کریم ہی کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ حضرت حرث اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کو پانچ باتوں کا حکم دیا تھا۔۔۔۔ اور میں بھی تم کو ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے:۔

۱) **بالجماعۃ** ۔ یعنی جماعت کے ساتھ رہو
۲) **والسمع** ۔ امامِ وقت کی باتیں سنو
۳) **والطاعۃ** ۔ اور اس کی اطاعت کرو
۴) **والھجرۃ** ۔ اور اگر دین کی خاطر ہجرت کرنی پڑے تو وہ کرو
۵) **والجہاد فی سبیل اللہ**۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

اسی طرح ایک حدیث ہے:

فإنّه مَنْ خرجَ مِنَ الجماعةِ قَيْدَ شِبْرٍ فقد خَلَعَ رَبْقَةَ الاسلامِ مَنْ عُنُقِهِ إلاّ أنْ يَرجِعَ

یعنی پس جو شخص جماعت سے تھوڑا سا بھی الگ ہوا اس نے گویا اسلام سے گلوخلاصی کرالی۔ سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ نظامِ جماعت میں شامل ہو جائے۔

پھر فرمایا: **وَمَا دَعَا بدعوى الجاهليةِ فهو مَنْ جثاءِ جهنّم قالو يا رسول الله و ان صَاماَ و صَلّى قال و إن صام وصَلّى ....**

یعنی جو شخص جاہلیت کی باتوں کی طرف بلاتا ہے وہ جہنم کا ایندھن ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول خواہ ایسا شخص نماز بھی پڑھتا ہو اور روزہ بھی رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ خواہ وہ نماز بھی پڑھے، روزہ بھی رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھے۔

پھر ایک اور موقع پر آپ ﷺ کی نصیحت ہم تک اس طرح پہنچی۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ صحابہ مل کر حضرت عرباض بن ساریہؓ کے پاس آئے (یہ وہی عرباض ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ '' ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں جو سواری حاصل کرنے کے لئے ترے پاس آتے ہیں تا کہ غزوہ میں شریک ہوسکیں۔ تو تُو ان کو جواب دیتا ہے کہ مرے پاس کوئی سواری نہیں ہے وہ یہ جواب سن کر رنج و غم میں ڈوبے واپس جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہوتی ہیں۔'') تو یہ صحابہ جب ان کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ ہم آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اس پر عرباضؓ نے فرمایا:

ایک دن حضور نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر آپ نے بہت موثر

فصیح وبلیغ انداز میں وعظ فرمایا جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی اے اللہ کے رسول یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے۔ آپ کی نصیحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''میری وصیّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، بات سنو اور اطاعت کرو۔

(ترمذی کتاب العلم)

بس ان نصائح کو سامنے رکھ کر یہ بات روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے آتی ہے کہ اگر ہم تقویٰ کے ساتھ کامل اطاعت کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کے ہر ارشاد کو سامنے رکھیں اور اسجدوا لِآدم کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ اور سمعنا و اطعنا پر عمل کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہمارے اندر تا قیامت رہے گا۔ انشاء اللہ

اطاعت کے حقیقی معانی

اطاعت کے بارے میں حضرت مسیحِ موعودؑ فرماتے ہیں: ''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلافِ رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔'' (الحکم 10 فروری 1901)

ہر معاملہ میں امام کے پیچھے چلیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔ ''ہر معاملہ میں امام کے پیچھے چلیں آپ میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے امام سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔'' (خطباتِ مسرور، جلد نمبر 1 صفحہ 181)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد 11 مئی 2003ء کو احبابِ جماعت کے نام جو پیغام دیا اس میں آپ فرماتے ہیں۔

''قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو دینِ حق اسلام کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کیلئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کیلئے ایک ڈھال ہے۔'' چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں۔ ''جس طرح وہی شاخ پھل لا سکتی ہے۔ جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کرسکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اس طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا۔''

پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر

ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘
(روزنامہ الفضل 30 مئی 2003)

ہماری ذمہ داریاں

دوستوں کو یہ بات بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ خلافت کے انعام کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے اور نسلاً بعد نسلٍ تا قیامت اس سے مستفیض ہونے کے لئے ہم پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اور ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شروع خلافت ہی سے ہمیں ان ذمہ داریوں کی طرف مسلسل توجہ دلا رہے ہیں۔

اوّل: ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی عبادتوں کے معیار کو بڑھائیں اور پنجوقتہ نمازیں بغیر کسی تساہل کے وقتِ مقررہ پر باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔

دوم: ہم روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں۔ پھر قرآنِ کریم کا ترجمہ سوچ سمجھ کر غور کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

سوم: نظام وصیّت میں شمولیت کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو کہ تقویٰ پر قدم مارنے کے لئے ایک نہائت ضروری سنگِ میل ہے۔

چہارم: ہمیں اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت کرنی چاہئے اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور قرآنِ کریم کی محبت پیدا کریں۔

پنجم: حضرت مسیحِ موعودؑ اور آپ کے خلفاءؑ کے ساتھ ایک فدائیت اور پیار کا والہانہ جذبۂ محبت واخوت پیدا کریں۔

ششم: اسلامی پردہ کے احکامات لاگو کریں۔ جس میں ہر دو مرد و خواتین شامل ہیں۔

ہفتم: تمام غیر شرعی اور غیر اسلامی رسومات سے مکمل پرہیز ہو۔

ہشتم: مالی قربانیوں کے معیار کو بڑھاتے چلے جائیں۔

نہم: ان مندرجہ بالا امور پر نہ صرف خود عمل کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب اور تلقین کرتے رہیں۔

دہم: دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کریں۔

عظیم الشان خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک موقع پر جماعتِ احمدیہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے کے بعد یہ خوشخبری بھی عطا فرمائی آپ فرماتے ہیں۔

’’آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا جماعت احمدیہ بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ کوئی بدخواہ خلافت کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اس شان سے ترقی کرے گی کہ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔‘‘ (خطبہ جمعہ 18 جون 1982۔

تقویٰ اور اطاعت کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم خلیفۃ المسیح کی تو ہر بات مانتے ہیں مگر امیر جماعت یا صدر جماعت کی پابندی نہیں کریں گے۔ یہ اطاعت کے خلاف ہے کیونکہ یہ نظام خلیفۂ وقت کا ہی قائم کردہ ہے گویا دوسرے معنوں میں وہ خلافت پر بالواسطہ (indirectly) اعتراض کر رہے ہوتے ہیں بظاہر خلافت سے محبت کا تعلق جتا رہے ہوتے ہیں لیکن عملاً وہ ایسا نہیں کر رہے ہوتے۔ یا پھر مجلسوں میں بیٹھ کر نظام جماعت پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ کسی کو ایک آدھی سچی خواب آ جائے یا ان کی دعائیں قبول ہو جائیں تو وہ دعا گو بن جاتے ہیں۔ مجلسوں میں بیٹھ کر اپنے تقویٰ کا اثر لوگوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ طریق درست نہیں ہے انہیں اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

میں اپنی معروضات کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے الفاظ میں ختم کرتا ہوں۔ جلسہ سالانہ UK 2007 کے آخری دن کے خطاب میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی:۔

’’پس اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو جو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی صورت میں اتارا ہے ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے استغفار کا مسلسل ورد اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا بھی بڑا ضروری ہے تا کہ یہ انعام ہماری نسلوں میں قیامت

تک چلتا رہے۔

پس اے مسیحِ محمدی کے پیارو! آج اس مسیح نے جو تمہارے سپرد امانت کی ہے اللہ تعالیٰ کے مومنین سے کئے گئے وعدہ سے فیض اٹھانے کے لئے اس امانت کی حفاظت کرو۔۔۔اپنی دعاؤں کے ساتھ اس کی حفاظت کرو اور اپنی دعاؤں کے ساتھ اس انعام کو نئی صدی میں داخل کرو پھر ان قربانیوں کی وجہ سے جو تمہارے آباؤاجداد نے کیں اور تم نے کیں اس کو نئے سے نئے پھل لگتے جائیں۔''

اللہ ہمیشہ ہی خلافت رہے قائم
احمد کی جماعت میں یہ نعمت رہے قائم
ہر دور میں یہ نورِ نبوت رہے قائم
یہ فضل ترا تابقیامت رہے قائم
جب تک کہ خلافت کا یہ فیضان رہے گا
ہر دور میں ممتاز مسلمان رہے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان

حضرت میاں فضل محمد صاحبؓ آف ہرسیاں نے 1895 میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو خواب میں آپ کی عمر 45 سال بتائی گئی۔ اس پر آپؓ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو پڑے اور عرض کیا کہ میرا تو خیال تھا کہ احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں انہیں دیکھوں گا مگر مجھے خواب آئی ہے کہ میری عمر صرف 45 سال ہے۔ حضورؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں، شاید وہ ''45'' کو ''90'' کردے۔
پھر جب آپؓ 1956 میں فوت ہوئے تو آپ کی عمر 90 برس تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی وفات پر اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے 45 سال کی عمر کے بعد کے ہر سال کو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان قرار دیا۔

(alislam.org)

خلافت کا چاند

عبدالکریم قدسی

بادلوں کی اوٹ سے نکلا ہے تابانی سے چاند
چاندنی بخشے ہے پھر ہم کو فراوانی سے چاند
ہم فقیروں سے وہ کرتا ہے محبت کا سلوک
ذرّوں کی پیشانی چومے خندہ پیشانی سے چاند
حملہ آور ہیں بہت امراض کی تاریکیاں
لیکن ان سے ہار مانے گا نہ آسانی سے چاند
بے غرض، سچا، کھرا ہوتا ہے جیسے ماں کا پیار
ایسے کرتا ہے محبت، نوعِ انسانی سے چاند
اب اگر کوئی بھٹکتا ہے تو پھر اس کا نصیب
رہنمائی کر رہا ہے فکرِ لاثانی سے چاند
اس لئے اس سے چھپاتا ہوں میں زخمِ روزگار
خود پریشاں تو نہ ہو، میری پریشانی سے چاند
اپنے پچپن سال گزرے ہیں اسی امید پر
ہاں نوازے گا کبھی تو اپنی مہمانی سے چاند
اتری جاتی ہے خیالوں کی رگوں میں روشنی
پھوٹتے ہیں گویا قدسی اس کی پیشانی سے چاند

نظامِ خلافت کی عظمت اور اس کی برکات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں

حبیب الرحمٰن زیروی

خلافت کی ضرورت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر جو ارشادات فرمائے ان میں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ خلیفۃ الرسول سے وابستہ ہے

''اسلام کے تنزل کا آغاز خلافت راشدہ کی ناقدری سے ہوا۔یعنی اس آسمانی اور روحانی قیادت کی ناقدری سے ہوا جو بجا طور پر سید ولد آدمؐ کی جانشین تھی اور جس کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی جانشینی کا مربوط سلسلہ وار اور مرکزی نظام اس دنیا سے اٹھ گیا۔وہ برکتیں اٹھ گئیں جو اس نظام سے وابستہ تھیں، دین اسلام میں تمکنت باقی نہ رہی، خوف نے امن کی جگہ لے لی، توحید خالص ناپید ہونے لگی اور وحدتِ ملّی پارہ پارہ ہوگئی۔ خلافت راشدہ کے انقطاع کے ساتھ وہ فتنے موج در موج سرزمین اسلام میں داخل ہونے لگے جن کے بارہ میں پہلے ہی سے مخبر صادقؐ نے مسلمانوں کو خبردار فرما رکھا تھا۔'' (تقریر جلسہ سالانہ 1973ء)

نظامِ خلافت کا قیام

''احمدیت نے دنیا کو محض نظریاتی اور اعتقادی لحاظ سے ہی از سر نو وہ اسلام نہیں دیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسلام تھا بلکہ وہ نظام بھی عطا کیا جو اس آسمانی پانی کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور دنیا کے کونے کونے تک اس کی ترسیل کا انتظام کرتا ہے۔

یہی وہ نظام ہے جسے اسلامی اصطلاح میں ''نظام خلافت'' کہا جاتا ہے اور جس کے بغیر دینی اقدار کی کماحقہٗ حفاظت ناممکن ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد سے آج تک کی اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ نظام خلافت کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہے۔یہ صرف اسلام کا المیہ ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت اسے چودہ سو سال میں تمام بنی نوع انسان کا سب سے بڑا المیہ کہنا چاہئے کیونکہ دنیا کی اکثریت کی اسلام سے محرومی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اسلامی نظام خلافت کی برکات سے محروم ہے۔یہ نظام چونکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی منشاء اور ارادہ سے قائم ہوتا ہے اس لئے تاوقتیکہ آسمان پر خدا اس نظام کو از سر نو قائم کرنے کا فیصلہ نہ فرمائے صرف انسانی ہاتھوں کے ذریعے اس کا قیام ناممکن ہے۔۔۔خدا تعالیٰ نے قیام احمدیت کے ذریعہ یہ عظیم الشان نظام دنیا کو از سر نو عطا فرمایا جو دراصل آج اہل اسلام کے لئے نئی زندگی کا ایک پیغام ہے اور ان پر جو اسلام کی چاردیواری سے باہر ہیں اسلام کے دروازے ایک مادر مہربان کی آغوش کی طرح وا کر رہا ہے۔''

نظام خلافت کے خدوخال

''ایک مرکزی نقطہ حیات یعنی خلیفۃ المسیح کے گرد فدایان اسلام کی ایک جماعت اکٹھی ہے جو خدمت اسلام کے لئے اس کی ہر آواز پر سَمْعاً وَّطَاعَۃً سَمْعاً وَّطَاعَۃً کے سوا کچھ کہنا نہیں جانتی جو نیکی کی راہیں وہ انہیں دکھاتا ہے،

وہ بڑی تیزی کے ساتھ ان پر قدم مارتی ہے اور دین محمدی کی جس خدمت کے لئے اسے بلاتا ہے وہ لَبَّیْکَ یَـاسَیِّدِیْ لَبَّیْکَ کہتی ہوئی اپنی جانیں اور اپنے اموال لئے ہوئے حاضر ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے ایک ہاتھ پر اُٹھنا اور ایک ہاتھ پر بیٹھنا جانتی ہے۔ اسی لئے اپنی ہیئت مجموعی میں کثرت تعداد کے باجود ایک فرد واحد کی طرح زندہ ہے۔ جس کی جان خلافت راشدہ میں ہے اور خلیفہ راشد اس کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ یہ دل قالب بدلتا ہے لیکن خود کبھی نہیں مرتا۔ اس دل کے نام بدلتے ہیں، کام نہیں بدلتے۔ یہ کبھی نورالدینؓ کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے کبھی محمودؓ کا لبادہ اوڑھے ہوئے اور کبھی ناصر احمدؒ بن کر غلامان محمدؐ کی قومی زندگی کے سینے میں دھڑکتا ہے اور خدا کرے کہ اسی طرح قیامت تک دھڑکتا رہے اور کبھی اس دل پر موت نہ آئے کیونکہ اسلام کی حیات نو اس دل کے ساتھ وابستہ ہے اور اسی کی دھڑکن ہے جو مسلمانوں کے قومی وجود کے پور پور میں نبض آسا چلتی ہے۔۔۔

یہ عظیم الشان اور مکمل نظام روحانی جو خلافت راشدہ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو عطا ہوا کوئی معمولی معجزہ نہیں۔ تیرہ صدیوں تک مسلمان ایک کے بعد دوسرے تنزل کی جانب اترتے رہے اور تیرہ طویل صدیوں تک اسلام کی تصویر غیروں کی نظر میں بگڑتی چلی گئی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوی اور دائمی قوت قدسیہ کا سہارا نہ ہوتا اور خدا تعالیٰ کی ابدی نصرت کا وعدہ شامل حال نہ ہوتا، تو کبھی کی یہ امت ماضی کا ایک عبرت آموز قصہ بن چکی ہوتی اور اس آب حیات سے دنیا ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جیسا کہ ازل سے مقدر تھا آخری زمانہ میں اسلام کو ایک نئی اور پرشوکت زندگی عطا ہونی تھی اور ادیان باطلہ پر ایک عالمگیر غلبہ کی بنیاد مسیح محمدیؐ کے ہاتھوں رکھی جانی تھی۔ پس خوشا وہ وقت کہ جب قادیان کی گمنام بستی میں اسلام کی تعمیر نو کی پہلی اینٹ رکھی گئی اور اس وقت سے آج تک ہر روز یہ عمارت اپنی تکمیل کی نئی اور بلند تر منازل کی طرف اٹھائی جا رہی ہے۔ وہ کھویا ہوا نظام خلافت جو اسلام کے استحکام اور تمکنت کے لئے بمنزلہ جان کے تھا پھر سے مسلمانوں کو عطا ہو چکا ہے اور زمین کے کناروں تک قوموں نے اس کے فیض سے برکت پائی ہے۔

پس اے مسلمانان عالم! احمدیت کو آپ کا انتظار ہے! کب آپ دین محمدؐ کے احیاء کی خاطر، اس عظیم الشان نظام میں شامل ہوں گے اور ان قربانیوں کی لذت سے حصہ پائیں گے جو آج خدام احمدیت کے لئے مخصوص ہو چکی ہیں۔ احمدیت کو آپ کا انتظار ہے کیونکہ آپ کی شمولیت سے دین اسلام کو تقویت نصیب ہوگی اور اسلام کا وہ عظیم سمندر جو آج قطرہ قطرہ دنیا کی خشکیوں میں بکھرا پڑا ہے، ایک بار پھر مجتمع ہو کر ایک بحر بے پایاں میں تبدیل ہو جائے گا۔''

(تقریر جلسہ سالانہ 1967ء)

خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے منتخب ہونے کے بعد مسجد اقصیٰ ربوہ میں اپنے پہلے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک زندہ معجزہ جو ہر دوسرے اعتراض پر، ہر مخالفت پر غالب آنے والا اور ہمیشہ غالب آنے والا معجزہ ہے، وہ جماعت احمدیہ کا قیام ہے اور جماعت احمدیہ کی تربیت ہے اور جماعت احمدیہ کے رنگ ڈھنگ ہیں، جماعت احمدیہ کی ادائیں ہیں۔ ایسی ادائیں تو دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آسکتیں۔ کوئی مثال نہیں اس جماعت کی۔ ایسا عشق، ایسی محبت ایسی وابستگی کہ دیکھ کر رشک آتا ہے۔ محبت ہونے کے باوجود رشک آتا ہے ڈر لگتا ہے کہ ہم سے زیادہ پیار کر رہے ہوں یہ لوگ۔ یہ کیفیت ایک ایسی کیفیت ہے کہ فی الحقیقت دنیا کے پردہ میں کوئی اس کی مثال چھوڑ اس کے شائبہ کی بھی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی، جماعت اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے توحید پر قائم ہو چکی ہے۔ ہر فتنے سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اس کی سرشت میں وہ باتیں رکھ دی ہیں کہ جن کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ فتنوں سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر کرنا امتثال امر کے طور پر کیا جاتا ہے۔ خوف کے طور پر نہیں۔ کیونکہ خوف زائل کرنے کا ہمیں اختیار بھی کوئی نہیں۔ وہ خلافت میں وعدہ ہے اللہ کی طرف سے

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(نور:56)

منصبِ خلافت کا شجرہ طیبہ: وہی خوف دور کیا کرتا ہے۔ بندہ کی طاقت نہیں ہے۔ ہاں امتثال امر میں اللہ کی تقدیر کے تابع رہتے ہوئے تدبیر کو اختیار کیا

جاتا ہے۔ اس سے زیادہ اس تدبیر کی کوئی اہمیت نہیں ہوا کرتی۔ پس کامل بھروسہ اور کامل توکل تھا اللہ کی ذات پر کہ وہ خلافت احمدیہ کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا زندہ اور تازہ اور جوان اور ہمیشہ مہکنے والے عطر رکھتے ہوئے اس شجرۂ طیبہ کی صورت میں اس کو ہمیشہ زندہ و قائم رکھے گا جس کے متعلق وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۝ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ

(ابراہیم:26، 25)

کہ ایسا شجرہ طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت اسے اکھاڑ کر پھینک نہیں سکتی۔ یہ شجرہ خبیثہ نہیں ہے کہ جس کے دل میں آئے وہ اسے اٹھا کر اسے اکھاڑ کر ایک جگہ سے دوسرے جگہ پھینک دے کوئی آندھی، کوئی ہوا اور (شجرہ طیبہ) کو اپنے مقام سے ٹلا نہیں سکے گی اور شاخیں آسمان سے اپنے ربّ سے باتیں کر رہی ہیں اور ایسا درخت نو بہار اور سدا بہار ہے۔ ایسا عجیب ہے یہ درخت کہ ہمیشہ نو بہار رہتا ہے کبھی خزاں کا منہ نہیں دیکھتا۔ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ ہر وقت، ہر آن اپنے رب سے پھل پاتا چلا جاتا ہے اس پر کوئی خزاں کا وقت نہیں آتا اور اللہ کے حکم سے پھل پاتا ہے اس میں نفس کی کوئی ملونی شامل نہیں ہوتی۔

یہ وہ نظارہ تھا جس کو جماعت احمدیہ نے پچھلے ایک دو دن کے اندر اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنے دلوں سے محسوس کیا۔ اور اس نظارہ کو دیکھ کے روحیں سجدہ ریز ہیں خدا کے حضور اور حمد کے ترانے گاتی ہیں۔ پس دکھ بھی ساتھ تھا اور حمد و شکر بھی ساتھ تھا اور یہ اکٹھے چلتے رہیں گے بہت دیر تک۔ لیکن حمد اور شکر کا پہلو ایک ابدی پہلو ہے۔ یہ ایک لازوال پہلو ہے۔ وہ کسی شخص کے ساتھ وابستہ نہیں۔ نہ پہلے کسی خلیفہ کی ذات سے وابستہ تھا۔ نہ میرے ساتھ ہے نہ آئندہ کسی خلیفہ کی ذات سے وابستہ ہے وہ منصب خلافت کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ، وہ پہلو ہے جو زندہ و تابندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں ایک شرط کے ساتھ اور وہ شرط یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(نور:56)

کہ دیکھو اللہ تم سے وعدہ تو کرتا ہے کہ تمہیں اپنا خلیفہ بنائے گا زمین میں لیکن کچھ تم پر بھی ذمہ داریاں ڈالتا ہے۔ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح بجا لاتے ہیں۔ پس اگر نیکی کے اوپر جماعت قائم رہی اور ہماری دعا ہے اور ہمیشہ ہماری کوشش رہے گی کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ جماعت نیکی پر ہی قائم رہے، صبر کے ساتھ اور وفا کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ وفا کرتا چلا جائے گا اور خلافت احمدیہ اپنی پوری شان کے ساتھ شجرۂ طیبہ بن کر ایسے درخت کی طرح لہلہاتی رہے گی۔ جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں۔

ریزولیوشنز کا یہ رنگ ایک ظاہری سا رنگ ہے اور جماعت احمدیہ کی شان اس سے زیادہ کا تقاضا کرتی ہے۔ ہمیں ریزولیوشنز کچھ اور رنگ کے کرنے چاہئیں اور وہ اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ:

اے جانے والے! ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے۔ ان تمام نیک کاموں کو پوری وفا کے ساتھ یا پوری ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے چلاتے رہیں گے اور اپنے خون کے آخری قطرہ تک ان کاموں میں حسن کے رنگ بھرنے کیلئے استعمال کریں گے جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تو نے جاری کئے تھے اور اگر اس دنیا میں تیری روح ان کی تکمیل کے نظاروں سے تسکین نہیں پا سکی تو اے ہمارے جانے والے آقا! اُس دنیا میں تیری روح ان کی تکمیل کے نظاروں سے تسکین پائے گی۔ ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں یعنی تیری یاد سے یہ عہد کرتے ہیں اور اصل عہد تو ہمارا اپنے رب سے ہے اور وہی زندہ حقیقت ہے انسان کی کوئی حقیقت نہیں۔

پس اگر ریزولیوشنز ہوں تو اس عہد کے ساتھ ہوں۔ اور آنے والے کے ساتھ بھی آپ ریزولیوشنز کے ذریعہ اظہار وفاداری کریں۔ وہ اس طرح کہ کہیں اے آنے والے! ہم اپنے دلوں سے معصیت اور گناہوں کے چراغ بجھاتے ہیں اور تقویٰ کے چراغ روشن کرتے ہیں اور تجھے اس دل میں اترنے کی

دعوت دیتے ہیں جس دل میں اللہ کے تقویٰ کی مشعلیں روشن ہو رہی ہیں اور ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیام شریعت کی کوشش میں جو اللہ کے فضل کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی، دعائیں کرتے ہوئے ہم تیری مدد کریں گے۔ کیونکہ کوئی ایک ذات اس عظیم الشان کام کا حق ادا نہیں کر سکتی، ہم ایک وجود کی طرح ایک ایسے وجود کی طرح کہ خلافت اور جماعت الگ الگ نہ رہیں، ایک دھڑکتے ہوئے دل کی طرح، ایک ہاتھ کی طرح اٹھتے اور گرتے ہوئے ایک قدم کی طرح بڑھتے ہوئے ہم تمام نیک کاموں میں تیرے ساتھ تعاون کریں گے اور کوشش کریں گے کہ جگہ جگہ خدا کی عبادت کے معیار بلند ہو جائیں۔ مسجدیں پہلے سے زیادہ آباد نظر آنے لگیں۔ اللہ کی یاد سے دل زیادہ روشن اور پرنور ہو جائیں۔ جھگڑے اور فساد مٹ جائیں اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہے ایک کامل اخوت اور محبت کا وہ نظارہ نظر آئے جو اس دنیا کی جنت کہلا سکتی ہے اور وہ قائم ہونے کے بعد حقیقت میں اگلی دنیا کی جنت کی خوابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو جاری و ساری رکھیں زندہ رکھیں۔ جو کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسی نیکیاں عطا ہوں کہ ہر روز ہم نئے پھل پانے والے ہوں نیکیوں کے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جون 1982ء)

خلافت احمدیہ کی طاقت کا راز

’’پس اس نقطۂ نگاہ سے جب ہم غور کرتے ہیں تو خلافت احمدیہ کی طاقت کا راز دو باتوں میں ہے۔ ایک خلیفۂ وقت کے اپنے تقویٰ میں اور ایک جماعت احمدیہ کے مجموعی تقویٰ میں۔ جماعت کا جتنا تقویٰ من حیث الجماعت بڑھے گا احمدیت میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور قوت پیدا ہوگی۔ خلیفۂ وقت کا ذاتی تقویٰ جتنا ترقی کرے گا اتنی ہی اچھی سیادت اور قیادت جماعت کو نصیب ہوگی۔ یہ دونوں چیزیں بیک وقت ایک ہی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ترقی کرتی ہیں۔

پس ہماری دعا ہونی چاہیئے آپ کی میرے لئے اور میری آپ کے لئے، آپ اپنے ربّ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے ہمیشہ یہ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تقویٰ نصیب فرمائے۔ ایسا تقویٰ جو اس کی نظر میں قبولیت اور اس کی درگاہ میں مقبولیت کے قابل ہو اور میری ہمیشہ یہ دعا رہے گی کہ مجھے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ تقویٰ عطا فرمائے کیونکہ بحیثیت آپ کے امام کے اور بحیثیت خلیفۃ المسیح کے مجھے جتنی زیادہ متقیوں کی جماعت نصیب ہوگی اتنی ہی زیادہ ہم اسلام کی عظیم الشان خدمت کر سکیں گے۔ احمدیت کو اتنی ہی زیادہ قوت نصیب ہوگی اتنی ہی زیادہ احمدیت کو عظمت نصیب ہوگی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 / جون 1982ء)

خلافت کے منصب کا احترام

جو لوگ اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ بعض دفعہ نادانی میں خلفاء کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ چلتا آیا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے ساتھ بعض نادانوں نے مقابلے کئے کہ جی وہ تو یوں کیا کرتے تھے، وہ تو یہ ہوتا تھا۔ آپ یہ کرتے ہیں اور آپ یوں کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت عمرؓ سے مقابلے شروع ہو گئے اور حضرت علیؓ کے دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مقابلے شروع ہو گئے۔ (رضوان اللہ علیہم) اور لوگ نادانی اور لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۝

(بنی اسرائیل:85)

تم لوگ تو نادان ہو۔ تم ناواقف ہو۔ جاہل ہو۔ تمہیں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا عمل کیوں ہے؟ اور طرز عمل کس لئے اختیار کیا جا رہا ہے؟ یہ بندے ہیں مجبور ہیں اس فطرت کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے اپنے شاکلۃ کے اندر رہتے ہوئے صحیح قدم اٹھایا یا غلط قدم اٹھایا۔ بندہ واقف ہی نہیں ان اسرار سے۔ وہ دل کے حالات کو، نیتوں کو نہیں جانتا۔ اس لئے اس کا کام نہیں ہے کہ وہاں زبان کھولے جہاں زبان کھولنے

کی اس کو مجال نہیں جہاں زبان کھولنے کے لئے اس کو مقرر نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی لغو دلچسپیوں سے باز رہیں۔

کسی کے کہنے سے کسی خلیفہ کے مقام میں، اس کے منصب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جو فرق پڑے گا وہ پڑتا ہے وہ صرف اللہ کی نظر میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کسی نے اپنی استعداد کے مطابق پورا استفادہ کیا کہ نہیں۔ بعض دفعہ استعدادوں کے مختلف ہونے کے نتیجے میں مختلف طرز عمل رونما ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بظاہر ایک کم نتیجے کو ایک بظاہر زیادہ نتیجے پر فوقیت دے دی جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 1982ء)

دعا کا فلسفہ

''پس دعائیں چاہے براہ راست کی جائیں چاہے بالواسطہ کروائی جائیں۔ یہ بنیادی فلسفہ ہے جس کو بھول کر دعا کرنے والا یا کروانے والا کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ یہی مضمون خلافت کے ساتھ تعلق میں بھی ہے۔ بیشمار لوگ، میں نے دیکھا حضرت مصلح موعودؓ کو خط لکھا کرتے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو خط لکھتے تھے، مجھے بھی لکھتے ہیں۔ میری ذات کی تو کوئی حقیقت نہیں۔ ناقابل بیان ہے وہ کیفیت جب میں اپنی ذات پر غور کرتا ہوں اور اپنی بے بساطی کو پاتا ہوں اور کم مائیگی کو دیکھتا ہوں اللہ ہی جانتا ہے کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی ہے۔ لیکن خدا نے منصب خلافت پر مجھے مقرر فرمایا اور اس منصب کی خاطر لوگ مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی یہی دیکھا تھا اور آئندہ بھی یہی ہوگا کہ اگر کسی احمدی کو منصب خلافت کا احترام نہیں ہے، اس سے سچا پیار نہیں ہے، اس سے عشق اور وارفتگی کا تعلق نہیں ہے اور صرف اپنی ضرورت کے وقت وہ دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اس کی دعائیں یعنی خلیفۂ وقت کی دُعائیں اس کے لئے قبول نہیں کی جائیں گی۔ اسی کے لئے قبول کی جائیں گی جو خاص اخلاص کے ساتھ دعا کے لئے لکھتا ہے اور اس کا عمل ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اس عہد پر قائم ہے کہ نیک کام مجھے فرمائیں گے ان میں میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ ایسے مطیع بندوں کے لئے تو بعض دفعہ ہم نے یہ نظارے دیکھے ایک دفعہ نہیں بسا اوقات یہ نظارے دیکھے کہ وہاں پہنچی بھی نہیں دعا، اور پھر بھی قبول ہوگئی۔ ابھی لکھی جارہی تھی دعا، تو اللہ تعالیٰ اس پر پیار کی نظر ڈال رہا تھا اور دعا قبول ہو رہی تھی۔ بعض دفعہ دعا بنی بھی نہیں تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 رجولائی 1982ء)

خلیفہ کا کام

ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا أَمْثَالَكُم

پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے

اس آیت کا انتخاب میں نے اس وجہ سے کیا کہ اس سے پہلے میں نے مومنین کے صف اوّل کے طبقہ کا ذکر ایک گزشتہ خطبہ میں کیا تھا۔ جن کے خلوص اور تقویٰ اور بے مثال مالی قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضل سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ہوتے رہے، ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ لیکن خلیفہ وقت کا کام اپنے آقا کی کامل متابعت ہے۔ اور خلیفہ کا آقا نبی ہوتا ہے اور نبیوں میں نبیوں کے امام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے مطاع ہیں اور آپؐ ہی کی پیروی پر میں پابند کیا گیا ہوں اور غلامانہ طور پر مسخر کیا گیا ہوں۔

(خطبہ جمعہ 23 رجولائی 1982ء)

امراءٔ خلافت کے نمائندہ

ایک اور بات یہ ہے کہ آپ کو امراء اور جماعت کے عہدیداران کے حوالہ سے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ امراء عہدیداران خلافت کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ جو بالآخر ساری جماعت کی تنظیم کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ اس نظام کے کارکنان کی حیثیت سے انہیں خلافت کے نظام سے بعض حقوق عطا کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے مقام کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ بعض اوقات کسی خاص عہدیدار کے حقوق نہ جاننے یا نہ سمجھنے کی وجہ سے مسائل

ابھرتے ہیں۔ لوگوں کو نہ تو اپنے حقوق کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی ان عہدیداران کے حقوق کا جنہیں بعض کاموں پر مقرر کیا گیا ہو۔۔۔

اب میں امراء کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ان کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ عہدیداران کے اپنے کچھ فرائض ہیں۔ ان کا ان لوگوں سے شفقت کا سلوک ہونا چاہیئے جن پر وہ نظام کو چلانے کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ لوگوں کو امیر کی اطاعت اس کی ذاتی استعداد کی بجائے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنی چاہیئے۔ اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اور اس لئے کہ انہیں خلیفۃ المسیح نے مقرر فرمایا ہے۔ کسی اور وجہ سے نہیں۔ وہ تمام نظام کی اس لئے پیروی کریں کہ یہ نظام خلیفۃ المسیح کا مقرر فرمودہ ہے۔ انہوں نے ہر احمدی کی بیعت نہیں کی صرف خلیفۃ المسیح کی بیعت کی ہے۔ چنانچہ ہر امر اس کے ہاتھ سے نکلتا ہے اور احمدی اس کی اس لئے پیروی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ایمان کا حصہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں ان کی اطاعت بالآخر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے نہ کہ کسی انسان کی۔ چنانچہ انہیں خلیفۃ المسیح نے ذمہ داری سونپی ہے۔ اس لئے انہیں اس طاقت کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ میں ایسے امیر کو ناپسند کرتا ہوں جو لوگوں پر شفقت نہ کرے کیونکہ جماعت کا خلیفہ سے براہ راست رابطہ ہوتا ہے۔ اس سے ان کا ذاتی تعلق ہوتا ہے اور دراصل خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے علاوہ اس کے پیچھے کوئی اور مقصد نہیں۔ مگر وہ امیر کی اطاعت اسی وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کا تقرر خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے۔ وہ تمام نظام کی اطاعت اسی لئے کرتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کی ہے چنانچہ ہر چیز اسی کے ہاتھ پر مرتکز ہوتی ہے اور وہیں سے پھوٹتی ہے اور احمدی اس کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے ایمان کا حصہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا دراصل وہ کسی ایک انسان کی پیروی کی بجائے اطاعت کر رہے ہوتے ہیں۔

چونکہ خلیفۃ المسیح نے انہیں بعض اختیارات تفویض کئے ہیں اس لئے انہیں ان مفوضہ اختیارات کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ میں کسی ایسے امیر کو جو لوگوں کا ہمدرد نہیں ہے مقرر کرنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ خلیفہ کا سب احمدیوں سے براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور انہیں اس لئے اس کی اطاعت کے لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ اس سے کمتر ہیں۔ بلکہ صرف نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اطاعت کے لیے کہا جاتا ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے مگر نظم وضبط کا مطلب سختی اور غیر ہمدردانہ رویہ نہیں ہے۔ میں خود کو کسی ایسے امیر کے ہاتھوں میں محفوظ نہیں سمجھتا جو احمدیوں سے اس قسم کا رویہ اختیار نہیں کرتا جو مجھے پسند ہے۔ چنانچہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی مشنری انچارج، کوئی صدر اپنی طاقت کا غلط استعمال کرے۔ کیونکہ اگر وہ ان احمدیوں کو جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کی اطاعت کرتے ہیں تکلیف دیں گے تو دراصل وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے اور وہ اللہ کے راستہ سے بھٹک جائیں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8/اکتوبر 1982ء)

جماعت اور خلیفہ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا

میں واضح کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کو کسی عہدیدار سے شکایت ہے تو آپ کا حق ہے بلکہ ذمہ داری ہے کہ اس کے توسط سے مرکز کو فوری مطلع کریں۔ اگر آپ کو خدشہ ہو کہ وہ یہ رپورٹ آگے نہیں بھجوائے گا تو اس کا طریق یہ ہے کہ ایک کاپی براہ راست مرکز کو بھجوادی جائے۔ یہاں میں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک احمدیوں اور خلیفۃ المسیح کے رشتہ کا تعلق ہے کوئی احمدی جتنے خطوط چاہے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھ سکتا ہے۔ اس بارہ میں کوئی روک نہیں۔ لیکن اگر آپ کسی اور شخص کے منفی رویہ کے بارہ میں اطلاع دے رہے ہیں تو پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ آپ کا فرض ہے کہ اس شخص کو بھی مطلع کریں ورنہ یہ غیبت شمار ہوگی۔ اور ایسا کرنا کسی کے علم میں لائے بغیر اس پر کیچڑ اچھالنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ طریق اختیار کیا گیا ہے ورنہ جماعت احمدیہ اور خلیفۃ المسیح کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں کسی کے لئے بھی اس میں دخل دینا اور راستہ روکنا ممکن نہیں۔
اس سے مجھے یہ خیال بھی آیا کہ اگر کوئی بدسلوکی اختیار کرتا ہے تو وہ خلیفۃ المسیح اور جماعت کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ بعض لوگ جب مقامی عہدیداروں سے ناراض ہوجائیں تو وہ اس کے نظام کے درمیان تمیز

نہیں کر سکتے اور بعض لوگوں کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ براہ راست خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اپنا قضیہ پیش کر سکیں۔ چنانچہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جماعتی کمزوری ہے اور وہ پھر خلافت سے بھی ناطہ توڑ لیتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا یہ لوگ خلیفۃ المسیح اور احمدی لوگوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ چنانچہ اگر یہ مسئلہ سر اٹھائے تو اس کا حل یہ ہے کہ آپ خلیفۃ المسیح سے یا اس شعبہ سے براہ راست رابطہ کریں مثلاً اگر مالی معاملہ ہے تو وکیل المال کو تحریر کرنا چاہیے۔ تبشیر کا مسئلہ ہو تو وکالت تبشیر سے رابطہ کریں لیکن اگر اس پر آپ کو تسلی نہ ہو اور ہو بھی آپ کو جلدی تو کم از کم یہ تو کریں کہ آپ مجھے خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے لکھیں اور اس کی نقل امیر کو بھجوا دیں۔ ورنہ عمومی طریق یہی ہے کہ آپ اپنی شکایت امیر یا متعلقہ عہدیدار کے توسط سے جو بھی وہ ہیں بھجوائیں اور بہتر یہ ہوگا کہ ایک نقل براہ راست بھجوائیں۔ تو پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

لیکن ایک بات میں واضح کر دوں کہ دنیا کے معاملات میں بھی اپیل نیچے سے اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے۔ اوپر سے نیچے کی طرف نہیں۔ وہ احمدی جو اپنی اپیل عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ غلطی کے موجب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لیے تباہی کا راستہ چنتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے کی بجائے مذہب سے بیگانہ عوام الناس کے سامنے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے نیچے کی طرف اڑتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ اپنی شکایت غلط جگہ پر پیش کرتے ہیں تو آپ نظام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس یک طرفہ پراپیگنڈا کا دوسری پارٹی کو دفاع کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ بعض اوقات انہیں اس بات کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8راکتوبر 1982ء)

خلفاء کی طرف سے جاری کردہ تحریکیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں

چنانچہ عام طور پر جو لوگ خاموش طبیعت کے تھے ان کے ذہن میں کوئی ترکیب آیا ہی نہیں کرتی تھی اب خط آتے ہیں۔ ایسی ایسی باتیں اللہ تعالیٰ ان کو سجھاتا ہے کہ پڑھتے ہوئے مزہ آجاتا ہے۔ ہر آدمی دنیا کے کونے میں بیٹھا ہوا ایک تدبیر کر رہا ہے اور وہ سوچ رہا ہے کہ کس طرح ان کو شکست دی جائے اور کس طرح ان سے اس ظلم کا نیکی کے ذریعہ سے انتقام لیا جائے، کس طرح ان کو ہر میدان میں مایوس اور نامراد کر دیا جائے۔ ساری دنیا کا جو احمدی ذہن ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے ہی چمکا ہوا ہے اور صیقل ہے اس کی ترکیبیں یہاں اکٹھی ہوتی جارہی ہیں اور اس کا نام خلافت ہے۔ تمام جماعت کا اجتماعی فکر، تمام جماعت کا اجتماعی دل، تمام جماعت کی اجتماعی قوت، تمام جماعت کے اجتماعی احساسات اور ولولے جب یہ ایک دماغ میں اکٹھے ہو جاتے ہیں جب ایک دل میں دھڑکنے لگتے ہیں جب ایک خون کی رگوں میں دوڑنے لگتے ہیں تو اس کا نام خلافت ہے۔ یہ چیز بنائے سے نہیں بن سکتی۔ کوئی مصنوعی ذریعہ خلافت پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے جو نبوت کے ذریعہ خلافت کو جاری کرتی ہے اور پھر ایک وجود بنا دیتی ہے لاکھوں کو جو کروڑوں بھی ہو جائیں تو ایک وجود رہتے ہیں اور ان کی ساری استعدادیں پھر اکٹھی ہو کر مجتمع ہوتی ہیں ایک مرکز پر اور پھر مزید صیقل ہو کر، دعاؤں کے ساتھ چمک کر پھر وہ انتشار اختیار کرتی ہیں پھیلتی ہیں۔ ایسی جماعت کو یہ لوگ ہرانے کے لئے نکلے ہیں جب اپنے محفوظ قلعوں میں بھی لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ قوانین کی دیواریں کھڑی کر لیں اپنے اردگرد اور اس کے باوجود روتے رہے اور آج تک رو رہے ہیں کہ پھر بھی ہم احمدیت کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہے۔ ہماری دیواروں میں دراڑیں ڈال دی ہیں ان لوگوں نے، آج بھی تبلیغ جاری ہے اسی طرح آج بھی Defy کر رہے ہیں ایک آمر کے احکام کو کہ آج بھی یہ اپنے اسلام پر برملا عمل کر رہے ہیں، یہ اعلان بھی ساتھ ساتھ ہو رہا ہے۔

تو جن کے قلعہ بندوں کا یہ حال تھا ان کو سوجھی کیا کہ وہ دیواریں توڑ کر خود نکل آئے ہیں۔ ان کے تو مقدر میں مار اور پھر مار اور پھر مار ہے لیکن جماعت احمدیہ کی مار تو وہ مار نہیں ہے جیسی تم سمجھتے ہو کہ مار ہوا کرتی ہے۔ ہماری مار تو یہ ہوگی کہ جتنا تم احمدیوں کو کم کرنے کی کوشش کرو گے۔ تمہارے جگر گوشوں میں سے ہم احمدی پیدا کر کے دکھائیں گے۔ تمہارے دل کے ٹکڑے تمہاری چھاتیوں سے نکل نکل کر ہماری چھاتیوں میں جگہ ڈھونڈیں گے۔ اس طرح

احمدیت خدا کے فضل سے پھیلے گی، یہ ہے احمدیت کا انتقام۔تمہاری کیا مجال ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقابلہ کرسکو اور ہر طرح سے تمہاری ہر کوشش ایک بالکل برعکس نتیجہ پیدا کرتی چلی جارہی ہے۔

خلافت سے جماعت احمدیہ کو پہلے بھی محبت تھی، پہلے بھی اطاعت کے رنگ میں رنگین تھی لیکن جتنا تم دکھ دینے میں بڑھ رہے ہو اتنا ان کی محبت ایک نئے انقلابی دور میں داخل ہوتی چلی جارہی ہے۔ پہلے بھی خلفاء تحریک کیا کرتے تھے جماعت ہمیشہ ان تحریکات پر لبیک کہتی تھی، قربانیاں دیتی تھی، کبھی بھی تحریکات کو ناکام نہیں ہونے دیا لیکن اب تو بالکل اور ہی منظر مجھے نظر آرہا ہے۔اب تو یوں لگتا ہے جیسے منہ سے بات نکلی تو کہتے ہیں کہ مٹی نہیں لگنے دینی اس کو، سرآنکھوں پر اٹھاتے ہیں، دل میں بٹھاتے ہیں اور میری بہت وسیع، بلند توقعات ہیں آپ سے لیکن ہر دفعہ میری توقعات سے بڑھ کر آپ محبت اور اطاعت کا سلوک کرتے ہیں۔ یہ برکتیں کون پیدا کرسکتا تھا جماعت میں۔ محض اللہ کا فضل ہے اور یہ تمہاری کوششوں کو ناکام دکھانا ہے خدا تعالیٰ نے، ان کو تمہارے دلوں کی حسرات بنانا ہے۔اس لئے خدا تعالیٰ یہ پاک تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے اس لیے نکلو، شوق سے نکلو، تمام دنیا میں نکلو، جہاں جہاں تم جاؤ گے خدا کی قسم! وہاں وہاں احمدیت کا پودا پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ بڑھنے اور پھولنے لگے گا اور پھلنے لگے گا ایک کے ہزار ہوتے چلے جائیں گے ہماری یہ تقدیر تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بتا چکے ہیں وہ مقبول دعاؤں کی صورت میں ظاہر ہورہی ہے

اک سے ہزار ہوویں بابرگ وبار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں

(درثمین صفحہ:38)

یہ ہے ہماری جماعت کی تقدیر۔ اگر زور لگتا ہے تو بدل کر دکھا دو۔ کبھی تم اس کو بدل نہیں سکو گے۔ یہ تحریک جو ابھی پیچھے کی تھی گزشتہ سے پیوستہ جمعہ میں پریس کے لئے، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مجھے بڑی بلند توقعات ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ سے اور یہ مشاہدہ کی بات ہے کوئی محض نظریاتی بات نہیں ہے۔ جتنا مشاہدہ مجھے ہے تفصیل کے ساتھ احمدیوں کے دلوں میں جھانکنے کا، ساری دنیا میں ایک بھی انسان ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کرسکتا ہو کہ اس طرح لاکھوں آدمیوں کے ساتھ میرا ذاتی تعلق ہے اور میں ان کے دل کی کیفیات جانتا ہوں۔ کوئی نظام ہی نہیں ہے اس جیسا کہیں اور تو پتہ کس طرح کسی کو لگے، ان کے رسمی تعلقات، ان کے رسمی آپس کے واسطے، خط و کتابت بھی ہو تو سیکرٹریوں کے ذریعے، لاکھوں خطوں میں سے شاید دس کا پتہ چلے کسی کو کہ کیا آیا تھا اور کیا لکھا تھا۔ سب ڈھکوسلے ہیں بناوٹیں ہیں، ایک نظام خلافت ہے جو خدا کے فضل سے، جو زندہ اور فعال تعلق رکھتا ہے جماعت احمدیہ سے اور جماعت احمدیہ ہے جو زندہ اور فعال تعلق رکھتی ہے اپنے نظام خلافت سے اپنے دل کے سب حال بیان کرتے ہیں جس طرح باپ سے بیٹا بیان کرتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ بے تکلفی کے ساتھ، جس طرح ماں سے بیٹی کھل جاتی ہے اس سے بھی زیادہ بے تکلفی اور اعتماد کے ساتھ اپنے سارے دل کی باتیں کھولتے ہیں۔ اُن پر مشورے لیتے ہیں، حالات بیان کرتے ہیں، دعاؤں کے لئے لکھتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں نظام خلافت تو ایک عجیب چیز ہے کوئی باہر کی دنیا والا تصور کرہی نہیں سکتا جتنا چاہے زور لگالے اس کا تصور نظام خلافت کے قدموں تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ احمدی ہیں جن میں نظام خلافت کے طور پر رائج ہے ایک جاری سلسلہ ہے زندگی کا، اس لیے آپ جانتے ہیں یہ زبان یا میں جانتا ہوں اور وہ خدا جانتا ہے جس نے یہ عطائیں کی ہیں ہم پر، بے شمار احسانات فرمائے ہیں۔ ہمارے غیر کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 رجولائی 1985ء)

برکاتِ خلافت

پس یہ لوگ بھی خاص طور پر ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خلافت کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ بظاہر نصیحت عمل نہیں کر رہی ہوتی لیکن جب خلیفۂ وقت کی زبان سے وہی نصیحت نکلتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ غیر معمولی اثر پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وہ دکاندار ہیں جن کو سالہا سال سے

میں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ ان کے کئی اجلاس بلائے گئے کیونکہ افسر صاحب جلسہ سالانہ نے بحیثیت نائب افسر یہ میری ذمہ داری لگا رکھی تھی کہ میں تربیت کے امور کی عمومی نگرانی کروں لیکن کوئی اثر نہیں ہوتا تھا حالانکہ میں بہت زور مارتا رہا لیکن وہی جس طرح کہتے ہیں پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر لیکن پرنالہ وہیں رہے گا۔ تو سر آنکھوں پر بات کر کے جب یہ واپس جاتے تھے تو اِلّا ما شاء اللہ اسی طرح دکانیں کھول دیتے تھے ۔ اب بھی وہی میں ہوں۔ بحیثیت ذات کے تو وہی ہوں لیکن چونکہ یہ آواز خلافت کی طرف سے بلند ہوئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس میں غیر معمولی اثر رکھ دیا۔ لیکن ضمناً ایک بات کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے خلافت کی آواز میں اثر رکھا ہے اور جماعت میں غیر معمولی اطاعت کی روح رکھی ہے لیکن جو اصل مومنوں کی جماعت ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنا چاہتے ہیں اس جماعت میں نصیحت اہمیت رکھتی ہے نصیحت کرنے والے کی کوئی اہمیت نہیں ہے یعنی امر واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک نصیحت سننے والے کا تعلق ہے اس کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ تم یہ نہ دیکھو کہ کس نے تمہیں کیا بات کہی ہے بلکہ تم یہ دیکھو کہ وہ بات ہے کیا جو کہی جارہی ہے۔ اگر اچھی بات ہے تو خواہ کسی شخص سے بھی ملے وہ بہر حال تمہاری چیز ہے اور تمہاری دولت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جنوری 1983ء)

خلیفہ اور جماعت ایک وجود کے دو نام

"جیسا کہ میں نے گزشتہ سفر میں واپسی پر کہا تھا مجھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ احباب جماعت کی دعائیں قبول ہو کر پھل بن کر ہم پر نازل ہو رہی ہیں اور خدا کی رحمت آتی ہوئی نظر آتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جس طرح کوئی توقع نہیں ہے اچانک غیب سے دست قدرت آتا ہے اور وہ مدد کر دیتا ہے تو لازماً اس میں ساری جماعت شامل ہے۔ خلیفہ اور جماعت دو الگ وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود کی دو حیثیتیں اور دو نام ہیں اس لئے صرف میرے لئے نہیں بلکہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے اس نے اپنے فضل سے ہم پر بہت بڑے احسانات فرمائے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ اکتوبر 1983ء)

"اللہ تعالیٰ نے نہ صرف خوشخبری دی بلکہ بعض ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جن کی طرف عام طور پر انسان توجہ نہیں کیا کرتا۔ جب بھی کسی کو فتح ملتی ہے، جب بھی کسی کو نصرت عطا ہوتی ہے دماغ میں ایک کیڑا آ جاتا ہے کہ یہ میری کوشش سے ہوا ہے، میری چالاکیوں سے ہوا ہے، میرے علم سے ایسا ہوا ہے، میں نے کیسی اچھی تنظیم کی تھی، کیسی اچھی تدبیر کی تھی، کیسا اچھا لیکچر دیا تھا، کیسی اچھی کوشش کی تھی، انسانی نفس انسان کو اس قسم کے توہمات میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ نصرت اور فتح تمہاری کوشش سے ہوگی۔ تم اپنی کوشش سے تو دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے، تم اس لائق نہیں ہو، تم اس قابل نہیں ہو کہ عظیم الشان کام کر سکو اور دلوں میں ایک انقلاب برپا کر سکو۔ یہ خدا کا کام ہے اس لئے اللہ کی نصرت آئے گی، اللہ کی طرف سے فتح آئے گی اور یہ خدا ہی ہے جو لوگوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل کرے گا۔"

عظیم الشان عمارت

حضور انور نے 29/ جولائی 1984ء کو خدام الاحمدیہ کے یورپین اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی تحریک جماعت کے کسی بھی خلیفہ کے دل میں ڈالتا ہے تو اس کے متعلق آپ کو پوری طرح مطمئن ہونا چاہیئے کہ ضرور کوئی الٰہی اشارے ایسے ہیں جو مستقبل کی خوش آئندہ باتوں کا پتہ دے رہے ہیں اور وہ تحریک جو بظاہر معمولی سی آواز سے اٹھتی نظر آتی ہے ایک عظیم الشان عمارت میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے۔۔۔ جس تحریک میں آپ اس لیے حصہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ مسیح موعود کے خلیفہ کی تحریک ہے آپ دیکھیں گے کہ اس تحریک میں اتنی عظیم الشان برکتیں پڑیں گی جو آپ کے تصور سے بھی بالا ہوں گی۔"

(خالد جون 1986ء)

خلیفہ وقت جہاں بھی جاتا ہے جماعت احمدیہ میں ہی جاتا ہے

’’اب میں مختصراً دو باتیں بعض دوستوں کے خطوط سے متعلق کہنی چاہتا ہوں۔ پاکستان سے بہت سے خطوط مجھے آتے رہے ہیں اور اب تو جماعت انگلستان کو بھی انہوں نے لکھنا شروع کر دیا ہے، متفرق لوگوں کو کہ ہم نے تو جہاں تک پیش گئی ہمت ہوئی خلافت کی حفاظت کرنے کی کوشش کی اب آپ کے اوپر یہ ذمہ داری ہے اور آپ اس حق کو ادا کریں۔ جذباتی لحاظ سے تو یہ سمجھ آسکتی ہے یہ بات لیکن ویسے جماعت انگلستان پر بدظنی کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ خلیفۂ وقت جہاں بھی جاتا ہے وہ جماعت احمدیہ میں ہی جاتا ہے آخر۔ یہ کہنا کہ پاکستان کے احمدیوں کو زیادہ خیال تھا اور یہاں کے احمدیوں کو کم ہے یہ بالکل غلط بات ہے اس لئے جن کو لوگ خط لکھتے ہیں اول تو ان کو سمجھنا چاہئے کہ اس معنی میں نہیں لکھتے کہ گویا وہ جماعت احمدیہ انگلستان کو اپنے سے کم درجہ سمجھتے ہیں ایمان میں بلکہ صرف یہ وجہ ہے کہ محبت کے جوش میں ایسے وقت میں ایسی باتیں منہ سے نکل جایا کرتی ہیں۔ تو تمام جماعت کی مرکزی ذمہ داریاں جو خلافت کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں ساری جماعت نے بڑے شوق سے سنبھالی ہیں اس لئے اظہار محبت کے رنگ میں آپ جو مرضی لکھ دیں مجھے اس پر اعتراض نہیں لیکن بدظنی نہ کریں۔ میں باہر کے احمدیوں کو پیغام دیتا ہوں بلکہ ان کا حق اور فرض ہے کہ دعائیں کریں ایسی جماعت کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری ڈالی انہوں نے بڑے خلوص اور محبت سے کما حقہ جیسا کہ حق ہے ویسا ادا کر کے اسکو ادا کیا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 1984ء)

نظام خلافت کو ختم کرنے کی خوفناک سازش

’’اس دور میں یعنی 1984ء کی جو شرارت ہے اس میں ایک مکمل سکیم کے تابع پاکستان میں جماعت احمدیہ کے مرکز کو ملیا میٹ کرنے کا ارادہ تھا اور جماعت احمدیہ کی ہر اس انسٹی ٹیوشن ہر اس تنظیم پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ تھا جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے ایسے قانون بنائے جن کے نتیجہ میں خلیفہ وقت پاکستان میں رہتے ہوئے خلافت کا کوئی بھی فریضہ سر انجام نہیں دے سکتا۔ ایک احمدی جو دیہات میں زندگی بسر کر رہا ہے یا شہروں میں بھی غیر معروف زندگی بسر کر رہا ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے بھی، اسلام کی تبلیغ بھی کرے جیسا کہ کرتا ہے تو نہ حکومت کو اسکی کوئی ایسی تکلیف پہنچتی ہے نہ وہ حکومت کی نظر میں آتا ہے اور اگر کبھی آ بھی جائے تو اسکے پکڑے جانے سے فرق کوئی نہیں پڑتا۔ اسکی تو اپنی خواہش پوری ہو جاتی ہے کہ میں پکڑا جاؤں اور خدا کی خاطر میں بھی کوئی تکلیف اٹھاؤں لیکن ایک خلیفہ وقت اگر پاکستان میں السلام علیکم بھی کہے تو حکومت کے پاس یہ ذریعہ موجود ہے اور وہ قانون موجود ہے جس کو بروئے کار لا کر وہ اسے پکڑ کر 3 سال کے لئے جماعت سے الگ کر سکتے ہیں اور یہی نیت تھی اور ابھی بھی ہے کہ جہاں تک جماعت کے بڑے آدمی یعنی جو دنیا کی نظر میں بڑے کہلاتے ہیں لیکن مراد یہ ہے کہ جماعت کے ایسے لوگ، ایسے ذمہ دار افسران جو کسی نہ کسی لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، ارادے یہ ہیں کہ ان کے اوپر کسی طرح ہاتھ ڈالا جا سکے اور اس کا آغاز انہوں نے خلافت سے کیا۔۔۔ خلیفہ وقت اگر ربوہ میں رہے تو ایک مردہ کی حیثیت سے وہاں رہے اور اپنے فرائض منصبی میں سے کوئی بھی ادا نہ کر سکے۔ اگر وہ ایسا کرنے پر تیار ہو ایک مردہ کی طرح زندہ رہنے پر تیار ہو تو ساری جماعت کا ایمان ختم ہو جائے گا، ساری جماعت یہ سوچے گی کہ خلیفہ وقت ہمیں تو قربانیوں کے لئے بلا رہا ہے، ہمیں تو کہتا ہے کہ اسلام کا نام بلند کرو اور خود ایک لفظ منہ سے نہیں نکالتا۔ چنانچہ جماعت کے ایمان پر حملہ تھا یہ اور اگر خلیفۂ وقت بولے جماعت کا ایمان بچانے کے لئے تو اس کو تین سال کے لئے جماعت سے الگ کر دو۔ چونکہ نظام جماعت ایک نئے خلیفہ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتا جب تک پہلا خلیفہ مر نہ جائے اس وقت تک اس لحاظ سے تین سال کے لئے جماعت اپنی مرکزی قیادت سے محروم رہ جائے گی اور جس جماعت کو خلیفہ وقت کی عادت ہو جو نظام خلیفہ کے محور کے گرد گھومتا ہو اس کو کبھی بھی خلیفہ کی عدم موجودگی میں کوئی انجمن نہیں سنبھال سکتی۔ یہ ایک بہت تلخ تجربہ ہم نے خود دیکھا ہے اس میں سے گزرے ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے، آخری دنوں میں خصوصیت کے ساتھ جب

آپ کی تکلیف بڑھ گئی اور جماعت نہیں چاہتی تھی کہ فیصلوں کے لئے زیادہ تکلیف دے۔ اگرچہ اہم فیصلے آپ ہی کرتے تھے اور فیصلے کی قوت میں کوئی بھی فرق نہیں تھا لیکن بیماری کی وجہ سے ڈاکٹرز بھی یہ ہدایت دیتے تھے کہ کم سے کم بوجھ ڈالا جائے اور جماعت خود بھی نہیں چاہتی تھی تو بہت سے فیصلے بہت سے کام جو خلیفۂ وقت کیا کرتا تھا جو کرتا ہے ہمیشہ وہ صدر انجمن یا تحریک جدید یا دوسری انجمن کرنے لگیں اور وہ دور جماعت کے لئے سب سے زیادہ بے چینی کا دور تھا کیونکہ عادت پڑی ہوئی تھی خلیفہ وقت سے رابطے کی، اس سے فیصلے کروانے کی، اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی تو انجمنوں کے ذمہ جب یہی کام لگے تو اس وقت محسوس ہوا کہ کتنا فرق ہے انجمنوں کے کاموں میں اور خلیفہ وقت کے کاموں میں اور ایک لحاظ سے یہ جماعت کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا کیونکہ وہ لوگ جو پہلے غیر مبائعین سے متاثر تھے اور وہ لوگ جو کچھ نہ کچھ اثر لے چکے تھے ان کے پروپیگنڈے کا، وہ کلیۃً تائب ہو گئے اس بات سے ان کو اس وقت محسوس ہوا اس بیماری کے دوران کہ خلافت کا کوئی بدل نہیں ہے۔ ناممکن ہے کہ خلافت کی کوئی متبادل چیز ایسی ہو جو خلافت کی جگہ لے لے اور دل اسی طرح تسکین پا جائیں۔ تو تین سال کا عرصہ جماعت سے خلافت کی ایسی علیحدگی کہ کوئی رابطہ قائم نہ رہ سکے یہ اتنی خوفناک سازش تھی کہ اگر خدانخواستہ یہ عمل میں آجاتی تب آپ کو اندازہ ہوتا کہ کتنا بڑا حملہ جماعت کی مرکزیت پر کیا گیا ہے۔ ساری دنیا کی جماعتیں بے قرار ہو جاتیں اور ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہ رہتا، کچھ سمجھ نہ آتی کہ کیا کر رہے ہیں، کیا کرنا ہے اور پھر جذبات سے بے قابو ہو کر غیر ذمہ دارانہ حرکتیں بھی ہو سکتی تھیں۔ جس طرح شدید مشتعل جذبات کو اور زخمی جذبات کو اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی سنبھالنے کی، خلیفۂ وقت کی عدم موجودگی یا بے تعلقی کے نتیجہ میں تو ناممکن تھا کہ جماعت کو اس طرح سے کوئی سنبھال سکتا۔ بعض لوگ مجھے خط لکھتے ہیں تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ ان کا حال کیا ہے کس طرح وہ تڑپ رہے ہوتے ہیں! اس وقت وہ کہتے ہیں خدا کی قسم اگر آپ کے ہاتھ پر ہم نے یہ عہد نہ کیا ہو تا کہ ہم صبر دکھائیں گے ناممکن تھا ہمارے لئے، ہمارے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جاتے، ہمارے بچے ہمارے سامنے ذبح کر دیئے جاتے تب بھی ان ظالموں سے ہم ضرور بدلہ لیتے یہ حالت ہو جس جماعت کے اخلاص کی اور محبت کی اور عشق کی اسے خلافت کے سوا سنبھال ہی کوئی نہیں سکتا اس لئے ایک نہایت خوفناک سازش تھی۔ اور پھر اس کی اگلی کڑیاں تھیں۔

جن لوگوں کو جھوٹ کی عادت ہو ظلم اور سفاکی کی عادت ہو افتراء پردازی کی عادت ہو وہ کوئی بھی الزام لگا کر کوئی جھوٹ گھڑ کے پھر خلیفہ کی زندگی پر بھی حملہ کر سکتے تھے اور اس صورت میں جماعت کا اٹھ کھڑے ہونا اور اپنے قویٰ پر سے قابو کھو دینا، جذبات سے بھی قابو کھو دینا اور دماغی کیفیات پر سے بھی نظم و ضبط کے کنٹرول اتار دینا ایک طبعی بات تھی۔ ناممکن تھا کہ جماعت ایسی حالت میں کہ ان کو پتہ ہے کہ خلیفہ وقت ایک کلیتہً معصوم انسان ہیں، ان باتوں میں ہماری جماعت کبھی پڑی نہ پڑ سکتی ہے، اس پر جھوٹے الزام لگا کر ایک بدکردار انسان نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ناممکن تھا کہ جماعت اس کو برداشت کر سکتی۔ جبکہ برداشت کرنے کے لئے خلافت کا جو ذریعہ خدا نے بخشا ہے اس کی رہنمائی سے محروم ہو تو اس صورت میں جماعت کا کوئی بھی ردعمل ہو سکتا تھا جو اتنا بھیانک ہو سکتا تھا اور اتنے بھیانک نتائج تک پہنچ سکتا تھا کہ اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور باوجود اس کے کہ ان باتوں کا ہمیں پہلے علم نہیں تھا ایک رات جس رات یہ فیصلہ ہوا ہے اس رات خدا تعالیٰ نے اچانک مجھے اس بات کا علم دیا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک بڑے زور سے یہ تحریک ڈالی کہ جس قدر جلد ہو اس ملک سے تمہارا نکلنا نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، تمہاری ذات کا کوئی سوال نہیں۔ ایک رات پہلے یہ میں عہد کر چکا تھا کہ خدا کی قسم میں جان دوں گا احمدیت کی خاطر اور کوئی دنیا کی طاقت مجھے روک نہیں سکے گی اور اس رات خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی اطلاعات دیں کہ جن کے نتیجہ میں اچانک میرے دل کی کایا پلٹ گئی۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ کتنی خوفناک سازش ہے جماعت کے خلاف جسے ہر قیمت پر مجھے ناکام کرنا ہے اور وہ سازش یہ تھی کہ جب خلیفہ وقت کو قتل کیا جائے اور جماعت اس پر اُبھرے تو پھر نظام خلافت پر حملہ کیا جائے، ربوہ کو ملیا میٹ کیا جائے فوج کشی کے ذریعہ اور وہاں نیا انتخاب نہ ہونے دیا جائے خلافت کا، وہ انسٹی ٹیوشن ختم کر دی جائے اس کے بعد دنیا میں

کیا باقی رہ جاتا۔ خدا تعالیٰ کے اپنے کام ہوتے ہیں اور جن حالات میں اللہ تعالیٰ نے نکالا یہ اس کے کاموں ہی کا ایک ثبوت ہے یہ نہیں میں کہتا کہ یہ ہوسکتا تھا ناممکن تھا کہ یہ ہوجاتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سے ایمان اٹھ جاتا دنیا کا کہ خدا نے خود ایک نظام قائم کیا ہے، خود اس کے ذریعہ ساری دنیا میں اسلام کے غلبہ کے منصوبے بنا رہا ہے اور پھر اس جماعت کے دل پر ہاتھ ڈالنے کی دشمن کو توفیق عطا فرمادے جس جماعت کو اپنے دین کے احیا کی خاطر قائم کیا ہے، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ دشمن کی ہر تدبیر ناکام کردی اس ایک تدبیر کو ناکام کرکے اتنا بڑا احسان ہے خدا تعالیٰ کا کہ اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنے خوفناک نتائج سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بچالیا، کتنی بڑی سازش کو کلیتہً ناکام کردیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/دسمبر 1984ء)

جماعت احمدیہ کی خلافت کو تم کیسے مار سکتے ہو

"جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے ان کا پیسہ ان کے کام آرہا ہے۔ ان کے مقاصد کیا ہیں؟ یہ ایک الگ مضمون ہے بڑی تفصیل کے ساتھ ہم اس کا تجزیہ بھی کرچکے ہیں جانتے ہیں کہ کیوں ہے؟ کیونکہ جب تک ہم واقعات پر نظر نہ رکھیں دفاعی کارروائی نہیں کرسکتے۔ بہرحال اس نیت کے ساتھ یہ علماء یہاں بھجوائے گئے کہ وہاں جا کر ایسی نفرتیں پیدا کردو کہ ان نفرتوں کے سایہ میں جب ہم قتل و غارت کی کارروائی کریں تو احمدی خوف زدہ ہوجائیں، ان میں Panic پھیل جائے، وہ اپنی خلافت سے متنفر یا خوف زدہ ہونے لگ جائیں کہ اس نے ہمیں مصیبت میں ڈالا ہوا ہے اور ایک عام بددلی پھیل جائے اور پھر خلیفہ وقت کو اس طرح قتل کرواؤ کہ نیا انتخاب ربوہ میں ہونے نہ دیا جائے اور ساری مرکزیت جماعت کی منتشر ہوکر رہ جائے یہ منصوبہ ہے۔ اس قدر بے وقوفوں والا منصوبہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

جہاں تک خلیفہ وقت کے قتل کا تعلق ہے خلیفہء وقت میں تو جماعت کی جان نہیں ہے، خلافت احمدیہ میں جان ہے۔ ایک خلیفہ وقت کو قتل کروگے تو دوسرا خلیفہ وقت وہی باتیں کہے گا۔ اسی طرح کہے گا۔ اس کو بھی اسی طرح خدا کی تائید حاصل ہوگی جس طرح اس سے پہلے کو تھی۔ تم نادان ہو جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایک خلیفہ وقت کے قتل کے ساتھ جماعت احمدیہ مر سکتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء پر تو وہی بات صادق آتی ہے۔

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ
قَئُولٌ لِّمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُولُ

کہ دیکھو ہم میں سے جب ایک سردار مارا جاتا ہے، گزر جاتا ہے تو اس کے بدلے دوسرا سردار اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح وہ نیک باتیں کہتا ہے عظیم باتیں کہتا ہے جس طرح پہلے اس سے کہتا چلا گیا تھا اور اسی طرح ان باتوں پر عمل کر کے دکھا دیتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا احمدی اٹھتا چلا جائے گا ہر سر جو کاٹا جائے گا اس کے بدلے جماعت کو خدا ایک اور سر عطا کرے گا اور ہر سر اسی طرح خدا کی نظر میں معزز ہوگا جس طرح پہلا سر معزز تھا۔ ہر سر کو خدا ہدایت عطا فرمائے گا اس کی ذات کی ہدایت نہیں ہوگی۔ ہر دل کو خدا قوتِ قدسیہ بخشے گا اس کی ذاتی دل کی قوت قدسیہ نہیں ہوگی۔

جماعت احمدیہ کی خلافت کو تم کس طرح مار سکتے ہو؟ اور پھر جماعت احمدیہ اپنی ذہانت کے لحاظ سے، اپنی تنظیم کے لحاظ سے، اپنی قوت عمل کے لحاظ سے، نبوت سے جلا یافتہ ہے اور جس کو نبوت کی جلا حاصل ہوئی ہو وہ چھوٹے چھوٹے مکروں سے مار کھانے والے لوگ ہوا کرتے ہیں! وہ تو دور کی سوچتے ہیں، پہلے سے اپنے انتظامات مکمل کرتے ہیں۔ ہر احتمال کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اس کی مؤثر جوابی کارروائی کرتے ہیں اور ہر وقت تیار بیٹھے رہتے ہیں۔ جب خدا کا بلاوا آتا ہے وہ تیار حالت میں رخصت ہوتے ہیں۔ اس لئے کتنی بڑی بے وقوفی ہے اور کتنی بڑی بدظنی ہے بلکہ تمہاری اپنی عقلوں پر حیرت ہے اس جماعت سے اتنا لمبا واسطہ پڑنے کے باوجود یہ بھی پتہ نہیں چلا ابھی تک کہ جماعت کے اندر خدا تعالیٰ نے کیسی کیسی صلاحیتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اس لئے خلیفہ وطن میں ہو یا بے وطن ہو خلافت احمدیہ کو خدا کے فضلوں کا وطن حاصل

ہے۔اور اس خدا کے فضلوں کے وطن سے تم خلافت احمدیہ کو کبھی نہیں نکال سکتے۔خلافت احمدیہ کو خدا کی حمایت کا وطن حاصل ہے۔اس اللہ کی حمایت کے وطن سے تم خلافت احمدیہ کو کبھی نہیں نکال سکتے۔خلافت احمدیہ کو خدا کی نصرت کا وطن حاصل ہے اور اس نصرت کی اس سرزمین سے تم کبھی جماعت احمدیہ کو نہیں نکال سکتے اور ہاں جماعت احمدیہ کو خدا کی طرف سے ایک رعب عطا ہوا ہے۔خلافت احمدیہ اس رعب کے ساتھ تمام دنیا کے اوپر خدا تعالیٰ کے دین کی خدمتیں سرانجام دیتی ہے اور اس کا رعب دور دور تک اثر کرتا ہے، تمہارے دلوں پر بھی یہ پڑتا ہے، یہی رعب ہے جس نے تمہیں خائف کیا ہوا ہے یہی رعب ہے جس کی وجہ سے تمہارے بدن کانپ رہے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ جب تک خلافت احمدیہ زندہ ہے جماعت احمدیہ پھیلتی چلی جائے گی اور کبھی نہیں رک سکے گی تم گواہ ہو اس رعب کے اگر اور کوئی نہیں اس رعب کی سرزمین سے جو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے تم خلافت احمدیہ کو کبھی نہیں نکال سکتے۔کیا تمہارے منصوبے اور کیا تمہاری کارروائیاں؟ حیرت ہے کہ سبق پہ سبق دیئے جاتے ہیں اور پھر تم آنکھیں بند کر لیتے ہو اور غافل ہو جاتے ہو۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 راگست 1985ء)

صبر کرنے والوں کا صبر بھی ضائع نہیں ہوتا

''پس یہ ایک سال یا دو سال یا تین سال جتنی بھی خدا کی تقدیر ہے اس پر راضی رہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے صبر سیکھیں آپؐ کا نمونہ پکڑیں اور توکل کریں۔بالکل یہی الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہوا ہے اور اس کیفیت میں ہوا ہے جب آپؑ نے اپنے آپ کو حضرت علیؓ کے طور پر دیکھا (تذکرہ صفحہ:169) اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت رابعہ میں ایسا زمانہ آنے والا تھا کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے۔آپؑ کو حضرت علیؓ کی صورت میں دیکھا جانا اور پھر یہ الہام ہونا بتاتا ہے کہ آپؑ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ تمہارے زمانے میں جب چوتھی خلافت ہوگی پھر اس قسم کے حالات ہوں گے اور لازماً تم لوگوں کو صبر کرنا پڑے گا اور لازماً توکل سے کام لینا ہوگا اور اگر ایسا کرو گے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا پھر تم اللہ تعالیٰ کو بہترین وکیل پاؤ گے۔اس سے بہتر کوئی ذات نہیں ہے جس پر توکل کیا جا سکے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو خوشخبری ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا کہ اے محمدؐ! ان مومنوں کو خوشخبری دے دے ان کے لئے بہت ہی عظیم فضل خدا تعالیٰ کے ہاں مقدر ہے۔

پس وہ خوش خبری جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومنین کو دی تھی وہی آپؐ کے غلام صادق آپؐ کے کامل غلام اور روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی دی ہے اور وہ خوشخبری میں آپ کو پہنچاتا ہوں کہ صبر کرنے والوں کا صبر کبھی ضائع نہیں جائے گا۔توکل کرنے والے اپنے خدا کو بہترین وکیل پائیں گے۔پس ہمت اور حوصلہ اور صبر اور توکل اور دعاؤں کے ساتھ اس وقت کو کاٹیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو بشارتیں آپ کے حق میں مقدر فرمائی ہیں وہ ضرور پوری ہوں گی اور فضل کبیر آپ کا منتظر ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم نومبر 1985ء)

دو صدیوں کے سنگم اور خدمت کا خاص موقع

''ایک صدی کا عرصہ بہت سے پہلوؤں سے یہ لمبا نہیں ہوتا بلکہ آناً فاناً گزر جاتا ہے البتہ بعض پہلوؤں سے اسکو بہت بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے قوموں کا عروج ایک صدی کے اندر قائم رہتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور محسوس نہیں ہوتا کہ قومیں تنزل اختیار کر گئی ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ایک سو سال کے عرصہ اس پہلو سے اتنا لمبا ہے کہ قوموں کے عروج کے بعد ان کے زوال کے آثار ایک سو سال کے اندر لازماً شروع ہو جایا کرتے ہیں اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری عطا فرمائی کہ ہر صدی کے سر پر خدا ایسے لوگوں کو مبعوث فرمائے گا جو تیری امت میں دین کی تجدید کریں گے اور احیاء کریں گے یہ ایک ایسا نظام ہے جس کا جاری ہونا لازمی تھا جس طرح لمبی نہروں میں آپ دیکھتے ہیں کہ اس خطرہ سے کہ رفتہ رفتہ پانی کی رفتار سست نہ ہو جائے اور اس زرخیز مٹی کو جسے اُٹھائے لئے پھرتا ہے گرا کر خود اپنی

راہ کو تنگ نہ کر دے ٹھوکریں پیدا کی جاتی ہیں اور مصنوعی آبشاریں بنائی جاتی ہیں۔ وہ آبشاریں اُس رفتار کو ایک دفعہ پھر تیز کر دیتی ہیں اور اس طرح پانی کی زندگی کا عمل جاری رہتا ہے روحانی لحاظ سے تجدید دین کا یہی مضمون ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن فرمایا گیا اور اس مضمون کے پیش نظر آپ سے تجدیدِ دین کا وعدہ فرمایا گیا۔ جب تک خلافت کا نظام جاری ہے میرا یہ ایمان ہے کہ جو خلیفہء وقت بھی اس اہم موقع پر ہوگا یعنی 2 صدیوں کے سنگم پر ہوگا اللہ تعالیٰ اسی سے تجدید دین کا کام لے گا۔ مجدد کہنا ضروری نہیں نہ خلیفہ کو مجدد کہنے سے خلیفہ کی شان بڑھتی ہے۔ تجدید ایک خدمت ہے اور ہر خلیفہ اسی خدمت پر مامور ہے۔''

(الفضل 8 فروری 1989ء)

خلافت کی بے ادبی کرنے والے ہمیشہ خائب و خاسر ہوتے ہیں

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

'' ہمارے عہد میں ایک چیز شامل ہے خلافت سے وابستگی۔ مَیں آپ کو خوب کھول کر بتانا چاہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ جو انسان یعنی فرد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ اپنی جگہ پر خطرناک ہیں۔ میرا تجربہ ہے جماعت کے ان لوگوں پر نظر ڈال کر جنہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے وہ بھی نیک انجام پا گئے۔ لیکن خلافت کے خلاف بے ادبی کرنے والوں کا کبھی میں نے نیک انجام ہوتے نہیں دیکھا وہ بھی تباہ ہوئے اور ان کی اولادیں بھی تباہ ہوئیں کیونکہ ایسا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خلافت وہ خدائی رسی ہے جس کے ساتھ دنیا نے بندھنا ہے جس کے ساتھ خدا کے ساتھ تعلق قائم ہونا ہے۔ یہ حبل اللہ ہے اور خدا اعظیم خدا اگر ایک بندہ کی لغزشیں دیکھ کہ اسے معافی دینا چاہے تو دیتا چلا جائے گا کوئی نہیں جو روک سکے۔ لیکن اگر کوئی اس کی رسی پر ہاتھ ڈالتا ہے اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لئے یہی پیغام ہے ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تیر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

مسیح موعود علیہ السلام کے بعد شاخ مثمرم وہ شاخ ہے جس پر ہمیشہ روحانیت کے پھل لگتے رہیں گے وہ خلافت ہے اس شاخ پر اگر کسی نے بدنظر کی تو وہ یقیناً تباہ اور برباد کر دی جائے گی۔ خائب و خاسر کی جائے گی۔ وہ ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ جو بدنیتی سے اس کی طرف اٹھیں گے۔ اس لئے ہمیشہ کامل غلامی کے ساتھ خلافت کی اطاعت کا عہد کریں اور اس پر قائم رہیں۔''

(22 واں سالانہ اجتماع انصار اللہ مورخہ 79-10-28 صدارتی خطاب)

جماعت احمدیہ کی وحدت خلافت سے وابستہ ہے

'' ہر احمدی کو خدا نے اپنی جگہ امام بنایا ہے ان سب کا خلاصہ امام جماعت ہوتا ہے۔ جو آپ پر نگران ہوتا ہے وہ نور اللہ سے دیکھتا ہے اور قطعی طور پر اسے پتہ چل جاتا ہے کہ کون سی محبت، اللہ کی محبت کے نتیجہ میں ہے اور کون سی نہیں۔ اس لئے جماعت کو چاہیئے کہ جہاں بھی شرک کا رخنہ دیکھے اس کا لازمی طور پر قلع قمع کر دے تا کہ جماعت زیادہ سے زیادہ مؤحد ہوتی چلی جائے۔ آپ کی وحدت امامت سے وابستہ ہے۔ دنیا کو اکٹھا کرنے کا اعلان صرف خلافتِ احمدیہ کے سپرد ہے اور کسی کے سپرد نہیں جو اس سے تعلق کاٹے گا وہ دنیا کو اکٹھا کرنے کے منصوبے سے تعلق کاٹے گا اس سے مضبوطی سے تعلق قائم کرنا خدا کی توحید سے تعلق قائم کرنا ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 10 راگست 1993ء)

اطاعت خلافت

'' کامل اطاعت کے باوجود ایک خلیفہ وقت سے خیالات میں، تصورات میں اختلاف ہو سکتے ہیں اور جائز ہے۔ اپنے خیالات پر تو بندے کا بس کوئی نہیں۔ وہ درست ہوں یا غلط، تقویٰ کا تقاضا ہے کہ جو ہیں ان سے انسان آگاہ ہو اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ہرگز اس رنگ میں استعمال نہ ہونے دے جس سے

سلسلے کے مفاد کو یا بیعت اطاعت کو کوئی گزند پہنچنے کا خدشہ ہو۔ اگر کوئی اس کے نتیجے میں اسے تکلیف پہنچتی ہے تو اس اقرار کو یاد رکھے اور اس تکلیف کو برداشت کرے۔ لیکن ہرگز اشارۃً یا کنایۃً اس کے منافی کوئی حرکت نہ کرے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 / جون 1982ء)

متقیوں کی جماعت

'' یہ پیغام تھا جو عید الفطر کے موقعہ پر میں نے تمام دنیا کی جماعتوں کو دیا اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے ساتھ یہ جماعت جو اللہ نے مجھے عطا کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور گزشتہ خلفاء کی محنت کے پالے ہوئے پودے ہیں، وہ جماعت ہے جس کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آخرین کے نام سے انہیں یاد فرمایا اور خوشخبریاں دیں کہ تم میں مسیح نازل ہوگا اور مہدی آئے گا جو تمہاری کیفیتوں میں ایک انقلاب برپا کردے گا۔ یہ وہ جماعت ہے جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے ہیں، جس نے تمام دنیا میں عظیم انقلاب برپا کرنے ہیں۔ یہ بے وفاؤں کی جماعت نہیں ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی نیک کام کی طرف اس جماعت کو بلایا ہو اور میری توقعات سے بڑھ بڑھ کر انہوں نے اس نیک کام میں آگے بڑھنے کے لئے لبیک نہ کہا ہو۔ کہیں اگر غفلت سے کچھ شکوے پیدا ہوئے تو جماعت سے نہیں تھے منتظمین سے تھے۔ بعض دفعہ منتظمین نے پیغام کو آگے صحیح پہنچایا نہیں۔ اس کے نتیجے میں غفلت ہوئی ہے لیکن جماعت کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ متقیوں کی جماعت ہے اور ہر نیک کام پر بڑی حیرت انگیز وفا کے ساتھ اور حیرت انگیز قربانیوں کی روح کے ساتھ نیک کاموں پر لبیک کہنے والی ہے۔

دراصل لیڈر وہ ہوتا ہے جو آگے چلے اور پیچھے قوم کو چلائے، ہنکانے والا نہیں ہوتا۔ مگر یہ لوگ ہانکتے ہیں اصل میں۔ نہ مشورے کرتے ہیں، نہ جھک کر کسی سے برابری کی بات کرتے ہیں۔ وہ اپنے علم کے ڈنڈے سے جو علم کھوکھلا ہے اور خدا کے تقویٰ سے خالی، اس سے یہ ہانکنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسی قوموں کی بڑی بدنصیبی ہوتی ہے کہ ان کے راہنما ان کے ہانکنے والے بن جائیں۔

بہرحال جماعت احمدیہ کے اوپر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ جماعت کو خلافت کے مرکز پر اکٹھا کر دیا ہے اور اس کے محور کے گرد جماعت گھوم رہی ہے اور اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا انسان حقیقت میں تصور کر ہی نہیں سکتا۔ بعض لوگوں نے فون پر یہ بھی کہا کہ تم لوگ بڑے خوش نصیب ہو کہ ایک ہاتھ پر اٹھتے، ایک ہاتھ پر بیٹھتے ہو، ہمارا تو حال ہی کوئی نہیں۔ ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلتا کس مولوی کے پیچھے چلیں، کس کو چھوڑیں؟ اور ہر کام میں جو بڑی برکت پڑ رہی ہے وہ اسی وجہ سے ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 / مارچ 1994ء)

امام جماعت سے محبت اور احباب جماعت کی باہمی محبت

'' یہ بھی امر واقعہ ہے کہ جیسی محبت خلیفہ کو جماعت سے ہوتی ہے یا جماعت کو خلیفہ سے ہوتی ہے اس کی کوئی مثال دنیوی تعلقات میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور یہی محبت ہے جو پھر انتشار کرتی ہے آپس میں جس طرح ایک مرکز پر شعائیں اکٹھی ہوں اور پھر منتشر ہو کر اردگرد پھیلیں۔ وہی کیفیت ہے۔ یہ محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی آپ کے آپس میں تعلقات بڑھیں گے یہ ایک ایسا مضمون ہے جو میں آج ساری زندگی کی تاریخ میں اور تجربے پر نگاہ ڈال کر بیان کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے جن کو خلیفہ سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہی آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ محبت کرتے ہیں جن کے دل میں بغض اور دوریاں ہوتی ہیں وہ آپس میں بھی بغض کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے دور ہوجاتے ہیں۔ پس اگر آپ نے اس نعمت کو پکڑے رہنا ہے۔ اللہ کی رسی پر اجتماعیت کے ساتھ مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیں۔ ایسا ہاتھ ڈالیں کہ اس سے جدا نہ ہوں یہ مضمون صادق آئے کہ پھر اس ہاتھ کا چھٹنا ممکن نہ رہے۔ اگر ایسا ہو تو آپ کی آپس کی محبت ہمیشہ کے لئے ضمانت ہے کوئی دنیا کی طاقت آپ کو پارہ پارہ نہیں کر سکتی۔ کوئی دنیا کی طاقت آپ کے دلوں کو پھاڑ نہیں سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وساطت سے اس زمانہ میں ہم نے ایک زندگی پائی۔ وہ زندگی جو ہمیشہ سے تھی مگر وہ مردہ تھے جن پر یہ اثر نہیں کر رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے ہم نے اسے زندہ محسوس کیا اور اسی

زندگی سے ہمارے محبت کے رشتے زندہ ہوگئے۔ ہمارے دل دوبارہ دھڑکنے لگے۔ ہم میں اجتماعیت کا احساس پیدا ہوا۔ یہ جب تک زندہ رہے گا ہم دنیا کو ایک قوم بناتے رہیں گے یہ طاقت ہمیں خدا سے نصیب ہوئی ہے کوئی دنیا کی طاقت یہ طاقت ہم سے چھین نہیں سکتی۔''

(الفضل ربوہ۔7راگست1994ء)

خلیفہ وقت تو ایک ہی ہوگا جب بھی ہوگا

''جب میں لنڈن سے جدا ہو رہا تھا تو لنڈن کی جماعت کے مرد اور عورتیں بڑے درد سے کہہ رہی تھیں اور کہہ رہے تھے کہ یہ عید آپ ہم سے الگ کریں گے۔ میں نے بعض کو جواب دیا میرے وہ پیارے بھی تو ہیں جو پاکستان میں ترس رہے ہیں، میں ان کے ساتھ مدت سے عید نہیں کر سکا ان کا بھی تو خیال کرو! آج تو یہ ایسا دور آ گیا ہے کہ میں جہاں بھی عید مناؤں گا آپ بھی ایک رنگ میں شامل ہو جائیں گے اور پاکستان والے بھی شامل ہو جائیں گے لیکن لمبا عرصہ تک انہوں نے جدائیاں دیکھی ہیں اور قربانیاں پیش کی ہیں۔ پس خلیفہ وقت تو ایک ہی ہوگا جب بھی ہوگا۔ جماعت نے تو عالمگیر ہونا ہے اور ہوتے چلے جانا ہے پس وہ جہاں بھی ہو سب کا سانجھا ہے، سب کے ساتھ ہے۔ جسمانی طور پر نہیں تو روحانی اور قلبی طور پر ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا ہے آپ کے ساتھ ہی رہے گا۔ اللہ آخرت میں ہمارا ساتھ اکٹھا رکھے۔ اب آئیے ہم دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔

(خطبہ عیدالاضحیہ یکم جون1993ء)

اب خلافت احمدیہ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

یہ ذکر میں آپ کے سامنے اس لئے کر رہا ہوں کہ اب حمد کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کریں آپس میں، اور حمد کے گیت گائیں۔ اور میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ:

''یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلا ممکن ہو سکتا تھا جو آیا اور جماعت بڑی کامیابی کے ساتھ اس امتحان سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے ہوئے۔

اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پر پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے فرمائے ہیں۔ کہ کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔

تو دعائیں کریں، حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں اور بار بار اپنے دلوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے رہیں کہ اگر یہ سلسلہ بند ہو جائے نگرانی کا تو کئی قسم کے کیڑے راہ پا جاتے ہیں۔ کئی قسم کی خرابیاں بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوئی مقام بھی آخری طور پر اطمینان کا مقام نہیں ہے۔ یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک ہم پر راضی ہو، راضی رہے اور جب ہم مریں تو وہ محبت کی نگاہ ہم پر ڈال رہا ہو، نفرت اور غضب کی نگاہ نہ ڈال رہا ہو۔ آمین''

(خطبہ جمعہ 18رجون1982ء)

اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ اس کی تائید ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ رہے گی

صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے دورۂ یورپ سے واپسی پر دیئے گئے استقبالیہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطاب کرتے ہوئے جماعت کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک دفعہ سکینڈے نیویا کے کسی ملک میں یہ سوال کیا گیا کہ آپ کی جماعت میں کیا حیثیت ہے؟ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ مَیں اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ ہم دونوں میں کوئی تفریق نہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جب مَیں نے یہ بات سنی اس وقت یہ میرے لئے ایک علمی نکتہ تھا اور مَیں نے نظریاتی لحاظ سے اس پر غور کر کے بڑا لطف اٹھایا۔ لیکن جب میرے سپرد خلافت کی عظیم ذمہ داری ہوئی تو مجھے خود اس تجربے سے گزرنا پڑا اور خلافت کے شروع سے ہی اور اب

حالیہ دورۂ یورپ کے دوران ہر روز زیادہ سے زیادہ اس بات کی صداقت میرے مشاہدہ میں آئی کہ واقعتہً خلافت اور جماعت کوئی دو وجود نہیں ہیں۔ حضور نے فرمایا الگ وجود میری ذات کا ہو تو ہوسکتا ہے۔لیکن مَیں نے اپنے ذاتی وجود کو بھی ہر لحہ ہر آن خلافت کے منصب کا پوری طرح مطیع وفرمانبردار پایا۔اور یہ احساس ہوا کہ منصبِ خلافت کا وجود جماعت سے نہ الگ ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ایک ہی فرض کی ادائیگی میں دونوں منہمک ہیں۔ایک ہی آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں ایک دل کی طرح دھڑکتے ہوئے ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔اور یکساں طور پر دعاؤں میں مشغول ہیں۔

حضور نے فرمایا ایک موقع پر مَیں نے بالکل بے حقیقت اور بے حیثیت ہوکر اپنے ربّ سے عرض کیا کہ اے میرے ربّ! میں بالکل بے حقیقت اور بے حیثیت ہوں۔ دنیا اپنے امام کو ایک خاص توقع سے دیکھتی ہے اور خاص امیدیں لگاتی ہے۔مَیں تو اس پر پورا نہیں اتر سکتا۔تُو ہی مدد فرما۔حضور نے فرمایا کہ کئی بار میں نے اللہ تعالیٰ کی اتنی غیر معمولی تائید محسوس کی ہے کہ مجھے احساس ہوا کہ مَیں نہیں بول رہا کوئی اور طاقت ہے جو میرے اندر بول رہی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا نتیجہ ہے۔اس کیفیت کے بعد مجھے یہ خوف پیدا ہوگیا کہ اگر خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت نے ایک لمحے کے لئے بھی مجھے چھوڑا تو مَیں ایسا گروں گا کہ دنیا کے لئے پہچاننا مشکل ہو جائے گا کہ یہ وہی شخص ہے جو بول رہا تھا یا کوئی اور ہے۔اس لئے مَیں نے اپنے رب سے عرض کی اے خدا! اپنی تائید ونصرت مجھ سے کبھی نہ ہٹانا مَیں نے عرض کی اے خدا ایسا نہ کر کہ تو رحمت کا جلوہ دکھا کر پیچھے ہٹ جائے۔ ساتھ دیا ہے تو ساتھ رہ اور کبھی ساتھ نہ چھوڑ۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اس دعا کے بعد مَیں نے خواب دیکھا جس سے مجھے یقین ہوا کہ اللہ کے سارے فضل میرے ساتھ جاری رہیں گے اور وہ اپنی رحمت سے مجھے کامیاب کرتا رہے گا اور کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔خواب میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں مسجد بشارت (سپین) کے صحن میں کھڑا ہوں اور میرے بھائی مرزا مظفر احمد صاحب آ کر مجھے گلے لگا لیتے ہیں اور گلے لگائے رکھتے ہیں اور چھوڑتے ہی نہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ ملاقات کافی لمبی ہوگئی اب علیحدہ ہونا چاہیے مگر وہ چھوڑتے ہی نہیں اور اس حالت میں آنکھ کھل جاتی ہے۔

حضور نے فرمایا اس کا مَیں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ سفر بابرکت رہے گا اور اپنے فضل سے باقی ساری زندگی کو بابرکت کرے گا اور جماعت کو جو توقعات ہیں ان کو اپنے فضل سے پورا کرے گا حضور نے فرمایا میں نے جو دعا مانگی تھی وہ میری ذات کے لئے مرزا طاہر احمد کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ ساری جماعت کے لئے یہ دعا تھی۔اس لئے کہ اس جماعت سے جو توقعات باندھی جاتی ہیں وہی خلیفۂ وقت سے لگائی جاتی ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری ساری جماعت کو دی ہے کہ اس کی تائید ونصرت ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ رہے گی اور کبھی جدا نہ ہوگی۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو اس پر عائد کردہ ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق دے گا اور کبھی ساتھ نہ چھوڑے گا۔''

(الفضل ربوہ 15 ر نومبر 1982ء)

دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کی تائید کے ساتھ دنیا کی ساری بستیاں احمدی ہو جائیں گی انشاءاللہ تعالیٰ

فرمایا:۔حضور نے اپنے خطاب میں احباب جماعت احمدیہ کو متوجہ فرمایا کہ صد سالہ احمدیہ جوبلی کا مبارک موقعہ آنے تک ایک سو ممالک میں جماعت احمدیہ کا جھنڈا گاڑنا ہے۔اس لئے سو ممالک میں جماعت احمدیہ کے کامیاب مشن قائم ہونے چاہئیں حضور نے فرمایا تبلیغ ہر احمدی کا کام ہے اس میں ہر احمدی کو حصہ لینا پڑے گا اور تبلیغ کے جہاد میں جو طریق حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے ہیں انہی کو اختیار کرنا ہوگا حضور نے فرمایا دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ کی تائید کے ساتھ دنیا کی ساری بستیاں احمدی ہو جائیں گی اور احمدیت کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔انشاءاللہ

(روزنامہ الفضل 10 ر نومبر 1982ء)

جماعت کے احیاء اور بقاء کی تمام کنجیاں خلافت میں

''پس اے خلافت محمدیہؐ کے جاں نثارو! جو شمع خلافت محمدیہ کے گرد آج اس میدان میں پروانوں کی طرح جمع ہوئے ہو، اس عظیم روحانی اجتماع میں شرکت کرنے والی اے سعید روحو! جو زمین کے کناروں سے اس مرکز خلافت میں جمع ہوئی ہو، تمہیں تو وہ بستان احمد کے گل بوٹے ہو جن کی سربلندی اور شادابی کی خوشخبریاں مسیح موعودؑ نے دنیا کو دیں۔ وہ تم ہو جن پر نسیم رحمت پھر سے چلی ہے اور وقت خزاں میں جن پر عجب طرح کی بہار آگئی ہے۔ تم اسی خزاں رسیدہ چمن سے پھوٹنے والی نوبہار شاخیں ہو جن کے روکھ دنیا کی نظر میں جلانے کے قابل ہو چکے تھے۔ سو سنو اور خوب اچھی طرح اسے اپنی عقل و فراست کی گانٹھوں میں باندھ کر محفوظ کر لو کہ تمہاری یہ شادابی اور تمہاری یہ بہار نو، تمہاری کلیوں کا چٹکنا اور شگوفوں کا پھوٹنا اور گلہائے رنگارنگ میں تبدیل ہوتے رہنا یہ سب سرتاپا خلافت محمدیہ کے دم قدم کی برکت سے ہے۔ یہ نعمت تمہیں ہجر کی تیرہ طویل دردناک اور صدیوں کی گریہ وزاری کے بعد نصیب ہوئی ہے۔ اب اسے سر آنکھوں پر بٹھانا، اب اس نعمت کو سر آنکھوں پر بٹھانا، سینہ سے لگانا اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں اور اپنی ماؤں اور اپنے باپوں اور اپنے ہر دوسرے پیارے سے ہزار بار بڑھ کر عزیز رکھنا۔ تمہارے احیاء اور تمہاری بقاء کی تمام کنجیاں خلافت میں رکھ دی گئی ہیں۔ سب تدبیریں قیامت تک کے لئے خلافت سے وابستہ ہو چکی ہیں۔ امت مسلمہ کی تقدیر اس نظام سے وابستہ ہے اور تمہاری غیر متناہی عظیم شاہراہ اس در سے ہو کر گزرتی ہے جسے خلافت راشدہ محمدیہ کہا جاتا ہے۔ جان دے کر بھی اس نعمت کی حفاظت کرو اور ایک کے بعد دوسرے آنے والے خلیفہ راشد سے انصار کی زبان میں بمنت عرض کرو کہ اے خلیفۃ الرسول! ہم تمہارے آگے بھی لڑیں گے اور ہم تمہارے پیچھے بھی لڑیں گے، ہم تمہارے دائیں بھی لڑیں گے اور ہم تمہارے بائیں بھی لڑیں گے اور خدا کی قسم، خدا کی قسم اب قیامت تک کسی دشمن کی مجال نہ ہوگی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو بری نظر سے دیکھ سکے۔''

(تقریر جلسہ سالانہ 1973ء)

آئندہ آنے والے خلیفہ کو عظیم الشان بشارت

مظفر و منصور خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آئندہ کی مخالفتوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

''اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے۔ وسیع پیمانے پر وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں ہے اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں لکھی جائے گی۔ مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا میں آئندہ آنے والے خلیفہ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر کے مظاہرے کرنا اور کسی دنیا کی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ اور وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا۔ اور نشان مٹا دے گا ان کا دنیا سے۔ جماعت احمدیہ نے بہرحال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی۔''

(خطاب 28 رجولائی 1984ء مجلس خدام الاحمدیہ لندن بدر اراگست 1984ء)

قطعہ

عطاء المجیب راشد

جب بھی ہو حضرتِ اقدس کا کوئی سجدہ دراز
فکر ہوتی ہے ہُوا کون سا غم اتنا طویل
بھول کر ایسے میں مَیں اپنی مناجاتیں عطا
عرض کرتا ہوں کہ سن اُن کی میرے ربّ جلیل

اللھم اید امامنا بروح القدس

وہ شخص

سلیم شاہجہانپوری

قضائے عالم امکاں پہ چھا گیا وہ شخص
دلوں پہ زہد کا سکہ بٹھا گیا وہ شخص

سکینتوں کے خزانے لٹا گیا وہ شخص
جو راہ امن و سکوں پر چلا گیا وہ شخص

وہ جس کا روئے منور تھا مثل ماہ تمام
جو اپنا والہ و شیدا بنا گیا وہ شخص

کوئی بھی مدِ مقابل نہ بن سکا اس کا
زمانہ کو متحیّر بنا گیا وہ شخص

مدھر سے سر میں جو نغمے سنائے وحدت کے
تو منکروں کو بھی بیخود بنا گیا وہ شخص

لنڈھادیئے مئے عرفاں کے خُم کے خُم اس نے
جو ان کے درد کو اپنا بنا گیا وہ شخص

عمل تھا اس کا ہمیشہ قلوب کی تسخیر
جو دشمنوں کو بھی اپنا بنا گیا وہ شخص

جو عُسر ویُسر کا مطلب بتا گیا ہم کو
جو زندگی کا سلیقہ سکھا گیا وہ شخص

جو بانٹ لیتا تھا دکھ بھی غریب ومسکیں کے
جو ان کے درد کو اپنا بنا گیا وہ شخص

تھا ہر جہت سے محافظ حقوقِ نسواں کا
انہیں مقام بھی ان کا دلا گیا وہ شخص

وہ بچے بچے پہ شفقت کا ہاتھ رکھتا تھا
جو ان کو اپنا چہیتا بنا گیا وہ شخص

وہ جن پہ چل کے ہی ملتی ہے منزلِ عرفاں
ہمیں عمل کے وہ رستے دکھا گیا وہ شخص

جہاں میں مہر و محبت کی روشنی پھیلی
کچھ ایسی شمع اخوت جلا گیا وہ شخص

ہمارے درد بھی دل میں چھپا کے رکھتا تھا
جو اپنا درد بھی ہم سے چھپا گیا وہ شخص

جو چاند بن کے تھا ابھرا افق پہ عالم کے
غروب ہو کے جو چہرہ چھپا گیا وہ شخص

نگاہیں ڈھونڈ رہی ہیں افق سے تا بہ افق
جو سب کو چھوڑ کے تنہا چلا گیا وہ شخص

دعائیں ساری جماعت کی ساتھ ہیں اس کے
جو ہم کو صبر کا خوگر بنا گیا وہ شخص

خودی میں ڈوب کے ابھرا وہ با خدا بن کر
اور اس عمل سے خدائی پہ چھا گیا وہ شخص

وہ تھا خلیفہء رابع مسیحِ دوراں کا
سلیم سایہ تھا اس پر خدائے رحماں کا

ڈاکٹر محمد اسحٰق خلیل کا ذکر خیر

(2008-1935)

عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

محمد زکریا ورک (کینیڈا)

جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کے پرانے ممبر اور بزرگ ڈاکٹر محمد اسحٰق خلیل صاحب ابن الحاج محمد ابراہیم خلیل مرحوم سابق مبلغ اٹلی و مغربی افریقہ، مؤرخہ 7 مارچ 2008ء کو بہ عمر 73 سال زیورخ، سوئٹزرلینڈ بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زیورخ میں ہی پیوند خاک ہوئے جہاں وہ گزشتہ چالیس سال سے رہائش پذیر تھے۔ نماز جنازہ امام صداقت احمد نے پڑھائی اور تدفین کے بعد امیر صاحب جماعت سوئٹزرلینڈ نے دعا کروائی۔ بفضل اللہ موصی تھے۔ حضور ایدہ اللہ نے عاجز کے نام تعزیتی خط میں فرمایا: اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

جرمنی کی ہمبرگ یونیورسٹی سے انہوں نے 1970ء میں قانون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ حافظ قرآن تھے۔ دیندار، پابند صوم صلوٰۃ، متقی، عابد شب زندہ دار، نرم خو، دعا گو اور مستجاب الدعوات تھے۔ 1971ء میں فضل مسجد لندن میں صلوٰۃ تراویح کی امامت کے فرائض انجام دیے اور قرآن مجید کا دور پورا کیا۔ حج بیت اللہ کرنے کی سعادت پائی۔ بلا کے ذہین و فطین، خوش مزاج، کھلا ہوا دل، کھلا ہوا ہاتھ، وسیع مطالعہ، زندگی کی بہاروں میں ہر پھول سے رس نچوڑا تھا۔ آپ کے ثقہ بند مضامین سلسلہ کے اخبارات و رسائل کی زینت بنا کرتے تھے۔ میرے سامنے اس وقت آپ کا مضمون 'احمدیت کے متعلق چار تحقیقی مقالہ جات' ہے جو روزنامہ الفضل میں 31، امان 1353 کو شائع ہوا تھا۔ 1969ء میں آپ کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے مقابلہ مضمون نویسی میں طبع زاد مقالہ لکھنے پر اول انعام ملا تھا جو بعد میں 'سلاطین ہند اور اشاعت اسلام' کے نام سے کتابی صورت میں راقم نے کراچی سے شائع کیا تھا۔ جلسہ سالانہ 1971ء کے موقعہ پر یہ انعام آپ کے والد مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے وصول کیا تھا۔ یہ کتاب ان کی تحقیق و تدقیق، محنت و مطالعہ، وسعت نظر، کاوش و جستجو کا شاہکار تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جب آپ نے یہ کتاب سر ظفر اللہ خاں صاحب مرحوم کو پیش کی تو وہ اس کے مندرجات سے کسی حد تک متاثر ہوئے تھے مگر کچھ حصوں پر تنقید کی تھی۔ یہ چشم دید واقعہ ہے۔

آپ کی شخصیت بڑی پیاری اور دلآویز تھی۔ خوش گفتار، نیک سرشت، دوست نواز اور نکتہ طراز ادیب تھے۔ زیورخ کے جرمن اخبارات میں بھی آپ کے مضامین اور انٹرویو شائع ہوا کرتے تھے۔ تبلیغ اسلام کا شوق جنون کی حد تک تھا، پاکستان سے لٹریچر اور الیس اللہ۔۔۔ کی انگوٹھیاں منگوا کر زیورخ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ فارسی، عربی، اردو، پنجابی، انگریزی، جرمن، ترکش زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ زیورخ میں قیام کے دوران آپ نے کئی پروفیسروں کے ضخیم مقالہ جات کے تراجم جرمن سے فارسی اور عربی میں

کئے تھے۔ جرمن زبان پیدائشی جرمنوں کی طرح بولتے تھے۔ یونیورسٹی آف زیورخ میں عربی اور اردو زبانوں کے مدرس رہے جبکہ یونیورسٹی آف برلن میں سنسکرت کی تعلیم دیتے رہے تھے۔

مسجد زیورخ میں کئی بار مقررین کی تقریروں کے مترجم کے فرائض سرانجام دئے۔ ہر مبلغ جماعت کی دامے، درمے، سخنے قدمے مدد کرنا اپنا اول ترین فریضہ سمجھتے تھے۔ امام صاحب کی غیر موجودگی میں نماز جمعہ یا عیدین کی نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ ملائیشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد کے زمانے کے نائب وزیراعظم کو قرآن پاک کا تحفہ پیش کیا تھا جس کی تصویر میرے پاس موجود ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک کے کئی ایک مدبرین، سیاست دانوں سے ملاقات کر کے ان کو قرآن پاک اور اسلام پر کتابیں پیش کرتے رہے۔ 1975 میں جب میں بھائیجان کے ساتھ جارجیا (امریکہ) ادریس بھائی سے ملنے گیا تھا تو اس وقت بھی آپ نے مقامی اخبار The True Citizen کے پبلشر کو قرآن پاک کا تحفہ پیش کیا تھا جس کی تصویر نمایاں رنگ میں اگلے روز شائع ہوئی تھی۔ اٹھتے جاگتے قرآن پاک کی سورتیں یا درثمین کی نظمیں ورد زبان ہوتی تھیں۔ جیب میں حمائل شریف ہوتی تھی تا جو سورتیں حفظ کی ہیں وہ طاق نسیاں نہ ہو جائیں۔ تلاوت خاص لحن سے کرتے تھے اتنا مؤثر اور دل نشین لحن جس کو بیان کرنا آسان نہیں۔ فرماتے تھے کہ انہوں نے قرآن پاک حافظ محمد رمضان مرحوم سے ربوہ میں تراویح کے دوران سن کر یاد کرنا شروع کیا تھا پھر آہستہ آہستہ سارا قرآن پاک کسی سے درس لئے بغیر حفظ کرلیا۔ ان کا دماغ ہر وقت نئی نئی تدبیریں اگلتا رہتا تھا۔ ان سے مل کر انسان نہ صرف ان کی دماغی قابلیت سے متاثر ہوتا بلکہ ان کی شخصیت سے بھی مسحور ہو جا تا تھا۔ کشادہ پیشانی جس سے دماغ کی وسعت ظاہر ہوتی تھی، روشن آنکھیں جن سے بہ یک وقت سنجیدگی اور ذکاوت ٹپکتی تھی۔ بشرے سے استقلال آشکار ہوتا جبکہ چہرہ ذہانت کا آئینہ دار تھا۔

چونکہ قانون کی تعلیم جرمنی سے حاصل کی تھی اس لئے کئی سال تک زیورخ میں وکالت کرتے رہے۔ پاکستان و ہندوستان سے آنیوالے لوگوں کے امیگریشن کے مقدمے آپ داخل کیا کرتے تھے نیز امیگریشن حکام کے سامنے ترجمانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ حکومت کی طرف سے آپ باضابطہ سرکاری مترجم تھے۔ صدیوں افراد کو آپ کی قابلیت و ہنر کی وجہ سے سوئٹزرلینڈ میں رہائش کی اجازت مل گئی جس کا ذکر مجھ سے کئی افراد نے کیا۔ نفاست پسند تھے ساری عمر کوٹ اور ٹائی لگاتے رہے، جن پر اوور کوٹ ہوتا تھا، یوں لگتا تھا گویا کوئی ڈپلومیٹ چلا آتا ہو۔ سینہ تان کر چلتے تھے۔ آپ کی طبیعت سادہ ورق کی طرح تھی، ان کے عادات و اطوار، ان کے شمائل و خصائل میں اسلامیت اور شائستگی کا جلوہ نمودار رہتا تھا۔ ہر قسم کی تنگ دلی، تعصب اور غرور سے مبرا تھے۔ متنازعہ امور پر گفتگو کرنے سے گریز کرتے تھے۔ He was generous to a fault، زیورخ کی ایک بزرگ شخصیت نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں نے ان سے کہا ڈاکٹر صاحب کچھ رقم کی ضرورت ہے، کھٹ سے اسی وقت اپنا بٹوہ مجھے دے کر کہا اس میں جتنی رقم ہے وہ لے لیں۔ بٹوے میں بیس فرینک تھے، کہنے لگے اس میں سے ایک فرینک مجھے دے دیں تا میں ٹرام (سٹریٹ کار) لے کر گھر جاسکوں۔

امریکہ، کینیڈا، جرمنی، برطانیہ کے سالانہ جلسوں میں متواتر کئی سال تک شامل ہوتے رہے۔ 1985ء میں جب بندہ ناچیز لندن جلسہ سالانہ میں حاضر تھا تو یک لخت بھائیجان کو دیکھ کر یگ گونہ خوشی ہوئی تھی۔ 1998ء میں جب امریکہ میں جماعت کا پچاسواں جلسہ سالانہ منعقد ہوا تو میری ملاقات آپ سے میری لینڈ جلسہ گاہ میں بھی ہوئی تھی۔ اس موقعہ کی کئی ایک نادر تصاویر میری متاع حیات ہیں۔ سلسلہ کے اخبارات و رسائل کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتے تھے۔ کتابوں کے دلدادہ تھے، گھر میں نادر کتابوں کی اچھی خاصی ضخیم لائبریری تھی۔ علم کے شیفتہ تھے، یونیورسٹی آف زیورخ کی لائبریری میں اکثر کتابوں میں گھرے ہوئے، عمیق مطالعے میں مستغرق نظر آتے تھے۔ وفات کے وقت کشف المحجوب اور حیات طیبہ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اپنے

ظاہری فضل وکمال سے بے خبر رہتے کیونکہ ان کے علم وفضل پر خاکساری کا پردہ پڑا ہوا تھا۔

آپ استخارہ کئے بغیر کوئی کام یا فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی مصیبت ہو، پریشانی ہو، تکلیف ہو بلکہ اپنے عزیزوں کیلئے استخارہ فرماتے تھے۔ دو ایک واقعات میرے سامنے ہو گزرے جو ان کے استخارہ کے مطابق درست ثابت ہوئے۔ خلوص واپنائیت کی آپ کے پاس کمی نہیں تھی لیکن ان کے بعد یہ جنس عنقا ہے۔ لاریب، عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں۔ آہ اس دنیا میں آپ جیسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں اخلاق کو جن پر ناز ہو، جن کے وجود سے کردار تاباں ہو۔ ان کے گزر جانے سے شرافت وکرامت، وقار اور ایثار، زہد وانکسار کی دنیا سونی ہوگئی۔ سادگی ان کا شیوہ تھی مگر نفاست ہمیشہ مدنظر رہتی تھی۔ تقریر پر بھی عبور رکھتے تھے۔ فروری 1992 میں زیورخ مسجد میں جو 'کانفرنس آن اسلام اینڈ چائینا' منعقد ہوئی تھی اس میں آپ نے Early Muslim contacts with China کے موضوع پر تقریر کی تھی جو alislam.org پر موجود ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

قادیان سے ہجرت کا صدمہ بڑے عرصہ تک دماغ پر چھایا رہا جس کی وجہ سے عمر کے آخری سالوں میں طبیعت مائل سیماب تھی۔ علاج سے گھبراتے تھے۔ ہسپتال میں داخل کرانے کی دوستوں نے کوشش کی مگر جلد ہی گھر آجاتے تھے۔ اقربا پروری کے علاوہ غریب نواز تھے۔ کئی لوگوں نے زیورخ میں آپ کے پاس آکر قیام کیا یا کئی لوگوں کی یورپ میں قیام ورہائش کے ضمن میں بندوبست میں مدد کی۔ یوں ہندو پاکستان سے آنیوالے لوگوں کیلئے شجر سایہ دار تھے۔ عاجز 1971ء میں آپ کے پاس زیورخ میں قیام پذیر تھا تو سورۃ یٰسین آپ کے کہنے پر رفتہ رفتہ حفظ کرلی تھی۔ ان دنوں میں روزگار کی تلاش میں تھا تو نصیحت کی کہ درج ذیل دہراتے رہا کرو:

کشائش کو خاطر جو ہر مضطرب
گناہ سے سدا وہ رہے مجتنب
ومن یتق اللہ یجرج لہ
من حیث لا یحتسب

شعر وسخن سے ایک گونہ لگاؤ تھا، برجستہ گوئی، حاضر جوابی، شگفتہ مزاجی، نکتہ آفرینی ان کے خانہ زاد تھے۔ ایک ذات میں کئی وجود جمع ہوگئے تھے۔ نہایت صائب مشورہ دیتے تھے۔ آپ کے مشورہ پر ہی خاکسار یورپ آیا تھا اور پھر آپ کے مشورہ پر ہی 1973ء میں کینیڈا ہجرت کی تھی۔ آپ ہی نے میری شادی خانہ آبادی کا اول سے آخر تک انتظام کیا تھا اس لئے میرے نزدیک وہ بمنزلہ والد کے تھے بلکہ والدہ کے بھی تھے۔ انہی سے ہم چھوٹے بھائیوں نے خود کفیل ہونا سیکھا۔ پچاس کی دہائی میں گول بازار میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ایک سال ہم نے چارپائی پر سٹال لگا کر کتابیں فروخت کی تھیں۔ انہی ایام میں آپ نے ہومیو پیتھک کا امتحان پاس کر کے المشفاۃ کے نام سے کلنک شروع کیا تھا۔ چھوٹے بھائیوں کی نگہداشت اور تربیت آپ کی کندھوں پر پڑ گئی۔ مجھے خوب یاد ہے 1958ء کے لگ بھگ جب میں قریب بارہ سال کا تھا تو چھٹی کے روز آپ کی ہدایت تھی کہ خلافت لائبریری جانا اور اخبارات ورسائل کا مطالعہ کرنا ہے۔ خاص طور پر مجھے پوچھتے تھے کیا پاکستان ٹائمز کا مطالعہ کیا تھا؟ یوں لائبریری جانے کی اچھی عادت پڑ گئی۔ جب میں پانچ سال کا تھا تو مجھے ربوہ منیر احمد مرحوم کاتب کے پاس سہ پہر کے وقت جانے کی ہدایت تھی جو حبیب کلاتھ ہاؤس والوں کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ کثیر الاشغال تھے، ان کا دماغ بیک وقت مختلف موضوعات کی جولانگاہ بنا رہتا تھا۔ غیب سے مضامین آتے تھے۔ سفر کا بہت شوق تھا، اکثر کسی نئے ملک کا سفر کرتے تا آب وہوا تبدیل ہوجائے اور صحت برقرار رہے۔ مختلف ممالک کے

جلسہ سالانہ جات میں شمولیت کرنا گویا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔تمام دنیا کے ممالک میں سے امریکہ سب سے زیادہ پسند تھا،اپنے کوٹ کے گریبان کی لوٹ پر امریکہ کا جھنڈا لگانا پسند کرتے تھے۔جب مختلف ممالک کے سفروں پر جاتے تو وہاں موجود رشتے داروں سے ضرور ملتے چاہے چند گھنٹوں کیلئے ہی۔

ایک معاصر کی رائے

جناب بشیر احمد صاحب رفیق، سابق امام فضل مسجد لندن نے ای میل میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا:

میری ان سے جامعہ احمدیہ کے ایام سے شناسائی تھی۔ہم نے یورپ میں لمبا عرصہ اکٹھے گزارا۔ جب میں امام مسجد لندن تھا تو رمضان المبارک میں میں نے ان سے درخواست کی کہ تراویح پڑھائیں۔انہوں نے پورے قرآن مجید کا دور مکمل کیا۔ان کے اسلام اور احمدیت کے بارے میں معلومات سے میں کئی بار متمتع ہوا تھا۔ آپ دریا دل، نیک دل اور متقی تھے۔ 1967ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ یورپ کے دوران آپ ان کی معیت میں مختلف ممالک کا سفر کرتے رہے۔ میں اس وقت حضور کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔آپ نے اپنے آقا کی معیت میں وقت گزارنے کیلئے اپنا مال اور وقت قربان کیا اور حضور کے خطبات سے پورے طور فیض یاب ہوتے رہے۔ یورپ کے جملہ ممالک کے دوروں کے دوران آپ نے کسی مشن ہاؤس سے مدد طلب نہ کی بلکہ اپنے خرچ پر ہوٹلوں اور یوتھ ہوسٹلز میں قیام کرتے رہے۔ میں نے ان کو احمدی گھرانوں میں قیام کی دعوت دی مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اللہ نے مجھے کافی دیا ہے۔آپ سادہ مزاج انسان تھے اور ساری زندگی سادگی میں گزار دی۔حدیث اور قرآن پاک کا علم بہت وسیع و وقیع تھا۔ بہت ہی ذہین،عبقری اور تیز دماغ کے مالک تھے۔نیکی اور پرہیزگاری میں وہ اپنے والد ماجد کی صحیح تصویر تھے جن سے میرا تعارف طالبعلمی کے ایام میں ہوا تھا۔ میں ان کی جدائی کو بہت محسوس کروں گا اللہ ان پر اپنا فضل فرمائے آمین۔(1967ء کے جس دورہ یورپ کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اس کی ایک دیدہ زیب تصویر انصار اللہ امریکہ کے رسالہ النحل فروری 2002ء کے سرورق پر شائع ہوئی تھی جس میں آپ حضرت صاحب کے ساتھ کھڑے ہیں)۔

برادرم محمد ادریس ورک نے مجھ سے ذکر کیا کہ آج سے پچاس سال قبل ایک بار عید کے موقعہ پر ربوہ میں کہیں ڈھونڈے سے قصاب نہیں مل رہا تھا۔قربانی لازماً کرنی تھی اس لئے بھائیجان اسحٰق نے سوچا چلو خود ہی بکرا ذبح کر لیتے ہیں۔ایک ہڈی پر جب کلہاڑی ماری تو پھسل کر ہاتھ کی انگلی پر آ لگی جس سے چوٹ آئی۔اس کے بعد زخم تو مندمل ہو گیا مگر شہادت کی انگلی ساری عمر ٹیڑھی رہی۔ ایک دفعہ جب آپ امریکہ میں برادرم ادریس کے پاس جارجیا میں فروکش تھے تو ٹیلی ویژن پر صدر بل کلنٹن کو دکھایا گیا جس کی ہاتھ کی ایک انگلی پیدائشی طور پر ٹیڑھی ہے۔ برادرم ادریس نے جب بھائی جان اسحٰق کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تو فرمایا تم نے خوب مشاہدہ کیا thatwas a keen observation۔

بڑے نافع الناس وجود تھے ۔ کئی نو واردان سوئٹزرلینڈ نے کار چلانے کیلئے ڈرائیونگ لائی سینس آپ کے ذریعہ حاصل کیا۔عزیزم ندیم شاہ (زیورخ) نے مجھے بتایا کہ جب میری لائی سینس لینے کی باری آئی تو ڈاکٹر صاحب کے پاس علالت کے باعث لائی سینس نہیں تھا۔ میں نے ان سے اس چیز کی شکایت کی،آپ نے فرمایا انشاءاللہ آپ اس کے بغیر ہی پاس ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔عزیزم وسیم شاہ اور ان کے خاندان نے جس طرح ہمارے بھائیجان کا آخری پانچ سال اپنے گھر کا فرد بنا کر خیال رکھا اس کیلئے انسان یہی کہہ سکتا ہے خدا ان کو جزائے خیر دے۔ ان کے نزدیک ڈاکٹر صاحب دعاؤں کا خزانہ تھے جس سے وہ محروم ہو گئے۔ زیورخ کے ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک نوجوان کا اسائلم کا کیس مسترد ہو گیا تھا، وہ مایوسی کے عالم میں ہاتھ میں سرکاری دفتر کا خط لئے ایک روز بس سٹاپ پر کھڑا تھا کہ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب وہاں آ گئے۔ اس نے اپنا خط ان کو دکھایا، ڈاکٹر صاحب نے اسی وقت کھڑے کھڑے خط کے پس پشت پر قانونی زبان میں ثقہ بند اپیل لکھ دی جو اس نوجوان نے بجائے الگ کاغذ پر ٹائپ کرانے کے جوں کی توں دائر کر دی۔اللہ کی شان چند ماہ میں اس کی اپیل قبول

ہوگئی اور اس کو ویزا مل گیا۔

جرمن زبان کی پیچیدگیوں سے اس قدر واقف اور زبان پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ الفاظ کے ذومعنی سے مزاح پیدا کر لیتے تھے۔ عدالتوں اور کچہریوں کی زبان الگ سی ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب کیلئے عدالتی زبان ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ جرمنی کی علمی زبان کو Hoch Deutch کہا جاتا ہے اس پر بھی اچھی گرفت رکھتے تھے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ رہے نام اللہ کا۔ نیند کی حالت میں ہی بستر استراحت پر جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ کسی پر بوجھ نہیں بنے، کسی کو اپنی علالت کا پتہ نہ چلنے دیا

دل کو سکون روح کو آرام آ گیا
موت آ گئی کہ یار کا پیغام آ گیا

ایک زمانے میں آپ کو افغانستان جانے کا بہت شوق تھا جہاں سے آپ کتابوں کے قلمی نسخے خرید کر یورپ میں شاید فروخت کرنے کیلئے لاتے تھے۔ ایک پرانی کتاب کا مخطوطہ آپ نے مجھے بھی بطور تحفہ کے دیا تھا جس کے پہلے صفحہ پر ہاتھ سے لکھا ہوا ہے: کتاب العالم والمتعلم مصنفہ امام الاعظم۔ اس کے نیچے لکھا ہے: شرح کتاب العالم والمتعلم منسوب بہ امام اعظم ابوحنیفہ از ابو بکر محمد فوراک الاصفہانی تحریر 934 ق (نسخہ بسیار نادر)۔ مجلد مخطوطہ کے کاغذ کا سائز "7x10 ہے۔ جہاں نئی فصل شروع ہوتی وہاں سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔

اللہ کریم ان کو اپنے فضل کی چادر میں لپیٹ لے، ان کو غریق رحمت کرے، ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے، اور ان کی روح کو ابد الآباد تک کروٹ کروٹ سکون نصیب کرے۔ آمین

یارب وہ ہستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اپنے رفقاء کے ساتھ ایک تصویر

رسالہ النور کے شمارہ فروری 2008 کے سرِ ورق پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی چند اصحاب کے ساتھ ایک تصویر شائع کی گئی تھی۔ اس تصویر میں موجود اصحاب کے نام درج ذیل ہیں:

فرش پر بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں جانب:

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی،
حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب،
حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

کرسیوں پر دائیں سے بائیں:

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری
حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہرؓ
حضرت حافظ مولانا روشن علی صاحب۔

کھڑے ہوئے:

میاں رحم دین صاحب، (Cook)
حضرت چودھری محمد شریف صاحب وکیل، ساہیوال
حضرت مرزا شریف احمد صاحب
حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد

مرسلہ: حسن محمد خان ایم۔ اے، کینیڈا
بشیر احمد رفیق، لندن

بسم اللہ الرحمان الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھوالناصر

براہِ کرم آپ ہم سے رابطہ فرمائیں!

اگر آپ نے کبھی کوئی مقالہ یا کتاب لکھی ہے یا آپ کی کوئی تصنیف شائع ہوئی ہے تو درخواست ہے کہ اولین فرصت میں ہم سے رابطہ فرمائیں۔

''ریسرچ سیل'' ایسی تمام کتب/ اخبارات ورسائل اور مقالہ جات کا ڈیٹا Data اکٹھا کر رہا ہے جو 1889ء سے لے کر اب تک کسی بھی احمدی کی طرف سے شائع شدہ ہوں۔

درج ذیل کوائف کے مطابق ہمیں فیکس یا ای میل کریں۔ اگر آپ کے پاس سلسلہ کی پرانی کتب موجود ہیں تو بھی درخواست ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں۔

آپ کے تعاون کا شدت سے انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

ضروری کوائف:

کتاب کا نام:　　مصنف/مرتب/مترجم کا نام:　　ایڈیشن:　　مقام اشاعت:

تاریخ اشاعت:　　ناشر/طابع:　　تعداد صفحات:　　سائز کتاب:　　موضوع

برائے رابطہ فون نمبرز:

منصور احمد نورالدین: آفس: 0092476215953

بدرالزمان: 00923437735907

فیکس نمبر: 0092476211943

ای میل: tahqeeqj@yahoo.com , tahqeeq@gmail.com

ayaz313@hotmail.com

ریسرچ سیل

نذرانہء عقیدت

(بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

صادق باجوہ

کہکشاں کا ایک تابندہ ستارا چھپ گیا
رشکِ مہر و ماہ وہ دلبر ہمارا چھپ گیا
علم و عرفاں عقل و دانش کا وہ بحرِ بیکراں
اَسود و اَحمر کی خاطر فیض تھا جس کا رواں
خیر خواہی خلق کی ہردم رہی پیشِ نظر
بارشِ لطف و کرم ہوتی رہی شام و سَحر
صفتِ دریا دلی کچھ نام بھی ہوگا کہیں
دریا دل پر آپ سا اس دور میں دیکھا نہیں
اُسوۂ کاملؐ بمثلِ حرزِ جاں اپنا لیا
ہر متاعِ دوجہاں کی رِفعتوں کو پالیا
مصلح الموعودؓ کو جس کی بشارت مل گئی
عجز کے پیکر کو اک دن وہ خلافت مل گئی
چند سالوں کا لگا صدیوں پہ پھیلا دور تھا
برق رفتاری سی سرعت طور ہی کچھ اور تھا
ملنسار و، غمگسار و، آشنا و مہرباں
خوبیوں میں تھا جو یکتا اب اسے پائیں کہاں
ان گنت ہیں کارنامے چند لمحوں میں بیاں
قلم میں طاقت نہیں الفاظ کو یارا کہاں
ہم کہاں صادق کہاں اوصافِ طاہر کا بیاں